دینی شعور اور سماجی آگہی کا نقیب علمی تحقیقی مجلہ

سہ ماہی

شعور و آگہی

لاہور

جولائی تا ستمبر 2011ء • رجب تا شوال 1432ھ • جلد نمبر 03 • شمارہ نمبر 03 • رجسٹرڈ نمبر S-370

www.rahimia.org

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا تجزیہ

ہندوستان کی زبان مسلمانی دور میں فارسی تھی، علمی اور سرکاری۔ شاہ (ولی اللہ) صاحبؒ نے قرآنِ حکیم کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ جب کہ ہندوستانی سلطنت ختم ہونے پر تھی۔ اور وہ ترجمہ عجمی زبانوں میں جتنے ترجمے ہوئے، ان سب میں بے نظیر تھا۔ میں عربی کافی جانتا ہوں، مگر قرآن شریف کا مطلب جو مجھے فارسی ترجمہ پڑھنے سے آتا ہے، وہ عربی تلاوت سے ذہن اخذ نہیں کرتا۔ ہم نے فارسی بچپن میں پڑھی۔ وہ ہماری مادری زبان کے قریب قریب ہوگئی۔ عربی کی ہم نے بڑی عمر میں تحصیل شروع کی۔ اور اسے ہم نے اجنبی زبان کی حیثیت سے سیکھا۔

اس کے بعد شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے بیٹوں نے اردو میں ترجمے شروع کیے۔ اس لیے کہ زمانہ بدلا اور سرکاری زبان بدلی۔ اس میں سب سے اچھا ترجمہ ''موضحِ قرآن'' شاہ عبد القادر (دہلویؒ) کا ہے۔ اس کی اردو آج بعض حیثیتوں سے متروک ہو رہی تھی۔ میرے استاذ مولانا شیخ الہند (محمود حسنؒ) نے آج کے (دور کے) موافق اس کی اردو درست کر دی۔ یہ میرا دوسرا ترجمہ ہے کہ خالی یہ ترجمہ پڑھنے سے جو مطلب سمجھ آتا ہے، وہ فارسی میں بھی نہیں آتا۔ اس لیے کہ اس میں جو حکمت کے کلمے ہیں، وہ ٹھیک ٹھیک ترجمہ کر دیے گئے ہیں۔ اور حکمت کو حکیم ہی کا دماغ سمجھتا ہے۔

ہمیں اس ترجمہ کے چند اَوراق (شیخ الہندؒ نے) دیوبند میں سنائے، اصل میں تو آپ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کو یہ ترجمہ سنا رہے تھے، اس طرح ہم کو بھی سننے کا شرف حاصل ہوگیا۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ سنانے میں لگا، جس میں آپ نے شاہ عبد القادر دہلویؒ کے ترجمے میں تبدیلیاں کر کے بتائیں، اور بتایا کہ ان کی کیا ضرورت ہے۔

(تعارف مخطوطات، صفحہ 90)

www.rahimia.org

دینی شعور اور سماجی آگہی کا نقیب علمی، تحقیقی مجلّہ

سہ ماہی

شعور و آگہی

لاہور

جولائی تا ستمبر 2011ء / رجب تا شوال 1432ھ | جلد نمبر 03 شمارہ نمبر 03 | رجسٹرڈ نمبر S-370

زیر سرپرستی

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ

مجلس ادارت

مدیر	مدیر اعلیٰ	صدرِ مجلس
محمد عباس شاد	مفتی عبدالخالق آزاد	پروفیسر ڈاکٹر سعید الرحمٰن

مشاورت

- مفتی عبدالمتین نعمانی — بورے والا
- مفتی عبدالقدیر — چشتیاں
- مفتی عبدالغنی قاسمی — لاہور
- مفتی محمد مختار حسن — نوشہرہ
- ڈاکٹر سید لیاقت علی شاہ معصومی — سکھر
- مولانا عبداللہ عابد سندھی — شکار پور
- مولانا محمد ناصر — جھنگ
- پروفیسر ڈاکٹر محمد افضل — سعودی عرب
- پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالمقیت شاکر علیمی کراچی
- پروفیسر ڈاکٹر ابرار محی الدین — بہاولپور
- پروفیسر ڈاکٹر تاج افسر — اسلام آباد
- پروفیسر محمد سعید اختر — اسلام آباد
- پروفیسر قاضی محمد یوسف — حسن ابدال
- پروفیسر ڈاکٹر محمد جہانگیر — لاہور

قیمت فی شمارہ: 100 روپے | سالانہ زرِ تعاون: 400 روپے

شعبہ مطبوعات

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور

PH:0092-42-36307714 / 36369089 web: www.rahimia.org

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر دفتر سہ ماہی مجلّہ ''شعور و آگہی''، رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ، لاہور سے شائع کیا۔

www.rahimia.org

گلدستۂ مضامین

اداریہ: حرفِ اول — مدیرِ اعلیٰ — 03

تاریخی سلسلۂ اسناد
برصغیر میں دینی رہنماؤں کا تاریخی تسلسل (3)
"سبیل الرّشاد" کا اردو ترجمہ
تحریر و تصنیف: امامِ انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ
ترجمہ و تحقیق: مفتی عبدالخالق آزاد — 05

تعارف مخطوطات
ترجمہ نگاری کے اصول وقوانین پر شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا ایک اہم رسالہ
المقدمہ فی قوانین الترجمہ
(مخطوطات اور اشاعتوں کا تعارف، اور ترجمہ نگاری کی روایت کا تسلسل)
تحریر: مفتی عبدالخالق آزاد — 62

مطالعۂ قرآنیات
ترجمہ نگاری کے اصول وقوانین
("المقدمہ فی قوانین الترجمہ" کا اردو ترجمہ)
تالیف: حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ
ترجمہ و تحقیق: مفتی عبدالخالق آزاد — 93

مطالعۂ قرآنیات
المقدمہ فی قوانین الترجمہ
(اصل فارسی متن)
تالیف: حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ
تحقیق: مفتی عبدالخالق آزاد — 110

www.rahimia.org

اداریہ

حرفِ اول

ہر قوم اپنے علمی اور تہذیبی وِرثے کی حفاظت کرتی ہے۔ ہر دور میں اپنے علمی، فکری اور تہذیبی خزانے کی کھوج لگانا، اس کی تحقیق اور تحلیل و تجزیہ کرنا، اس کے ذریعے سماجی تشکیل سے متعلقہ امور کے اصول وقوانین اَخذ کرنا اور اس کی روشنی میں اپنے افکار ونظریات میں نئی تہذیب وترتیب قائم کرنا، ہر زندہ قوم کا شیوہ رہا ہے۔ جو قومیں اپنے ماضی کے وِرثے کو کھنگالتی ہیں، اپنے سماجی ارتقا کے امور کا جائزہ لیتی ہیں، سماجی عروج و زوال کا تجزیہ کرتی ہیں، عروج کے پس پردہ کارفرما عوامل کا سراغ لگاتی ہیں، افکار ونظریات کی چھان پھٹک کرتی ہیں اور بدلتے پیداواری رشتوں کے تناظر میں وجود میں آنے والے عصرِ جدید میں تشکیلِ نو کے لیے بہترین اور درست لائحۂ عمل سوچتی ہیں، وہ آنے والے دور میں کامیابی کی منازل طے کرتی ہیں۔ اور سماجی ارتقا کے بدلتے ادوار میں اپنی شناخت باقی رکھ پاتی ہیں۔

برعظیم پاک و ہند میں بسنے والی اقوام، خاص طور پر مسلمان اپنی سماجی اور تہذیبی زندگی کی ایک عظیم تاریخ رکھتی ہیں۔ ماضی کا یہ عظیم وِرثہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ جدید دور کی تشکیلِ نو میں اس تاریخی فکر وعمل کا صحیح اِدراک کیا جائے۔ اس حوالے سے رومانویت اور جذباتیت سے ہٹ کر ٹھوس تاریخی حقائق کی روشنی میں فکر وعمل کے نئے شعوری زاویے پیشِ نظر رکھے جائیں۔ جس طرح ماضی کے ورثے کو اپنی تمام تر جزئیات کے ساتھ عصرِ جدید میں اپنے اوپر مسلط کرلینا درست طرزِ فکر وعمل نہیں، اسی طرح ماضی کے اس شان دار وِرثے کا انکار کردینا، انتہا درجے کی بے شعوری اور جذباتیت کی علامت ہے۔ مناسب طرزِ عمل یہ ہے کہ ماضی کے وِرثے کی خوب چھان پھٹک کرکے اس کے مفید فکری اور عملی پہلوؤں اور بنیادی اَقدار کی نشان دہی کی جائے۔ ان اقدار کے تسلسل اور شعوری تقاضوں کو سمجھا جائے۔ اور ان کی روشنی میں طے پانے والے اَساسی اَفکار ونظریات کو آئندہ کے لیے مشعلِ راہ بنایا جائے۔

برعظیم پاک و ہند میں مسلمانوں کے کم و بیش ہزار سالہ غلبے کے پس پردہ جس توانا فکر وفلسفے نے کام کیا، اس کی اساسیات قرآن حکیم کی تعلیمات سے جڑی ہوئی ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ لازوال بلندی اور غیر معمولی وسعت کی حامل قرآنی تعلیمات نے برصغیر پاک و ہند کے عروج میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ اس کے سماجی ارتقا کی صورت گری کی ہے۔ ہر دور میں اس خطے کے علمائے ربانیین نے قرآنی تعلیمات کے شعوری مطالعے کے ذریعے سوسائٹی کی سیاسی شیرازہ بندی کی ہے اور تمام لوگوں کے لیے معاشی خوش حالی اور انسان دوستی کو فروغ دینے کے لیے اہم کردار ادا کیا ہے۔ بلاشبہ علومِ قرآنیہ کی اساس پر معاشرے کی تشکیل نے اس خطے کو ترقی اور خوش حالی سے ہم کنار کیا ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قرآن حکیم کی تعلیمات سے آگاہی کے لیے، اس خطے میں بسنے والے انسانوں کی

www.rahimia.org

زبان میں، اس کے تراجم نے بڑا بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ چناں چہ برصغیر پاک و ہند میں قرآن حکیم کے تراجم کے حوالے سے ترجمہ نگاری کی ایک روایت رہی ہے۔ خاص طور پر گزشتہ دو اڑھائی سو سالوں میں قرآن حکیم اور دیگر علوم وفنون کے بامحاورہ ترجمے کی روایت حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے لے کر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ تک بڑے تواتر اور مربوط انداز میں آگے بڑھی ہے۔ بلاشبہ برصغیر پاک و ہند میں بسنے والے کروڑوں انسانوں نے ان تراجم کے ذریعے سے فکر و عمل کی نئی شمعیں فروزاں کی ہیں۔ اور اپنے سینوں کو کلامِ الٰہی کی تجلیات سے منور کیا ہے۔ برعظیم پاک و ہند کی ماضی قریب کی تاریخ میں ان تراجم نے بڑے گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔

اس خطے پر قرآن حکیم کے تراجم کے اثرات کے حوالے سے ترجمہ نگاری کی اس روایت کا تاریخی طور پر تحلیل و تجزیہ کرنا، بہترین اور بامحاورہ ترجمے کے اس جامع اسلوب کی ساخت، نوعیت اور اس کے اصول وقوانین کا سراغ لگانا، اور اس کے تاریخی تسلسل کو سمجھنا، نہ صرف آج کے دور کا ایک علمی اور تحقیقی تقاضا ہے، بلکہ قرآنی خدمات کے میدان کی درست تفہیم کے لیے بھی ضروری ہے۔ ترجمہ نگاری کی اس روایت کی اصولی اور قانونی تفہیم کے لیے اس موضوع پر حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ایک رسالے ''**المقدمہ فی قوانین الترجمہ**'' کے قلمی نسخے ہمیں دستیاب ہوئے ہیں۔ شاہ صاحبؒ کا تحریر کردہ یہ رسالہ، ترجمہ نگاری کے جامع اسلوب اور اس کے اصول وقوانین کی تفہیم کے حوالے سے ایک اہم علمی دریافت کی حیثیت رکھتا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ عام طور پر اہل علم اس سے اب تک آگاہ نہیں ہیں۔ اور اس دور میں بھی اس کی چند ناقص اشاعتوں سے قطع نظر، یہ رسالہ مخطوطات کی شکل میں محفوظ ہے۔ ہم نے اس کے چند مخطوطات کو سامنے رکھ کر اس کا اصل فارسی متن تحقیقی طور پر مرتب کیا ہے۔ اور اس میں بیان کردہ ترجمہ نگاری کے اصولوں کو سامنے رکھ کر اس کا اردو ترجمہ بھی کیا ہے۔ اس شمارے میں ہم اس رسالے کا تحقیقی متن اور اردو ترجمہ، صحیح ترتیب و تدوین اور ذیلی عنوانات کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔ اور ایک اہم مقالے میں اس رسالے کے دستیاب مخطوطات کے بارے میں معلومات اور اب تک ہونے والی اشاعتوں کا مختصر تعارف بھی پیش کیا جا رہا ہے۔ نیز اس رسالے میں بیان کردہ قوانینِ ترجمہ کی روشنی میں ترجمہ نگاری کے حوالے سے قائم ہونے والی روایت اور اس کے تسلسل کا مختصر جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اس طرح اس رسالے کی یہ اشاعت اور اس کے بارے میں متعلقہ معلومات کی فراہمی قرآنی خدمت اور اپنے علمی وِرثے کی دریافت ہے۔

اس شمارے میں برصغیر میں دینی رہنماؤں کے تاریخی تسلسل کی ایک اہم کڑی کی توضیح پر مشتمل حضرت سندھیؒ کی کتاب ''**التمہید لتعریف ائمّۃ التجدید**'' کے متعلقہ حصے کے ترجمے کی تیسری قسط بھی پیش کی جا رہی ہے۔ اس حصے میں انھوں نے حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے سلسلۂ سند کے اس تسلسل کو واضح کیا ہے، جو ائمہ مجتہدین مطلق، بالخصوص امامِ اعظم امام ابوحنیفہؒ تک پہنچتا ہے۔ اس طرح برصغیر کی علمی تاریخ کا بڑا اہم گوشہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان مقالات سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (مدیر اعلیٰ)

تاریخی سلسلۂ اسناد

برصغیر میں دینی رہنماؤں کا تاریخی تسلسل

''سبیل الرّشاد'' کا اردو ترجمہ

تصنیف و تالیف: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ
ترجمہ و تحقیق: مفتی عبدالخالق آزاد

(3)

امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی کتاب ''التمهيد لتعريف آئمة التجديد'' کے تیسرے حصے ''سبیل الرّشاد'' کا اُردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔ مولانا سندھیؒ نے اس حصے میں ہندوستان کی تاریخ کے بارہ ادوار متعین کرتے ہوئے دینی علوم و معارف اور ان کے سیاسی اثرات و نتائج کے تاریخی تسلسل کی نشان دہی کی ہے۔ خاص طور پر آئمہ مجددین کے تجدیدی کردار کے مختلف پہلوؤں اور ان کے سلسلۂ اسناد کے تاریخی تسلسل کی وضاحت کی ہے۔ اور علوم و معارف کے میدان میں جن علمائے ربانیین، محدثین، مفسرین اور بلند مرتبت سیاسی رہنماؤں نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے اور تجدیدی کردار ادا کیا، اس کو پورے تسلسل اور تاریخی ترتیب کے ساتھ مولانا سندھیؒ نے ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔

یہ کتاب ایک مقدمے اور آٹھ اَقسام پر مشتمل ہے۔ ہر ایک ''قِسم'' کے ذیل میں ابواب ہیں۔ اور ہر ''باب'' کے ذیل میں انواع کا تذکرہ ہے۔ اور پھر ہر ''نوع'' کئی فصلوں پر مشتمل ہے۔ اس طرح اختصار کے ساتھ اس کتاب میں ولی اللّٰہی مشائخ کے تاریخی تسلسل اور ان کے سلسلۂ سند کی وضاحت کی ہے۔ اور فقہا، محدثین، مفسرین، صوفیا، علمائے ربانیین، فلاسفہ و حکما وغیرہ کے تمام سلسلہ ہائے اسناد کا تسلسل بیان کیا گیا ہے۔ یوں یہ کتاب سینکڑوں علما و مشائخ اور مجتہدین کی سوانح کا مرقع ہے۔ اور ہندوستان میں اسلام کے غلبے کے تیرہ سو سال کے تاریخی تسلسل کی نشان دہی کرتی ہے۔

''سبیل الرشاد'' کی ''پہلی قسم'' کے دونوں ابواب کا ترجمہ گزشتہ دو اقساط میں شائع کیا جا چکا ہے۔ اس شمارے میں ''پہلی قسم'' کے ''خاتمہ'' کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔ جس میں امامِ اعظم امام ابوحنیفہؒ اور دیگر مجتہدین مطلق تک امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے سلسلۂ اسانید کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔

www.rahimia.org

خاتمۂ قسمِ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰه و سلام علٰی عباده الّذین اصطفٰی. أمّا بعد!

تمام تعریفات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور سلامتی ہو اُس کے منتخب بندوں پر۔ اس کے بعد!

یہ ''**سبیل الرشاد**'' کی ''قسم اوّل'' کا ''**خاتمہ**'' ہے۔ ہم نے اس میں فقہا اور محدثین کی ایسی دو سو اسناد جمع کی ہیں، جو آئمہ حنفیہ تک جاتی ہیں۔ تاکہ ایسے لوگ اس سے استفادہ کرسکیں، جو ہماری کتاب کی آنے والی تمام (باقی سات) اقسام کا پورا مطالعہ نہیں کرسکتے۔ اور اجمالی طور پر ولی اللّٰہی جماعت کے اُس سلسلۂ اتصال کو سمجھنا چاہتے ہیں، جو کہ انھیں امام اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے صحبت یافتہ حضرات کے ساتھ ہے۔ یہی آئمہ احناف ہیں، جن کا فقہی مذہب ایک طویل مدت تک ہندوستان کی سلطنت اور (ترکی کی) خلافتِ عثمانیہ کا سرکاری مذہب رہا ہے۔

ہم نے اِس ''**خاتمہ**'' کو چند فصلوں میں تقسیم کیا ہے:

1۔ سب سے پہلے اُن فقہائے حنفیہ کی اسانید بیان کی ہیں، جن سے ولی اللّٰہی نسبت رکھنے والے حضرات نے روایت کیا ہے۔ جیسے صدر الحمید مولانا محمد اسحاق دہلویؒ اور ان کے شاگردوں کی جماعت ہے۔ یہ لوگ اجتماعی طور پر امام مسند حسن بن علی عُجیمی مکی سے روایت کرتے ہیں۔

2۔ اس کے بعد ہم نے ہندوستانی مشائخ وغیرہ کی ایک ایسی جماعت کی اسانید بیان کی ہیں، جن سے امام شاہ ولی اللہؒ نے خود روایت کی ہے۔ خواہ یہ روایت امام مسند (حسن بن علی عجیمیؒ) کے واسطے سے ہو، یا ان کے واسطے کے بغیر روایت کی گئی ہو۔

3۔ پھر ہم نے اُن نابغۂ روزگار شخصیات کی اسانید بیان کی ہیں، جو متأخرین میں سے مجتہد اور محققین میں سے ہیں۔ جیسا کہ مجتہد محقق کمال الدین بن ہمامؒ، صدرالشریعہ (عبیداللہ بن مسعود)، علامہ برہان (الدین) مرغینانیؒ، ابوالحسن قدوریؒ اور ابوجعفر طحاویؒ ہیں۔

ہم نے ان تمام اسانید کو فصلوں کے عنوان کے ساتھ واضح طور پر ترتیب دے دیا ہے۔ تاکہ تحقیق و تفتیش آسان ہوجائے۔

واللّٰه الموفّق و المُعین. اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا اور مددگار ہے۔

www.rahimia.org

فصل (1) (نویں اور دسویں دور (1036ھ تا 1174ھ/ 1627ء تا 1761ء) کے علما و مشائخ تک سلسلۂ اسانید)

اس فصل میں وہ اسانید بیان کی جائیں گی، جو درجِ ذیل مشائخ: عبدالملک قلعیؒ، محمد طاہر سنبلؒ، مصطفیٰ رحمتی، مرتضی حسینی (زبیدی) ہندیؒ، محمد بن علاؤالدین مزجاجیؒ، عبدالخالق بن ابی بکر مزجاجیؒ، محمد ہاشم سندھیؒ، محمد حیات سندھیؒ، ابوالطیب سندھیؒ، امام ابوالحسن کبیر سندھیؒ، امام ولی اللہ دہلویؒ اور امام حسن بن علی عجیمیؒ تک روایت کی گئی ہیں۔

(شیخ) عبدالملک بن عبدالمنعم بن تاج الدین قلعیؒ متوفی سن 1228ھ (1813ء) تک اسانید

ہمارے استاذ شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، وہ (شاہ) عبدالغنی (مجددیؒ) سے، وہ صدر الحمید مولانا محمد اسحاق دہلویؒ سے، وہ عمر بن عبدالکریم سے اور وہ عبدالملک قلعی مکی (1) سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہند روایت کرتے ہیں مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، وہ عبدالغنی (مجددیؒ) سے، وہ (i) محمد عابد سندھیؒ، (ii) عبداللہ بن محمد بن عبداللہ میرغنیؒ اور (iii) اسماعیل رومیؒ سے، اور یہ تینوں عبدالملک قلعی سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں مولانا محمد قاسم دیوبندیؒ سے، وہ (شیخ) عبداللطیف بیروتیؒ (2) سے اور وہ (شیخ) عبدالملک قلعیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) محمد طاہر بن محمد سعید سنبل مکیؒ متوفی 1218ھ (1803ء) تک اسانید

ہمارے استاذ شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، وہ (شاہ) عبدالغنی (مجددیؒ) سے، وہ صدر الحمید مولانا محمد اسحاق دہلویؒ سے، وہ عمر بن عبدالکریم مکی سے، وہ محمد طاہر سنبل مکیؒ (3) سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، وہ (شاہ) عبدالغنی (مجددیؒ) سے، وہ (شیخ) محمد عابد سندھیؒ اور اسماعیل رومیؒ سے، اور ان دونوں حضرات نے محمد طاہر سنبل مکیؒ سے روایت کی ہے۔

(شیخ) مصطفیٰ رحمتی دمشقی مدنیؒ متوفی 1205ھ (1791ء) تک اسانید

ہمارے استاذ شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، وہ (شاہ) عبدالغنی (مجددیؒ) سے، وہ صدر الحمید مولانا محمد اسحاق دہلویؒ سے، وہ عمر بن عبدالکریم مکیؒ سے وہ (شیخ) مصطفیٰ رحمتیؒ (4) سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں مولانا عبدالغنی دہلویؒ سے، وہ شیخ محمد عابد سندھیؒ، وہ (شیخ) مصطفیٰ رحمتیؒ سے عام اجازت کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں مولانا محمد قاسم دیوبندیؒ سے، وہ عام اجازت کے ساتھ روایت کرتے ہیں (شیخ) عبداللطیف بیروتیؒ سے، وہ (شیخ) مصطفیٰ رحمتیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

www.rahimia.org

شیخ الہندؒ عام اجازت کے ساتھ روایت کرتے ہیں (شیخ) احمد بن سلیمان اروادیؒ سے، وہ (شیخ) محمد امین ابن عابدینؒ سے، وہ (شیخ) محمد شاکرؒ سے، وہ (شیخ) مصطفیٰ رحمتیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

سید مرتضیٰ حسینی ہندی زبیدی مصریؒ متوفی 1205ھ (1791ء) تک اسانید

ہمارے استاذ شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، وہ (شاہ) عبدالغنی (مجددیؒ) سے، وہ صدرالحمید مولانا محمد اسحاق دہلویؒ سے، وہ (شیخ) عمر بن عبدالکریم سے، وہ سید مرتضیٰ (زبیدی) ہندیؒ (5) سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) عبدالغنیؒ سے، وہ (شیخ) محمد عابدؒ سے، وہ (شیخ) یوسف مزجاجیؒ اور (شیخ) صدیق مزجاجیؒ سے، یہ دونوں (شیخ) عبدالقادر بن خلیل مدنیؒ سے، وہ سید مرتضیٰ زبیدیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں عبدالغنیؒ سے، وہ عبداللہ بن محمد بن عبداللہ میرغنیؒ سے، وہ عبدالحفیظ عجیمیؒ سے، وہ سید مرتضیٰ زبیدیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، وہ شیخ عبدالغنی سے، وہ محمد عابد سندھیؒ سے، وہ اجازتِ عامہ کے ساتھ سید مرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں مولانا محمد قاسم دیوبندیؒ سے، وہ اپنے چچا مولانا مملوک العلی دہلویؒ سے، وہ اجازتِ عامہ کے ساتھ سید مرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، وہ اجازتِ عامہ کے ساتھ عبداللطیف بیروتی سے روایت کرتے ہیں اور وہ سید مرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ اجازتِ عامہ کے ساتھ روایت کرتے ہیں (شیخ) احمد اروادیؒ سے، وہ سید احمد طحطاویؒ سے، وہ (شیخ) مصطفیٰ طائیؒ سے، وہ سید مرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) احمد اروادیؒ سے، وہ ابن عابدین (شامیؒ) سے، وہ (شیخ) محمد شاکرؒ سے، وہ محمد بن محمد بخاری نابلسی حنفی اثریؒ سے، وہ سید مرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ محمد بن علاؤالدین مزجاجیؒ متوفی 1182ھ (1768ء) تک اسانید

ہمارے استاذ شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، وہ (شیخ) عبدالغنی سے، وہ صدرالحمید مولانا محمد اسحاق سے، وہ (شیخ) عمر بن عبدالکریم سے، وہ سید مرتضیٰ زبیدیؒ سے، وہ (شیخ) محمد بن علاؤالدین مزجاجیؒ (6) سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، وہ (شیخ) عبدالغنی سے، وہ محمد عابد سندھیؒ سے، وہ

www.rahimia.org

یوسف مزجاجیؒ سے، وہ اپنے والد محمد بن علاؤالدین مزجاجی زبیدیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) عبدالغنی سے، وہ (شیخ) محمد عابد سندھیؒ سے، وہ اپنے چچا (شیخ) محمد حسین سندھیؒ سے، وہ (شیخ) عبدالخالق بن علی مزجاجیؒ سے، وہ (شیخ) محمد بن علاؤالدین مزجاجیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ عبدالخالق بن ابوبکر مزجاجیؒ متوفی 1181ھ (1767ء) تک اسانید

ہمارے استاذ شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، وہ (شیخ) عبدالغنی سے، وہ صدر الحمید مولانا محمد اسحاق سے، وہ (شیخ) عمر بن عبدالکریم سے، وہ سید مرتضیٰ زبیدیؒ سے، وہ (شیخ) عبدالخالق بن ابوبکر مزجاجیؒ (7) سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، وہ (شیخ) عبدالغنی سے، وہ (شیخ) محمد عابد سندھیؒ سے، وہ (شیخ) یوسف مزجاجیؒ سے، وہ (شیخ) عبدالخالق بن ابوبکر مزجاجی زبیدیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) عبدالغنیؒ سے، وہ محمد عابد سندھیؒ سے، وہ اپنے چچا محمد حسین سندھیؒ سے، وہ عبدالخالق علی مزجاجیؒ سے، وہ (شیخ) عبدالخالق بن ابوبکر مزجاجیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ محمد ہاشم (ٹھٹھوی) سندھیؒ متوفی 1174ھ (1760ء) تک اسانید

ہمارے استاذ شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، وہ (شیخ) عبدالغنیؒ سے، وہ صدر الحمید مولانا محمد اسحاقؒ سے، وہ (شیخ) عمر بن عبدالکریمؒ سے، وہ سید مرتضیٰؒ سے، وہ (شیخ) ابوالحسن سندھی صغیرؒ (8) سے، وہ شیخ محمد ہاشم سندھیؒ (9) سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، وہ شیخ عبدالغنیؒ سے، وہ محمد عابد سندھیؒ سے، وہ اپنے چچا (شیخ) محمد حسین سندھیؒ سے، وہ اپنے والد محمد مراد سندھیؒ سے، وہ علامہ محمد ہاشم سندھیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں شیخ عبدالغنیؒ سے، وہ (شیخ) عبداللہ بن محمد بن عبداللہ میرغنیؒ سے، وہ (شیخ) عبدالحفیظ عجیمیؒ سے، وہ علامہ محمد ہاشم بن عبدالغفور سندھیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ محمد حیات سندھی مدنیؒ متوفی 1163ھ (1750ء) تک کی اسانید

ہمارے استاذ شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، وہ شیخ عبدالغنیؒ سے، وہ صدر الحمید مولانا محمد اسحاق سے، وہ (شیخ) عمر بن عبدالکریمؒ سے، وہ سید مرتضیٰؒ سے، وہ (شیخ) ابوالحسن (بن محمد صادق صغیر) سندھیؒ سے، وہ شیخ محمد حیات سندھیؒ (10) سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، وہ شیخ عبدالغنیؒ سے، وہ (شیخ) محمد عابد سندھیؒ سے، وہ اپنے چچا (شیخ) محمد حسین سندھیؒ سے، وہ ابوالحسن سندھی صغیرؒ سے، وہ شیخ محمد حیات سندھیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

www.rahimia.org

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں شیخ عبدالغنیؒ سے، وہ (شیخ) محمد عابدؒ سے، وہ سید مرتضیٰؒ سے، وہ (شیخ) عبدالرحمٰن بن مصطفیٰؒ سے، وہ (شیخ غلام علی) آزاد بلگرامیؒ سے، وہ شیخ محمد حیات سندھیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں شیخ عبدالغنیؒ سے، وہ (شیخ) محمد عابدؒ سے، وہ سید مرتضیٰؒ سے، وہ (شیخ) عبدالخالق بن ابوبکر مزجاجیؒ سے، وہ شیخ محمد حیات سندھیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں شیخ عبدالغنیؒ سے، وہ (شیخ) محمد عابد سندھیؒ سے، وہ (شیخ) یوسف مزجاجیؒ سے، وہ (شیخ) عبدالقادر بن خلیل مدنیؒ سے، وہ شیخ محمد حیات سندھیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ ابوالطیب (محمد بن عبدالقادر) سندھی مدنیؒ متوفی 1144ھ (1731ء) تک اسانید

ہمارے استاذ شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، وہ شیخ عبدالغنیؒ سے، وہ صدرالحمید مولانا محمد اسحاقؒ سے، وہ (شیخ) عمر بن عبدالکریمؒ سے، وہ (شیخ) محمد طاہر سنبلؒ سے، وہ (شیخ) محمد سعید سفر سے، وہ (شیخ) ابوالطیب (محمد بن عبدالقادر) سندھی (مدنیؒ) (11) سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، وہ شیخ عبدالغنیؒ سے، وہ (شیخ) محمد عابد سندھیؒ سے، وہ (شیخ) یوسف مزجاجیؒ سے، وہ (شیخ) عبدالقادر بن خلیل مدنیؒ سے، وہ ابوالطیب سندھیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ابوالحسن محمد بن عبدالہادی سندھی کبیرؒ متوفی 1139ھ (1726ء) تک اسانید

ہمارے استاذ شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، وہ شیخ عبدالغنیؒ سے، وہ صدرالحمید مولانا محمد اسحاقؒ سے، وہ (شیخ) عمر بن عبدالکریمؒ سے، وہ (شیخ) محمد طاہر سنبلؒ سے، وہ (شیخ) محمد سعید سفر سے، وہ امام ابوالحسن (سندھی) کبیرؒ (12) سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں شیخ عبدالغنیؒ سے، وہ (شیخ) محمد عابد سندھیؒ سے، وہ اپنے چچا (شیخ) محمد حسین سندھیؒ سے، وہ (شیخ) ابوالحسن سندھی صغیرؒ سے، وہ (شیخ) محمد حیات سندھیؒ سے، وہ امام ابوالحسن کبیرؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں شیخ عبدالغنیؒ سے، وہ (شیخ) محمد عابد سندھیؒ سے، وہ (شیخ) یوسف مزجاجیؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) محمدؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) علاؤالدین مزجاجیؒ سے، وہ امام ابوالحسن کبیرؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں شیخ عبدالغنیؒ سے، وہ (شیخ) محمد عابدؒ سے، وہ سید مرتضیٰ (زبیدیؒ) سے، وہ (شیخ) عبداللہ بن احمد حسینیؒ سے، وہ (شیخ) عبدالخالق بن زید مزجاجیؒ سے، وہ امام ابوالحسن کبیرؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں شیخ عبدالغنیؒ سے، وہ (شیخ) محمد عابد سندھیؒ سے، وہ (شیخ) صدیق مزجاجیؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) علی بن زین مزجاجیؒ سے، وہ امام ابوالحسن کبیرؒ سے روایت کرتے ہیں۔

www.fakirmia.org

امام ولی اللہ دہلویؒ متوفی 1176ھ (1762ء) تک بعض اسانید

نوٹ: امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ عملاً حنفی تھے۔ اور درس و تدریس کے حوالے سے حنفی اور شافعی تھے۔

شیخ محمد ہاشم سندھیؒ اور شیخ محمد حیات سندھیؒ دونوں شیخ محمد معین (ٹھٹھوی) سندھیؒ سے روایت کرتے ہیں اور وہ امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) محمد بن محمد نابلسی حنفی اثریؒ اور (شیخ) عبدالقادر بن خلیل مدنیؒ دونوں سید مرتضیٰ ہندیؒ سے روایت کرتے ہیں اور وہ امام ولی اللہ دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام مسند حسن بن علی عجیمی مکیؒ متوفی 1113ھ (1701ء) تک اسانید

امام ولی اللہ دہلویؒ روایت کرتے ہیں اپنے والد شیخ عبدالرحیم دہلویؒ، ابوطاہر شافعیؒ اور تاج الدین قلعی حنفیؒ سے، یہ تینوں امام مسند (حسن بن علی عجیمی مکیؒ) (13) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) عبدالملک قلعیؒ اپنے دادا (شیخ) تاج الدین قلعیؒ اور (شیخ) عبدالقادر صدیقیؒ (14) سے روایت کرتے ہیں، اور یہ دونوں امام مسند (حسن بن علی عجیمی مکیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) محمد طاہر سنبلؒ، محمد عارف بن محمد جمالؒ اور یحییٰ بن صالح حبابؒ سے روایت کرتے ہیں، اور یہ دونوں امام مسند (حسن بن علی عجیمی مکیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ مصطفیٰ بن ایوب) رحمتیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) حامد (بن علی بن ابراہیم) عمادیؒ (15) سے، وہ (شیخ) تاج الدین قلعیؒ سے، وہ امام مسند (حسن بن علی عجیمی مکیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

مصطفیٰ بن ایوب رحمتیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) صالح بن ابراہیم جنینیؒ سے، وہ امام مسند (حسن بن علی عجیمی مکیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) محمد ہاشم سندھیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) عبدالقادر صدیقیؒ سے، وہ امام مسند (حسن بن علی عجیمی مکیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

سید مرتضیٰؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) عبدالخالق بن ابوبکر مزجاجیؒ سے، وہ (شیخ) محمد بن عقیلہؒ سے، وہ امام مسند (حسن بن علی عجیمی مکیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

(۱) (شیخ) محمد سعید سفرؒ، (۲) (شیخ) محمد حیات سندھیؒ، (۳) (شیخ) علی بن زید مزجاجیؒ، (۴) (شیخ) عبدالخالق بن زید مزجاجیؒ، (۵) (شیخ) محمد بن علاؤالدینؒ، (۶) ان کے والد (شیخ محمد بن) علاؤالدین مزجاجیؒ (16) اور (۷) امام ابوالحسن کبیرؒ سے، اور یہ تمام ساتوں مشائخ امام مسندؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اور میرا غالب گمان یہ ہے کہ شیخ ابوالطیب سندھیؒ ____ جو (شیخ) عبداللہ بن سالم بصریؒ سے روایت کرتے

www.rahimia.org

ہیں ــــ وہ بھی امام مسند سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (2) ساتویں اور آٹھویں دور (855ھ تا 1036ھ/ 1451ء تا 1627ء) کے علما و مشائخ تک سلسلۂ اسانید

اس فصل میں درجِ ذیل مشائخ تک کی اسانید بیان کی گئی ہیں:

(شیخ) خیرالدین رملیؒ، (شیخ) حسن بن عمار شرنبلالیؒ، (شیخ) عبدالحکیم سیالکوٹیؒ، شیخ عبدالحق دہلویؒ، امام (مجدد الف ثانی شیخ) احمد سرہندیؒ، (شیخ) تاج الدین سنبلیؒ، (ملا) علی القاریؒ، قطب نہروالیؒ، علی بن جاراللہ بن ظہیرہؒ، ابن شلبیؒ، امام عبدالعزیز دہلویؒ، (شیخ) علی متقیؒ، زین بن نجیمؒ، شیخ عبدالقادر اُچی ہندیؒ، ابراہیم کرکیؒ، ابن شحنہؒ، علی جونپوری ہندیؒ، عبدالرحمٰن جامیؒ، زین الدین شرجیؒ، امین الدین بن ظہیرہؒ، محمد نجمیؒ، قاسم بن قطلو بغاؒ، کافیجیؒ، شمنیؒ، اقصرائیؒ، سعد دیریؒ، محقق کمال الدین بن ہمامؒ۔

(شیخ) خیرالدین رملیؒ متوفی 1081ھ (1670ء) تک اسانید

امام ولی اللہ دہلویؒ روایت کرتے ہیں اپنے والد شیخ عبدالرحیم دہلویؒ سے، وہ اجازتِ عامہ کے ساتھ (شیخ) خیرالدین رملیؒ (17) سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ)، عبدالملکؒ اور (مصطفی) رحمتیؒ تینوں حضرات روایت کرتے ہیں (شیخ) تاج الدین قلعیؒ سے، وہ حسن عُجیمیؒ اور نجم الدین بن خیرالدین رملیؒ سے، وہ دونوں خیر الدین رملیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں عبدالغنی نابلسیؒ سے، وہ محمد محسن محبیؒ سے، وہ علاؤالدین حصکفیؒ سے، اور وہ خیرالدین رملیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

ہمارے استاذ شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں (شیخ احمد) اروادیؒ سے، وہ ابن عابدین (شامیؒ) سے، وہ محمد شاکرؒ سے، وہ علی (بن محمد سالم بن ولی الدین) ترکمانیؒ (18) سے، وہ (شیخ) عبدالرحمٰن مجلدؒ (19) سے، وہ علاؤالدین حصکفیؒ سے، وہ خیرالدین رملیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) حسن بن عمار شرنبلالیؒ متوفی 1069ھ (1659ء) تک اسانید

امام ولی اللہؒ وغیرہ روایت کرتے ہیں تاج الدین قلعیؒ سے، وہ اپنے والد عبدالمحسن قلعیؒ اور حسن (بن علی) عُجیمیؒ سے، اور یہ دونوں حضرات (شیخ) حسن بن عمار شرنبلالیؒ (20) سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہؒ روایت کرتے ہیں عبدالغنی نابلسیؒ سے، وہ اپنے والد اسماعیل نابلسیؒ سے، اور وہ حسن بن عمار شرنبلالیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

www.rahimia.org

سید مرتضیٰ (زبیدیؒ) روایت کرتے ہیں حسن بن ابراہیم جبرتیؒ سے، وہ حسن بن حسن شرنبلالیؒ سے، اور وہ اپنے والد حسن بن عمار شرنبلالیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

محمد طاہر سنبلؒ روایت کرتے ہیں منصور منصوریؒ سے، وہ سلیمان منصوریؒ سے، وہ عبدالحئ شرنبلالیؒ سے، اور وہ حسن شرنبلالیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

ہمارے استاذ شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں (احمد بن سلیمان) اروادیؒ سے، وہ سید احمد طحطاویؒ سے، وہ (شیخ) مصطفیٰ طائیؒ سے، وہ (شیخ) محمد بن یونس سے، وہ (شیخ) عبدالعزیز زیادیؒ سے، وہ (سید) احمد (بن محمد حسنی) حمویؒ (21) سے، اور وہ (شیخ) حسن شرنبلالیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں (احمد بن سلیمان) اروادیؒ سے، وہ ابن عابدین (شامیؒ) سے، وہ محمد شاکرؒ سے، وہ علی (بن محمد سالم بن ولی الدین) ترکمانیؒ سے، وہ عبدالغنی نابلسیؒ سے، وہ اپنے والد سے، اور وہ حسن شرنبلالی سے روایت کرتے ہیں۔

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹیؒ متوفی 1067ھ (1656ء) تک اسانید

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں معمر محمد سعید لاہوریؒ سے، وہ محمد عارف لاہوریؒ سے، اور وہ (علامہ) عبدالحکیم سیالکوٹیؒ (22) سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں اپنے والد سے، وہ عبداللہ بن سعداللہ لاہوریؒ (23) سے، وہ عبداللہ لبیبؒ (24) سے، اور وہ اپنے والد (علامہ) عبدالحکیم سیالکوٹیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ متوفی 1052ھ (1642ء) تک اسانید

امام ولی اللہ دہلویؒ روایت کرتے ہیں اپنے والد شیخ عبدالرحیم دہلویؒ سے، وہ اپنے بھائی شیخ ابوالرضا محمد دہلویؒ سے، اور وہ شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ (25) سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں اپنے والد سے، وہ عبداللہ بن سعداللہ (لاہوریؒ) سے، وہ عبداللہ لبیب (سیالکوٹیؒ) سے، وہ اپنے والد (علامہ عبدالحکیم سیالکوٹیؒ) سے، اور وہ شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) حسن بن علی عجیمیؒ روایت کرتے ہیں محمد حسین بن محمد مؤمن خافیؒ سے، اور وہ شیخ عبدالحق دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ تاج الدین سنبلی مکیؒ متوفی 1040ھ (1630ء) تک اسانید

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں اپنے والد شیخ عبدالرحیم دہلویؒ سے، وہ اپنے بھائی شیخ ابوالرضا محمدؒ

www.rahimia.org

سے، وہ شیخ عبداللہ بن محمد باقی (باللہؒ) سے، وہ شیخ تاج الدین سنبلیؒ (26) سے روایت کرتے ہیں۔

امام مسند حسن بن علی عجیمیؒ روایت کرتے ہیں شیخ محمد حسین بن محمد مؤمن خافیؒ سے، اور وہ شیخ تاج الدین سنبلیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امامِ ربانی شیخ احمد سہرندیؒ متوفی 1037ھ (1628ء) تک اسانید

(نوٹ) امامِ ربانی تعلیمی اور عملی طور پر حنفی ہیں۔ حال و مقام کے اعتبار سے حنفی شافعی ہیں۔

امام ولی اللہ دہلویؒ روایت کرتے ہیں شیخ محمد افضل سیالکوٹیؒ سے، وہ شیخ عبدالاحد سہرندیؒ سے، وہ اپنے والد شیخ محمد سعید سہرندیؒ سے، اور وہ اپنے والد امامِ ربانی (شیخ احمد سہرندیؒ مجدد الف ثانی) (27) سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں اپنے والد شیخ عبدالرحیم (دہلویؒ) سے، وہ اپنے بھائی شیخ ابوالرضا محمدؒ سے، وہ شیخ عبداللہ بن محمد باقی دہلویؒ سے، اور وہ امامِ ربانی (شیخ احمد سہرندیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

علامہ (ملا) علی بن سلطان قاری ہروی مکیؒ متوفی 1014ھ (1605ء) تک اسانید

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں اسعد بن عبداللہ بن شمس الدین عتاقی مکیؒ سے، وہ اپنے والد (عبداللہؒ) سے، وہ اپنے دادا (شمس الدین عتاقیؒ) سے، اور وہ (ملا) علی قاریؒ (28) سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد سعید لاہوریؒ سے، وہ (شیخ) محمد عارف سے، وہ (علامہ) عبدالحکیم سیالکوٹیؒ سے، وہ شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ سے، وہ حسن بن علی عجیمیؒ سے، وہ محمد صادقؒ اور ابراہیم بیریؒ (29) سے، اور وہ دونوں حضرت عبدالرحمٰن مرشدیؒ (30) سے، وہ (ملا) علی قاریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

علامہ قطب الدین محمد بن احمد نہروالی مکیؒ متوفی 990ھ (1582ء) تک اسانید

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں اپنے والد شیخ عبدالرحیم دہلویؒ سے، وہ شیخ عبداللہ بن محمد باقی دہلویؒ سے، وہ (شیخ) امام (ربانی) احمد سہرندیؒ سے، اور وہ (شیخ) قطب (الدین) مکیؒ (31) سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں اپنے والد شیخ عبدالرحیم دہلویؒ سے، وہ میر زاہد ہروی اکبر آبادیؒ سے، وہ (شیخ) محمد فاضلؒ سے، وہ (شیخ محمد) صادق حلوائیؒ سے، اور وہ (شیخ) قطب مکیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں اپنے والد شیخ عبدالرحیم دہلویؒ سے، وہ میر زاہد (ہرویؒ) سے، وہ اپنے والد میر محمد اسلم کابلیؒ سے، وہ (شیخ) بہلول لاہوریؒ سے، اور وہ (شیخ) قطب مکیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں اپنے والد شیخ عبدالرحیم (دہلویؒ) سے، وہ عبداللہ بن سعد اللہ لاہوری مدنیؒ سے، وہ (شیخ) قطب مکیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام مسند حسن عجیمیؒ روایت کرتے ہیں محمد حسین خافیؒ سے، وہ شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ سے، وہ (شیخ ملا) علی

www.rahimia.org

قاریؒ سے، اور وہ (شیخ) قطب مکیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام مسند حسن عجیمیؒ روایت کرتے ہیں عبدالرحیم خافیؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) صدیق خافیؒ سے، اور وہ (شیخ) قطب مکیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام مسند حسن بن علی عجیمی مکیؒ روایت کرتے ہیں عبدالملک بن عبداللطیف بن عبدالملک عباسیؒ سے، اور وہ (شیخ) قطب مکیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ علی بن جاراللہ بن ظہیرہ مکیؒ متوفی 986ھ (1578ء) تک اسانید

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) معمر محمد سعید لاہوریؒ سے، وہ (شیخ) محمد عارف سے، وہ (علامہ) عبدالحکیم سیالکوٹیؒ سے، وہ شیخ عبدالحق (محدث دہلویؒ) سے، اور وہ (شیخ) علی بن جاراللہ (بن ظہیرہ) مکیؒ سے روایت کرتے ہیں۔ (32)

(شیخ) حسن بن علی عجیمیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد صادق اور (شیخ) ابراہیم بیریؒ سے، وہ دونوں (شیخ) عبدالرحمٰن مرشدیؒ سے، وہ (شیخ) علی بن جاراللہ بن ظہیرہ مکیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ احمد بن یونس بن شلبیؒ متوفی بعد 1020ھ (1611ء) تک اسانید

(شیخ حسن بن علی) عجیمیؒ روایت کرتے ہیں عبدالملک عباسیؒ سے، وہ قطب نہروالی مکیؒ سے وہ (شیخ احمد بن یونس) ابن شلبیؒ (33) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) عجیمیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) خیرالدین رملیؒ (34) سے، وہ محمد بن عمر حانوتیؒ (35) سے، اور وہ ابن شلبیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) عجیمیؒ روایت کرتے ہیں شہاب الدین خفاجیؒ (36) سے، وہ علی بن غانم مقدسیؒ سے، اور وہ ابن شلبیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) عجیمیؒ روایت کرتے ہیں احمد شوبریؒ سے، وہ عمر بن نجیمؒ اور ابن غانم مقدسیؒ سے، اور وہ دونوں ابن شلبیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) عجیمیؒ روایت کرتے ہیں حسن شرنبلالیؒ سے، وہ محمد محبیؒ اور محمد حمویؒ اور عبدالرحمٰن مسیریؒ سے، اور یہ تینوں حضرات ابن شلبیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام عبدالعزیز بن (حسن بن) طاہر دہلویؒ متوفی 975ھ (1567ء) تک اسانید

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں اپنے والد شیخ عبدالرحیم دہلویؒ سے، وہ اپنے نانا شیخ رفیع الدین دہلویؒ سے، وہ اپنے والد قطب العالم (دہلویؒ) سے، وہ اپنے والد امام عبدالعزیز (بن حسن بن طاہر) دہلویؒ (37)

www.rahimia.org

سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) اپنے والد شیخ عبدالرحیم دہلویؒ سے، وہ (شیخ) عظمت اللہ اکبر آبادیؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) عبداللطیفؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) بدرالدینؒ سے، وہ بحر مواج امام عبدالعزیز دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام (ربانی شیخ) احمد سرہندیؒ روایت کرتے ہیں شیخ محمد باقی (باللہ) دہلویؒ سے، وہ شیخ قطب العالم (قطب الدین بن عبدالعزیز) دہلویؒ سے، وہ اپنے والد (بحر مواج) امام عبدالعزیز دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

عارف مسند (شیخ) علی (بن حسام الدین) متقی ہندی مکیؒ متوفی 975ھ (1567ء) تک اسانید

(شیخ حسن بن علی) عُجیمیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) عبدالخالق ہندیؒ سے، وہ (شیخ) محمد عارف مکیؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) عبدالوہاب متقیؒ سے، وہ شیخ علی (بن حسام الدین) متقیؒ (38) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) عُجیمیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد صادق سے، وہ عبدالرحمٰن مرشدیؒ سے، وہ حمید الدین سندھیؒ سے، وہ رحمت اللہ سندھیؒ (39) سے، وہ شیخ علی متقیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ روایت کرتے ہیں شیخ عبدالوہاب متقیؒ سے، وہ شیخ علی متقیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

علامہ (شیخ ملا) علی بن سلطان قاریؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) عبداللہ بن سعد سندھیؒ (40) سے، وہ شیخ علی متقیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ زین الدین بن نجیم محققؒ متوفی 970ھ (1563ء) تک اسانید

(شیخ) خیر الدین رملیؒ روایت کرتے ہیں محمد بن عبداللہ تمرتاشیؒ اور محمد بن عمر حانوتیؒ سے، اور وہ دونوں (شیخ) (محقق) زین بن نجیم (مصریؒ) (41) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ حسن بن علی) عُجیمیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) عبداللہ نحریریؒ اور (شیخ) عمر بن نجیمؒ سے، اور وہ دونوں حضرات (شیخ) محقق زین بن نجیمؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ عبدالقادر (ثانی) اوچی ہندیؒ متوفی 940ھ (1534ء) تک اسانید

شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ روایت کرتے ہیں شیخ (ابوالحسن جمال الدین) موسیٰ (پاک شہید ملتانیؒ) بن (سید) حامد (گنج بخش) بن عبدالرزاق بن عبدالقادر (گیلانی اوچی) سے، وہ اپنے والد (سید حامد گنج بخش) سے، وہ اپنے والد (سید عبدالرزاق) سے، اور وہ اپنے والد امام عبدالقادر (اُچی) ثانیؒ (42) سے روایت کرتے ہیں۔

www.rahnima.org

(شیخ) برہان الدین ابراہیم کرکیؒ متوفی 923ھ (1517ء) تک اسانید

(شیخ حسن بن علی) عُجیمیؒ روایت کرتے ہیں عبداللہ بن محمد نحریریؒ سے، وہ اپنے والد سے، اور وہ (شیخ) ابراہیم کرکیؒ (43) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) خیرالدین رملیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد بن عمر حانوتیؒ سے، وہ اپنے والد سے، اور وہ (شیخ) ابراہیم کرکیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) قطب مکیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) احمد بن یونس بن شلبیؒ سے، وہ (شیخ ابراہیم) کرکیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) سری الدین عبدالبر بن شحنہؒ متوفی 921ھ (1515ء) تک اسانید

(شیخ) خیرالدین رملیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد بن عمر حانوتیؒ سے، اور وہ (شیخ) علی بن یاسین طرابلسیؒ سے، اور وہ (شیخ) ابن شحنہؒ (44) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) قطب مکیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ابن شلبیؒ سے، اور وہ (شیخ) ابن شحنہؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ محمد بن عبداللہ) تمرتاشیؒ اور (شیخ) زین بن نجیمؒ دونوں روایت کرتے ہیں (شیخ) امین الدین بن عبدالعالؒ سے، اور وہ (شیخ) ابن شحنہؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ علی قوام الدین جونپوری ہندیؒ متوفی 955ھ (1548ء) تک اسانید

امامِ ربانی شیخ احمد سہرندیؒ روایت کرتے ہیں شیخ عبدالاحد سہرندیؒ سے، اور وہ (شیخ) علی جونپوریؒ (45) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) تاج الدین سنبھلیؒ روایت کرتے ہیں شیخ اللہ بخش سنبھلیؒ سے، اور وہ (شیخ) علی جونپوریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ روایت کرتے ہیں اپنے والد (شیخ) سیف الدین دہلویؒ سے، وہ (شیخ) علی جونپوریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) نورالدین عبدالرحمٰن جامیؒ متوفی 898ھ (1492ء) تک اسانید

(شیخ حسن بن علی) عُجیمیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد صادقؒ اور (شیخ) ابراہیم بیریؒ سے، اور وہ دونوں (شیخ) عبدالرحمٰن مرشدیؒ سے، وہ (شیخ) غضنفرؒ سے، وہ (شیخ) محمد امینؒ سے، وہ اپنے ماموں (شیخ) عبدالرحمٰن جامیؒ (46) سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ روایت کرتے ہیں اپنے والد (شیخ) سیف الدینؒ سے، وہ (شیخ) امان اللہ پانی

www.rahimia.org

پیؒ سے، وہ (شیخ) مودود لاریؒ (47) سے، وہ (شیخ) عبدالغفور لاریؒ (48) سے، اور وہ (شیخ) عبدالرحمٰن جامیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ربانی شیخ احمد سرہندیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) یعقوب صیرفی کشمیریؒ سے، وہ (شیخ) محمد عیانیؒ سے، اور وہ (شیخ) نورالدین عبدالرحمٰن جامیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ زین الدین احمد بن محمد بن عبداللطیف شرجیؒ متوفی 893ھ (1488ء) تک اسانید

(شیخ حسن بن علی) عُجیمیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) عبدالفتاح خافیؒ سے، وہ اپنے بھائی (شیخ) محمد خافیؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) صدیق خافیؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) محمد خافی کبیرؒ سے، وہ (شیخ) قاسم بن عبدالعلیمؒ سے، اور وہ (شیخ) زین شرجیؒ (49) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) امین الدین بن ظہیرہ مکیؒ تک اسانید

(شیخ) علی بن جاراللہ مکیؒ روایت کرتے ہیں اپنے والد (شیخ) جاراللہ بن امین الدین مکیؒ سے، اور وہ اپنے والد (شیخ) امین الدین بن ظہیرہؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ محمد نجمی مکیؒ تک اسانید

(شیخ) علی بن جاراللہ مکیؒ روایت کرتے ہیں اپنے والد (شیخ) جاراللہ بن امین الدین مکیؒ سے، اور وہ شیخ محمد نجمی مکیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

محقق قاسم بن قطلو بغا حافظؒ متوفی 897ھ (1492ء) تک اسانید

(شیخ حسن بن علی) عُجیمیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد بن کمال الدین حسینیؒ سے، وہ (شیخ) محمد بن منصور بن محبؒ سے، وہ (شیخ) محمد بھنسیؒ سے، وہ (شیخ) قطب الدین محمد بن سلطانؒ سے، وہ (شیخ علامہ محقق) قاسم بن قطلو بغاؒ (50) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) ابن شلبیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) عبدالبر بن شحنہؒ اور (شیخ) ابراہیم کرکیؒ سے، اور وہ دونوں (شیخ) قاسم بن قطلو بغاؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) عبدالعزیز بن حسن دہلویؒ، علی متقیؒ اور عبدالقادر قادریؒ تینوں حضرات روایت کرتے ہیں (شیخ) عبدالبر بن شحنہؒ سے، اور وہ (شیخ) قاسم بن قطلو بغاؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) ابن طولونؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) لسان الدین محمودؒ سے، اور وہ (شیخ) قاسم بن قطلو بغاؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) زین بن نجیمؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) علامہ امین الدین بن عبدالعالؒ سے، اور وہ (شیخ) قاسم بن

www.rahimia.org

قطلو بغا حافظؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اپنے زمانے کے ائمہ عصر چار فقہا تک اسانید

(شیخ) ابن شلبیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ابراہیم کرکیؒ سے، اور وہ (شیخ) امین الدین یحییٰ بن محمد اقصرائیؒ متوفی 880ھ (1475ء) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) ابن شلبیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ابراہیم کرکیؒ سے، اور وہ (شیخ) محی الدین محمد بن سلیمان کافیجیؒ (51) متوفی 873ھ (1468ء) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) ابن شلبیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ابراہیم کرکیؒ سے، اور وہ (شیخ) تقی الدین احمد بن محمد شمنیؒ (52) متوفی 872ھ (1468ء) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) ابن شلبیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ابراہیم کرکیؒ سے، اور وہ (شیخ) سعد الدین سعد الدیریؒ (53) متوفی 868ھ (1464ء) سے روایت کرتے ہیں۔

مجتہدِ مطلق محقق کمال الدین بن ہمامؒ متوفی 861ھ (1457ء) تک اسانید

(شیخ) ابن شلبیؒ، (شیخ) عبدالعزیز بن حسن لاہوریؒ، (شیخ) علی متقیؒ، (شیخ) عبدالقادر قادریؒ چاروں حضرات روایت کرتے ہیں (شیخ) عبدالبر بن شحنہؒ سے، اور وہ (شیخ) کمال الدین بن ہمامؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ اور (شیخ) شہاب الدین خفاجیؒ دونوں حضرات روایت کرتے ہیں (شیخ) علی بن جاراللہؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) جاراللہ بن ظہیرہؒ سے، اور وہ (شیخ) ابن ہمامؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) زین بن نجیم محقق روایت کرتے ہیں (شیخ) علامہ امین الدین بن عبدالعالؒ سے، وہ (شیخ) محقق قاسم بن قطلو بغا حافظؒ سے، اور وہ (شیخ) کمال الدین ابن ہمامؒ سے روایت کرتے ہیں۔

محقق ابن ہمامؒ تک فقہائے شافعیہ کی اسانید

(شیخ) ابن شلبیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) یوسف بن زکریا شافعیؒ سے، وہ اپنے والد شیخ الاسلام زکریا انصاریؒ سے، اور وہ (شیخ) ابن ہمامؒ (54) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) قطب الدین نہروالی مکیؒ روایت کرتے ہیں شیخ الاسلام زکریا انصاریؒ سے، اور وہ (شیخ) ابن ہمامؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فقہائے حنفیہ کی حافظ ابن حجرؒ تک اسانید

(شیخ) امین الدین بن عبدالعالؒ، (شیخ) عبدالبر بن شحنہؒ، (شیخ) قاسم بن قطلو بغاؒ اور (شیخ) محقق ابن ہمامؒ چاروں حضرات نے اپنے زمانے کے حدیث کے امام (شیخ) ابوالفضل (حافظ) بن حجر شافعیؒ متوفی 852ھ

www.rahimia.org

(1449ء) سے اخذِ علم کیا ہے۔

فائدۂ جلیلہ

سلطان محمد خان فاتح کے ہاتھ پر 857ھ (مئی 1453ء) میں قسطنطنیہ فتح ہوا تھا۔ یہ اسلام کے مراکز میں خالص عجمی دور کی ابتدا ہے۔ اور اسی طرح اس سن سے یورپ کے ارتقائی دور کی بھی ابتدا ہوتی ہے۔

فصل (3) چھٹے دور (790ھ تا 855ھ/ 1388ء تا 1451ء)

کے علما و مشائخ تک سلسلۂ اسانید

یہ فصل بدرالدین محمود عینیؒ، ابن الفراتؒ، فناریؒ، مرشدیؒ، شہاب ہندیؒ، قاریٔ ہدایہ جلال الدین کرلانیؒ، خواجہ پارسا حافظیؒ، علامہ شریف جرجانیؒ، ابوالولید بن شحنہؒ، احمد بن ضیاء مکیؒ، علامہ تفتازانیؒ، بابرتیؒ، قرشیؒ، سراج ہندیؒ، مغلطائیؒ، نصیرالدین دہلویؒ، ابن ترکمانیؒ اور صدر الشریعہ عبیداللہ بن مسعود بخاریؒ کی اسانید کے بیان میں ہے۔

اپنے زمانے کے سات ائمہ فقہا تک کی اسانید

[1] (شیخ احمد بن یونس) ابن شلبیؒ، عبدالعزیز دہلویؒ، علی متقیؒ اور عبدالقادر قادریؒ چاروں روایت کرتے ہیں ابن شحنہؒ سے، وہ قاسم (بن قطلو بغاؒ) اور (محقق) ابن ہمامؒ سے، اور وہ دونوں (بدرالدین محمود) عینیؒ متوفی 855ھ (1451ء) سے روایت کرتے ہیں۔

[2] (شیخ احمد بن یونس) ابن شلبیؒ روایت کرتے ہیں ابراہیم کرکیؒ سے، اور وہ عزالدین عبدالرحیم بن فراتؒ متوفی 851ھ (1448ء) سے روایت کرتے ہیں۔

[3] (شیخ احمد بن یونس) ابن شلبیؒ روایت کرتے ہیں ابراہیم کرکیؒ سے، وہ محی الدین کافیجیؒ سے، وہ شمس الدین محمد بن حمزہ فناریؒ متوفی 834ھ (1431ء) سے روایت کرتے ہیں۔

[4] (شیخ احمد بن یونس) ابن شلبیؒ روایت کرتے ہیں ابن شحنہؒ سے، وہ قاسم بن قطلو بغاؒ سے، وہ جمال الدین محمد بن ابراہیم مرشدیؒ متوفی 833ھ (1430ء) سے روایت کرتے ہیں۔

[5] علی قوام الدین جونپوریؒ روایت کرتے ہیں بہاؤالدین جونپوریؒ سے، وہ عیسیٰ جونپوریؒ سے، وہ ملک العلما شہاب الدین ہندی متوفی 848ھ (1444ء) سے روایت کرتے ہیں۔

[6] (شیخ احمد بن یونس) ابن شلبیؒ روایت کرتے ہیں ابن شحنہؒ سے، وہ قاسم (بن قطلو بغا) اور ابن ہمامؒ سے، وہ دونوں سراج الدین عمر بن علیؒ قاری ہدایہ متوفی 827ھ (1424ء) سے روایت کرتے ہیں۔

[7] (شیخ احمد بن یونس) ابن شلبیؒ، عبدالعزیز دہلویؒ، علی متقیؒ اور عبدالقادر قادریؒ چاروں روایت کرتے ہیں

www.rahmia.org

(عبدالبر بن) شحنہؒ سے، وہ اپنے والد (شحنہؒ) اور ابن ہمامؒ سے، وہ دونوں ابوالولید بن شحنہؒ متوفی 815ھ (1412ء) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) جلال الدین کرلانیؒ تک اسانید

(شیخ محی الدین محمد بن سلیمان) کافیجیؒ روایت کرتے ہیں محمد بن شہاب خافیؒ سے، وہ ابوالوقت عبدالاوّل بن علی مرغینانیؒ سے، وہ (شیخ) جلال الدین کرلانیؒ (55) سے روایت کرتے ہیں۔

شمنیؒ، اقصرائیؒ، عینیؒ اور قاریٔ ہدایہؒ چاروں روایت کرتے ہیں علاؤالدین سیرامیؒ سے، وہ (شیخ) جلال الدین کرلانیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

سعدالدین دیریؒ روایت کرتے ہیں حافظ الدین بزازیؒ (56) سے، وہ اپنے والد محمد بن شہاب کردریؒ (57) سے، اور (شیخ) وہ جلال الدین کرلانیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

خواجہ محمد (بن محمد بن محمود) پارسا حافظیؒ (بخاری) متوفی 822ھ (1419ء) تک اسانید

(شیخ ابرہیم) کرکیؒ روایت کرتے ہیں یحیٰ بن محمد اقصرائیؒ سے، اور وہ محمد بن محمد حافظیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) عبدالرحمٰن جامیؒ روایت کرتے ہیں (خواجہ) عبیداللہ احرارؒ سے، وہ (خواجہ) علاؤالدین غجدوانیؒ سے، وہ (شیخ خواجہ) محمد (بن محمد بن محمود پارسا) حافظیؒ (بخاری) (58) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) عبدالرحمٰن جامیؒ روایت کرتے ہیں ابوالنصر بن خواجہ پارساؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) محمد بن محمد حافظیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

علامہ (سید) شریف علی (بن محمد بن علی) جرجانیؒ متوفی 816ھ (1413ء) تک اسانید

(شیخ محی الدین محمد بن سلیمان) کافیجیؒ روایت کرتے ہیں محمد بن شہاب خافیؒ سے، اور وہ علامہ (سید شریف) علی (بن محمد بن علی) جرجانیؒ (59) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) عبدالرحمٰن جامیؒ روایت کرتے ہیں علی سمرقندیؒ (60) سے، اور وہ علامہ شریف علی جرجانیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) قطب مکیؒ روایت کرتے ہیں اپنے والد علاؤالدین نہروالیؒ سے، وہ (شیخ) نورالدین ابوالفتوح سمرقندیؒ سے، اور وہ علامہ (شریف علی) جرجانیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) احمد (بن محمد بن محمد) ابن ضیاء مکیؒ تک اسانید

(شیخ) زین الدین (احمد بن محمد بن عبداللطیف) شرجیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ابوالبقاء محمد بن احمدؒ سے، اور وہ اپنے والد (شیخ) احمد (بن محمد بن محمد) ابن ضیاء مکیؒ (61) سے روایت کرتے ہیں۔

www.rahimia.org

(شیخ) محمد نجمیؒ روایت کرتے ہیں ابوحامد محمد بن احمد سے، وہ اپنے والد احمد بن ضیاء مکیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانیؒ حنفی عملاً، حنفی وشافعی تدریساً متوفی 791ھ (1389ء) تک اسانید

(شیخ تقی الدین احمد بن محمد) شمنیؒ، (شیخ امین الدین یحییٰ بن محمد) اقصرائیؒ اور (شیخ بدر الدین محمود) عینیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) یحییٰ سیرامیؒ (62) سے، اور وہ علامہ (سعد الدین) تفتازانیؒ (63) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ تقی الدین احمد بن محمد) شمنیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) علاء بخاریؒ سے، اور وہ (علامہ) تفتازانیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ محی الدین محمد بن سلیمان) کافیجیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) حیدرہ بن احمدؒ (64) سے، اور وہ علامہ تفتازانیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

عارف (عبدالرحمٰن) جامیؒ روایت کرتے ہیں شمس الدین جاجرمیؒ سے، وہ علامہ تفتازانیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

علامہ اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود بابرتیؒ متوفی 786ھ (1384ء) تک اسانید

(شیخ ابراہیم) کرکیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ابن فراتؒ سے، اور وہ (علامہ اکمل الدین محمد) بابرتیؒ (65) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) کافیجیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) شمس فناریؒ سے، اور وہ بابرتیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ عبدالبر) ابن شحنہؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) قاسم (بن قطلو بغاؒ) سے، وہ (شیخ عبدالرحمٰن) مرشدیؒ سے، وہ (علامہ) بابرتیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) کافیجیؒ روایت کرتے ہیں محمد بن شہاب خافیؒ سے، وہ (علامہ شریف) علی جرجانیؒ سے، وہ (علامہ) بابرتیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ عبدالبر) ابن شحنہؒ روایت کرتے ہیں علامہ ابن ہمامؒ سے، وہ ابوالولید بن شحنہؒ سے، وہ (علامہ بابرتیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(علامہ) محی الدین عبدالقادر قرشی حافظؒ متوفی 775ھ (1373ء) تک کی اسانید

(شیخ) زین الدین شرجیؒ روایت کرتے ہیں ابوالبقاء محمد بن احمدؒ سے، وہ اپنے والد احمد بن ضیاء (مکیؒ) سے، اور وہ (علامہ) عبدالقادر قرشیؒ (66) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) محمد نجمیؒ روایت کرتے ہیں ابوحامد محمد بن احمدؒ سے، وہ اپنے والد (احمد بن ضیاء مکیؒ) سے، اور وہ محی الدین

www.rahmia.org

عبدالقادر قرشیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) قاسم بن قطلو بغاؒ روایت کرتے ہیں احمد بن عثمانی کلوتانیؒ (67) سے، وہ محمد بن علی قرشی مکی حافظؒ سے، اور وہ محی الدین عبدالقادر قرشیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) سراج الدین عمر ہندیؒ متوفی 772ھ (1370ء) تک اسانید

(شیخ ابراہیم) کرکیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ابن الفراتؒ سے، وہ علامہ سراج (الدین عمر) ہندیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ عبدالبر) ابن شحنہؒ روایت کرتے ہیں قاسم (بن قطلو بغاؒ) سے، وہ (شیخ) جمال الدین مرشدیؒ سے، وہ علامہ سراج الدین (عمر) ہندیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) علاؤ الدین مغلطائی حافظؒ متوفی 766ھ (1365)

اور عبداللہ بن یوسف زیلعی حافظؒ متوفی 762ھ (1361ء) تک کی اسانید

(شیخ جمال الدین) مرشدیؒ روایت کرتے ہیں اسماعیل بن ابراہیم کنانیؒ سے، اور وہ (علاؤالدین) مغلطائی حافظؒ اور (عبداللہ ابن یوسف) زیلعی حافظؒ دونوں سے روایت کرتے ہیں۔

عارف، فقیہ، شیخ نصیرالدین دہلویؒ متوفی 752ھ (1351ء) تک اسانید

ملک العلما شہاب الدین ہندیؒ روایت کرتے ہیں قاضی عبدالمقتدر دہلویؒ سے، وہ عارف امام نصیرالدین دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) علی بن عثمان (بن ابراہیم ابن) ترکمانی حافظؒ متوفی 750ھ (1349ء) تک اسانید

(شیخ) زین الدین شرجیؒ روایت کرتے ہیں محمد بن محمد جزریؒ سے، وہ عبداللہ بن یوسف زیلعی حافظ سے، وہ (شیخ علی بن عثمان بن ابراہیم) ابن ترکمانی حافظؒ (68) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) احمد بن ضیاء مکیؒ روایت کرتے ہیں محی الدین عبدالقادر قرشی حافظؒ سے، وہ (شیخ علی بن عثمان بن ابراہیم) ابن ترکمانی حافظؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام محقق صدرالشریعہ عبیداللہ بن مسعود بخاریؒ متوفی 747ھ (1346ء) تک اسانید

(شیخ) امین اقصرائیؒ روایت کرتے ہیں خواجہ پارسا حافظیؒ سے، وہ محمد طاہریؒ سے، وہ صدرالشریعہ (الاصغر عبیداللہ بن مسعود بخاریؒ) (69) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ بدرالدین محمود) عینیؒ روایت کرتے ہیں جبرائیل بغدادیؒ سے، وہ محمد بن عمر اَرزنجانیؒ سے، وہ اپنے والد

www.rahnuma.org

(عمر ارزنجانیؒ) سے، اور وہ صدرالشریعہ (عبیداللہ بن مسعود بخاریؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

علامہ تفتازانیؒ روایت کرتے ہیں اپنے بعض مشائخ سے، اور وہ صدرالشریعہ (عبیداللہ بن مسعود بخاریؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (4) پانچویں دور (547ھ تا 790ھ/ 1152ء تا 1388ء) کے علما و مشائخ تک سلسلۂ اسانید

یہ فصل سلطان المشائخ نظام الدین دہلویؒ، عبدالعزیز بخاریؒ، حسین سغناقیؒ، ابوالعباس سروجیؒ، ابوالبرکات نسفیؒ، ابوالعلاء کلاباذیؒ، حافظ الدین کبیر بخاریؒ، شیخ الاسلام (بابا) فریدالدین (مسعود گنج شکر) اجودھنی ہندیؒ، جمال الدین محمد بن اسعد بخاریؒ، (شیخ) حسن صغانی لاہوریؒ، شمس الائمہ کردریؒ، شیخ الاسلام (خواجہ) قطب الدین (بختیار کاکی) دہلویؒ، شیخ الاسلام معین الدین (چشتی) اجمیریؒ، شمس الائمہ محبوبیؒ، (ابویعقوب سراج الدین یوسف) سکاکیؒ، (علامہ) ابوبکر کاسانیؒ، فخر الدین قاضی خانؒ اور شیخ الاسلام برہان الدین علی مرغینانیؒ (صاحبِ ہدایہ) کی اسانید کے بیان میں ہے۔

عارف، فقیہ، سلطان المشائخ (خواجہ) نظام الدین دہلویؒ متوفی 735ھ (1334ء) تک اسانید

ملک العلما شہاب الدین ہندیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) عبدالمقتدر دہلویؒ سے، وہ (شیخ) نصیرالدین (چراغ) دہلویؒ سے، اور وہ سلطان المشائخ (خواجہ نظام الدین اولیاء دہلویؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

محقق عبدالعزیز (بن احمد بن محمد) بخاری اصولی متوفی 730ھ (1330ء) تک کی اسانید

(شیخ) اکمل بابرتیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد بن محمد کاکیؒ سے، اور وہ محقق عبدالعزیز (بن احمد بن محمد) بخاریؒ (70) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ بدرالدین محمود) عینیؒ وغیرہ روایت کرتے ہیں (شیخ) علاؤالدین سیرامیؒ سے، وہ (شیخ) جلال الدین کرلانیؒ سے، اور وہ محقق عبدالعزیز بخاریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام محقق حسین (بن علی بن حجاج) سغناقی متوفی 714ھ (1314ء) تک اسانید

(شیخ) اکمل الدین بابرتیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد بن محمد بخاری کاکیؒ سے، اور وہ محقق (علامہ) حسین (بن علی بن حجاج) سغناقیؒ (71) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) احمد بن ضیاء مکیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد بن علی قرشیؒ سے، وہ (شیخ) عبداللہ بن حجاج کاشغریؒ سے، اور وہ (شیخ) امام حسین سغناقیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

www.rahimia.org

(شیخ) ابوالولید بن شحنہؒ روایت کرتے ہیں محقق امیر کاتب اتقانیؒ سے، اور وہ محقق (شیخ) حسین سغناقیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

محقق ابوالعباس احمد (بن ابراہیم) سروجیؒ متوفی 716ھ (1316ء) تک اسانید

(شیخ) محی الدین (عبدالقادر) قرشی حافظؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) قطب الدین عبدالکریم حلبی حافظؒ سے، اور وہ (شیخ) ابوالعباس (احمد بن ابراہیم) سروجیؒ (72) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) محی الدین (عبدالقادر) قرشی حافظؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) علی بن عثمان ترکمانی حافظؒ سے، اور وہ (شیخ) ابوالعباس سروجیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

علامہ (سعدالدین) تفتازانیؒ روایت کرتے ہیں اپنے بعض حنفی مشائخ سے، اور وہ (شیخ) ابوالعباس سروجیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

محقق ابوالبرکات عبداللہ نسفیؒ متوفی 710ھ (1310ء) تک اسانید

(شیخ اکمل الدین) بابرتیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ محمد بن محمد) کاکیؒ سے، وہ (شیخ محقق حسین) سغناقیؒ سے، وہ (شیخ) ابوالبرکات عبداللہ نسفیؒ (73) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) احمد بن ضیاء مکیؒ روایت کرتے ہیں اپنے والد محمد بن محمد بن سعید عمریؒ سے، اور وہ (شیخ) مسعود بن عمر کرمانیؒ سے، وہ (شیخ) ابوالبرکات نسفیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

محقق ابوالعلاء محمود (بن ابوبکر) کلاباذی حافظؒ متوفی 700ھ (1300ء) تک اسانید

(شیخ) محی الدین عبدالقادر قرشی حافظؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) قطب الدین حلبی حافظؒ سے، اور وہ (شیخ محقق محمود ابوبکر) ابوالعلاء کلاباذی حافظؒ (74) سے روایت کرتے ہیں۔

محقق سراج الدین ہندیؒ روایت کرتے ہیں قطب الدین حلبی حافظؒ سے، اور وہ (شیخ) ابوالعلاء کلاباذی حافظؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) حافظ الدین (محمد بن محمد نصر) کبیر (بخاریؒ) متوفی 693ھ (1294ء) تک اسانید

(شیخ) عبدالعزیز بخاریؒ، (شیخ محقق) حسین سغناقیؒ اور (شیخ) محمود کلاباذیؒ تینوں حافظ الدین (محمد بن محمد نصر) کبیر (بخاریؒ) (75) سے روایت کرتے ہیں۔

www.rahimia.org

عارف، فقیہ، شیخ الاسلام، شیخ فریدالدین (گنج شکر) اجودھنیؒ متوفی 664ھ (1265ء) تک اسانید

ملک العلما (شیخ) شہاب ہندیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) عبدالمقتدر سے، وہ (شیخ خواجہ) نصیر الدین (چراغ) دہلویؒ سے، وہ سلطان المشائخ نظام الدین دہلویؒ سے، وہ شیخ الاسلام (بابا فریدالدین مسعود گنج شکر) اجودھنیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام (ربانی شیخ) احمد سہرندیؒ روایت کرتے ہیں اپنے والد (شیخ) عبدالاحد بن زین العابدین سہرندیؒ سے، وہ (شیخ) رُکن الدین گنگوہیؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) عبدالقدوس گنگوہیؒ سے، وہ (شیخ) محمد بن عارف بن احمد (ردولویؒ) سے، وہ اپنے والد (شیخ عارف ردولویؒ) سے، وہ اپنے والد (شیخ) احمد عبدالحقؒ سے، وہ (شیخ) جلال الدین (محمد بن محمود عثمانی) پانی پتیؒ (76) سے، وہ (شیخ) شمس الدین پانی پتیؒ سے، وہ شیخ عارف علاؤالدین علی احمد صابر قادریؒ سے، اور وہ اپنے ماموں شیخ الاسلام فریدالدین (مسعود گنج شکر) اجودھنیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) جمال الدین محمد اسد بخاریؒ متوفی 652ھ (1254ء) تک اسانید

(شیخ) عز بن فراتؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ابو ہریرہ شافعیؒ سے، وہ (شیخ) ابراہیم بن محمد جوینیؒ سے، وہ (شیخ) ابراہیم محمد بخاریؒ سے، اور وہ امام جمال الدین بخاریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

حدیث میں ہندوستان کے امام، فقیہ، محدث حسن صغانی لاہوریؒ متوفی 650ھ (1252ء) تک اسانید

(شیخ خواجہ) نصیرالدین (چراغ) دہلویؒ روایت کرتے ہیں سلطان المشائخ (خواجہ) نظام الدین (اولیاؒ) سے، وہ (شیخ) کمال الدین زاہد ہندیؒ سے، وہ (شیخ) محمود بن اسد بلخی دہلویؒ سے، اور وہ (شیخ علامہ محدث) حسن صغانی لاہوریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) عزالدین بن فراتؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ابوشناء محمود منجیؒ سے، وہ (شیخ) عبدالمؤمن شافعی دمیاطی حافظؒ (77) سے، وہ ہندوستانی محدثین کے سب سے پہلے امام حسن صغانیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) قاسم بن قطلو بغاؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) تاج الدین فرغانیؒ سے، وہ اپنے چچا (شیخ) حسام الدینؒ سے، وہ (شیخ) صالح بن عبداللہ بن صباغ سے، وہ (شیخ) حسن صغانیؒ سے روایت کرتے ہیں۔ یہ سند حنفی مشائخ کے تسلسل کے ساتھ مروی ہے۔

www.rahnima.org

شمس الائمہ محمد بن عبدالستار کردریؒ متوفی 642ھ (1244ء) تک اسانید

(شیخ) ابوالبرکات عبداللہ نسفیؒ اور (شیخ) حافظ الدین کبیر محمد بن محمد بخاریؒ دونوں شمس الائمہ کردریؒ (78) سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام فریدالدین (مسعود گنج شکر) اجودھنی ہندیؒ روایت کرتے ہیں سیف الدین باخرزیؒ سے، وہ شمس الائمہ کردریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام قطب الدین (بختیار) کاکی دہلویؒ متوفی 634ھ (1237ء) تک اسانید

امام نصیرالدین دہلویؒ روایت کرتے ہیں سلطان المشائخ نظام الدین (اولیاء) دہلویؒ سے، وہ شیخ الاسلام فریدالدین اجودھنیؒ سے، وہ شیخ الاسلام قطب الدین (بختیار کاکی) دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

ہندوستان میں دعوتِ اسلامیہ کے طریقے کے بانی

شیخ الاسلام (خواجہ) معین الدین اجمیریؒ متوفی 633ھ (1236ء) تک سلسلۃ الذہب

امام نصیرالدین دہلویؒ روایت کرتے ہیں سلطان المشائخ نظام الدین (اولیاء) دہلویؒ سے، وہ شیخ الاسلام فریدالدین (مسعود گنج شکر) اجودھنیؒ سے، وہ شیخ الاسلام قطب الدین (بختیار) دہلویؒ سے، وہ شیخ الاسلام معین الدین اجمیریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شمس الائمہ، صدرالشریعہ کبیر عبیداللہ بن ابراہیم محبوبیؒ متوفی 630ھ (1233ء) تک اسانید

صدرالشریعہ عبیداللہؒ روایت کرتے ہیں اپنے دادا تاج الشریعہ محمودؒ سے، وہ اپنے والد صدرالشریعہ اوسط احمد بن عبیداللہؒ سے، وہ اپنے والد صدرالشریعہ کبیر عبیداللہ محبوبیؒ (79) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) ابویعقوب یوسف (بن ابوبکر) سکاکیؒ متوفی 626ھ (1229ء) تک اسانید

(شیخ بدرالدین) عینیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) عیسٰی بن خاص سرماریؒ سے، وہ (شیخ) ابوالحسن اردبیلیؒ سے، وہ (شیخ) حسین بن محمد طوسیؒ سے، وہ (شیخ) شہاب خوارخؒ سے، وہ (شیخ) سراج الدین یوسف (بن ابوبکر) سکاکیؒ (80) سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابوبکر (بن مسعود بن احمد) کاسانیؒ متوفی 587ھ (1191ء) تک اسانید

(شیخ محی الدین عبدالقادر) قرشیؒ اور (علامہ علاؤالدین) مغلطائیؒ دونوں روایت کرتے ہیں (شیخ) یوسف ختنیؒ سے، وہ (شیخ) عمر بن احمد بن عدیمؒ سے، وہ (شیخ) محمد بن بدر ابیضؒ سے، وہ امام ابوبکر (بن مسعود بن احمد) کاسانیؒ (ملک العلما) (81) سے روایت کرتے ہیں۔

www.rahimia.org

فقیہ، محقق فخر الدین حسن بن منصور ''قاضی خانؒ'' متوفی 592ھ (1196ء) تک اسانید

صدر الشریعہ عبیداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں اپنے دادا تاج الشریعہ محمودؒ سے، وہ اپنے والد احمد بن عبیداللہؒ سے، وہ شمس الائمہ عبیداللہ محبوبیؒ سے، وہ (محقق) قاضی خانؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(محقق ابوالعباس احمد) سروجیؒ اور (محقق ابوالعلا محمود) کلاباذیؒ دونوں روایت کرتے ہیں (شیخ) سلیمان بن وہب اور (شیخ) محمد بن عبادؒ سے، وہ دونوں (شیخ) جمال الدین محمود حصیریؒ سے، وہ (محقق) قاضی خانؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام جمال الدین بخاریؒ روایت کرتے ہیں صدر الاسلام طاہر بن محمود بن احمد بخاریؒ سے، وہ فخر الدین قاضی خانؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام برہان الدین علی بن ابوبکر مرغینانیؒ متوفی 593ھ (1197ء) تک اسانید

حافظ الدین کبیر اور ابوالبرکات نسفیؒ دونوں روایت کرتے ہیں شمس الائمہ کردریؒ سے، وہ شیخ الاسلام برہان الدین (مرغینانیؒ صاحبِ ہدایہ) (82) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) حسن صغانی ہندی حافظؒ روایت کرتے ہیں ابوحفص عمر مرغینانیؒ سے، وہ اپنے والد شیخ الاسلام علی بن ابوبکر مرغینانیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام فریدالدین اجودھنیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) سیف الدین باخرزی سے، وہ شمس الائمہ کردریؒ سے، وہ شیخ الاسلام علی مرغینانیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (5) چوتھے دور (412ھ تا 547ھ/ 1021ء تا 1152ء)

کے علما و مشائخ تک سلسلۂ اسانید

یہ فصل (قوام الدین) حماد الصفارؒ، عمر نسفیؒ، محمود زمخشریؒ، بکر زرنجریؒ، فخر الاسلام بزدویؒ، شمس الائمہ حلوائیؒ، ابوزید دبوسی، جعفر مستغفریؒ اور ابوالحسین احمد قدوریؒ کے سلسلۂ اسناد میں ہے۔

قوام الدین حماد بن ابراہیم الصفارؒ متوفی 576ھ (1180ء) تک اسانید

امام نصیرالدین دہلویؒ روایت کرتے ہیں سلطان المشائخ نظام الدین (اولیاؒ) سے، وہ شیخ الاسلام فریدالدین (اجودھنیؒ) سے، وہ شیخ الاسلام قطب الدین (بختیار کاکی) دہلویؒ سے، اور وہ (شیخ قوام الدین) حماد (بن ابراہیم الصفارؒ (83) سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام فریدالدین اجودھنیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) سیف الدین باخرزیؒ سے، وہ شمس الائمہ کردریؒ سے،

www.rahimia.org

اور وہ (شیخ) حماد الصفارؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام عبدالعزیز دہلویؒ روایت کرتے ہیں (شیخ عبد) الوہاب دہلویؒ سے، وہ (شیخ) صدرالدین اُچیؒ سے، وہ (شیخ) جلال الدین اُچی بخاریؒ سے، وہ (شیخ) رُکن الدین (سہروردی) ملتانیؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) صدرالدین (سہروردی) ملتانیؒ سے، وہ اپنے والد شیخ الاسلام (بہاؤالدین) زکریا (ملتانیؒ) سے، وہ (شیخ) کمال الدین یمنیؒ سے، اور وہ (شیخ) حماد الصفارؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ابوحفص عمر (بن محمد بن احمد) نسفیؒ متوفی 537ھ (1142ء) تک اسانید

حافظ الدین کبیرؒ وغیرہ روایت کرتے ہیں شمس الائمہ کردریؒ سے، وہ شیخ الاسلام مرغینانیؒ سے، اور وہ ابوحفص عمر (بن محمد بن احمد) نسفیؒ (84) سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام فریدالدین (مسعود گنج شکر) ہندیؒ روایت کرتے ہیں شیخ الاسلام قطب الدین (بختیار کاکیؒ) سے، وہ شیخ الاسلام معین الدین (اجمیریؒ) سے، وہ (خواجہ) عثمان ہارونیؒ سے، اور وہ (شیخ امام) ابوحفص نسفیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

ابوالقاسم (جاراللہ) محمود زمخشریؒ متوفی 538ھ (1144ء) تک اسانید

(شیخ) ابویعقوب (یوسف بن ابوبکر) سکاکیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) سدید حناطیؒ سے، وہ (شیخ) علی بن محمد عمرانیؒ (85) سے، اور وہ جاراللہ (محمود) زمخشریؒ (86) سے روایت کرتے ہیں۔

شمس الائمہ کردریؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ناصر بن عبدالسید مطرزیؒ (87) سے، وہ (شیخ) موفق احمد بن محمد مکیؒ سے، اور وہ (شیخ) جاراللہ (محمود) زمخشریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شمس الائمہ بکر زرنجریؒ متوفی 512ھ (1158ء) تک اسانید

شمس الائمہ کردریؒ روایت کرتے ہیں شیخ الاسلام مرغینانیؒ سے، وہ (شیخ) سعید بن یوسفؒ سے، اور وہ شمس الائمہ بکر زرنجریؒ (88) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) شمس الائمہ محبوبیؒ روایت کرتے ہیں شمس الائمہ عمر زرنجریؒ سے اور وہ اپنے والد شمس الائمہ بکر بن محمد زرنجریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام فریدالدین (مسعود گنج شکر) روایت کرتے ہیں شیخ الاسلام معین الدین اجمیریؒ سے، وہ محمد بن ابوبکر بخاریؒ سے، اور وہ شمس الائمہ بکر زرنجریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام فخر الاسلام علی بن محمد بزدویؒ متوفی 472ھ (1079ء) تک اسانید

شیخ الاسلام مرغینانیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ابوحفص نسفیؒ سے، وہ صدرالاسلام (محمد بن محمد بن حسین) بزدویؒ

www.rahimia.org

(89) سے، اور وہ اپنے بھائی فخر الاسلام (علی بن محمد بن حسین) بزدویؒ (90) سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام مرغینانیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) زیاد بن الیاس فرغانیؒ سے، اور وہ فخر الاسلام علی بن محمد بزدویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شمس الائمہ عبدالعزیز بن احمد حلوانیؒ متوفی 456ھ (1064ء) تک اسانید

شیخ الاسلام مرغینانیؒ روایت کرتے ہیں صدر السعید احمد سے، وہ اپنے والد برہان کبیر عبدالعزیز بن عمر بن مازہ بخاریؒ (91) سے، وہ شمس الائمہ سرخسیؒ سے، اور وہ شمس الائمہ حلوانیؒ (92) سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام مرغینانیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ابو حفص نسفیؒ سے، وہ فخر الاسلام علی بن محمد بزدویؒ سے، اور وہ شمس الائمہ حلوانیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ جار اللہ محمود) زمخشریؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) حسین بن محمد خسرو بلخیؒ (93) سے، وہ (شیخ) عبیداللہ بن علی خطیبیؒ سے، اور وہ اپنے والد شمس الائمہ حلوانیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(علامہ) ابوبکر کاسانیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) علاء سمرقندیؒ سے، وہ صدر الاسلام بزدویؒ سے، اور وہ شمس الائمہ حلوانیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ علامہ) قاضی خانؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ظہیر کبیر حسن بن علی سے، وہ (شیخ) برہان کبیرؒ سے، وہ شمس الائمہ سرخسیؒ سے، اور وہ شمس الائمہ حلوانیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) جمال الدین بخاریؒ روایت کرتے ہیں صدر الاسلام طاہر بن محمود بن احمد بن عبدالعزیز بن عمرؒ سے، وہ اپنے والد سے، وہ ان کے دادا سے، وہ اپنے والد سے، وہ (شمس الائمہ) سرخسیؒ سے، اور وہ (شمس الائمہ) حلوانیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شمس الائمہ محبوبیؒ روایت کرتے ہیں شمس الائمہ عمر زرنجریؒ سے، وہ اپنے والد شمس الائمہ بکر زرنجریؒ سے، اور وہ شمس الائمہ حلوانیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ابو زید عبیداللہ دبوسیؒ متوفی 430ھ (1039ء) تک اسانید

شیخ الاسلام علی مرغینانیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) علاء زاہد بخاریؒ سے، وہ (شیخ) احمد بن عبدالرحمٰن ریغدمونیؒ سے، اور وہ (شیخ) ابو زید دبوسیؒ (94) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) کردریؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) عمر ورسکیؒ (95) سے، وہ (شیخ) عبدالرحمٰن کرمانیؒ سے، وہ (شیخ) محمد بن حسین ارسابندیؒ (96) سے، وہ (شیخ) محمد بن محمود زوزنیؒ (97) سے، اور وہ ابو زید دبوسیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) ابوالعباس جعفر مستغفریؒ متوفی 432ھ (1040ء) تک اسانید

شیخ الاسلام مرغینانیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) عثمان بیکندیؒ (98) سے، وہ (شیخ) حسن بن عبدالملک نسفیؒ، اور وہ (شیخ ابوالعباس جعفر) مستغفریؒ (99) سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام مرغینانیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ابوحفص نسفیؒ سے، وہ (شیخ) اسماعیل بن ابراہیم نوحیؒ اور (شیخ) حسن بن محمد سمرقندیؒ سے، اور وہ دونوں (شیخ ابوالعباس جعفر) مستغفریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ابوالحسین احمد بن محمد قدوریؒ متوفی 428ھ (1037ء) تک اسانید

شیخ الاسلام مرغینانیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ابوحفص نسفیؒ سے، وہ (شیخ) خلف بن محمد شلحیؒ سے، وہ امام محمد بن علی دامغانیؒ سے، اور وہ (امام) ابوالحسین قدوریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (6) تیسرے دور (193ھ تا 412ھ / 809ء تا 1021ء)

کے آخری حصے کے مشائخ تک سلسلۂ اسانید

یہ فصل (شیخ) عارف (محمد بن اسحاق) کلاباذیؒ، (محمد بن فضل) کماریؒ، (ابوبکر احمد ابن محمد) جصاصؒ، (امام ابوالحسن عبیداللہ بن حسین) کرخیؒ، استاذ (امام عبداللہ بن محمد) حارثیؒ اور (امام ابومنصور محمد بن محمد) ماتریدیؒ سے روایت کرنے کے بیان میں ہے۔

عارف، فقیہ، امام محمد بن اسحاق کلاباذی بخاریؒ متوفی 380ھ (990ء) تک اسانید

(شیخ) جمال الدین بخاریؒ روایت کرتے ہیں صدر الاسلام طاہر بن محمودؒ (100) سے، وہ (شیخ) عبدالرحمٰن برکویؒ سے، وہ (شیخ) ابراہیم بن احمد مستملیؒ (101) سے، اور وہ (شیخ امام) ابوبکر (محمد بن اسحاق) کلاباذیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) محمد بن الفضل کماریؒ متوفی 381ھ (991ء) تک اسانید

(شمس الائمہ عبدالعزیز ابن احمد) حلوانیؒ روایت کرتے ہیں:

(الف) (شیخ) ابوعلی نسفیؒ (102) سے، اور وہ (شیخ محمد بن الفضل) کماریؒ (103) سے روایت کرتے ہیں۔

(ب) (امام) ابوزید دبوسیؒ (104) سے، اور وہ ابوجعفر اسروشنیؒ (105) سے روایت کرتے ہیں۔

www.rahmia.org

امام ابوبکر احمد بن محمد جصاص رازیؒ متوفی 370ھ (980ء) تک اسانید

(امام ابوالحسین احمد بن محمد) قدوریؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد بن یحییٰ جرجانیؒ (106) سے، اور وہ امام ابوبکر (جصاص) رازیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) حسین نسفیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ابوجعفر اسروشنیؒ سے، اور وہ امام ابوبکر (جصاص) رازیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ امام) ابوزید دبوسیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ابوجعفر اسروشنیؒ سے، اور وہ امام ابوبکر (جصاص) رازیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ابوالحسن عبیداللہ بن حسین کرخیؒ متوفی 340ھ (951ء) تک اسانید

ابوالحسین قدوریؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد بن یحییٰ جرجانیؒ سے، وہ امام ابوبکر (جصاص) رازیؒ سے، اور وہ امام ابوالحسن کرخیؒ (107) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) ابوحفص (عمر بن محمد) نسفیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ابومنصور احمد حارثیؒ سے، وہ (شیخ) محمد بن علی سرخسیؒ سے، وہ (شیخ) ابومحمد اکفانیؒ سے، وہ (شیخ) ابوبکر احمد بن محمد دامغانیؒ سے، اور وہ (امام ابوالحسن عبیداللہ بن حسین) کرخیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام عبداللہ بن محمد استاذ حارثیؒ متوفی 340ھ (952ء) تک اسانید

(شمس الائمہ عبدالعزیز ابن احمد) حلوانیؒ اور (ابوالعباس جعفر) مستغفریؒ دونوں روایت کرتے ہیں (شیخ) ابوعلی حسین نسفیؒ سے، وہ (شیخ) محمد بن فضل کماریؒ سے، اور وہ استاذ (امام عبداللہ بن محمد) حارثیؒ (108) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) ابوزید دبوسیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ابوجعفر اسروشنیؒ سے، وہ (شیخ) ابوبکر محمد بن فضل کماریؒ سے، اور وہ استاذ (امام عبداللہ بن محمد) حارثیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ ابوالعباس جعفر) مستغفریؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ابونصر احمد بن محمد بن حسین کلاباذیؒ سے، اور وہ استاذ حارثیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) حماد بن ابراہیم بن اسماعیل صفارؒ روایت کرتے ہیں اپنے دادا (شیخ) اِسماعیل صفارؒ سے، وہ (شیخ) محمد بن فضل کماریؒ سے، اور وہ استاذ حارثیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

عارف، فقیہ (شیخ) ابوبکر محمد بن ابراہیم اسحاق کلاباذیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد بن فضل کماریؒ سے، اور وہ استاذ حارثیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

www.rahimia.org

امام ابومنصور محمد بن محمد ماتریدیؒ متوفی 333ھ (944ء) تک اسانید

(شیخ) فخر الاسلام بزدویؒ روایت کرتے ہیں اپنے والد (شیخ) محمد بن حسین بن عبدالکریم بزدویؒ سے، وہ اپنے دادا (شیخ) عبدالکریم بن موسیٰ سے، اور وہ (شیخ) ابومنصور ماتریدیؒ (109) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) صدر الاسلام بزدویؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) اسماعیل بن عبدالصادق (110) سے، وہ (شیخ) عبدالکریم بن موسیٰ سے، اور وہ امام ابومنصور ماتریدیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) ابوبکر محمد بن اسحاق کلاباذیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) فارس بن علی بغدادیؒ سے، وہ (شیخ) ابوالقاسم اسحاق بن محمد حکیم سمرقندیؒ سے، اور وہ (شیخ) امام ابومنصور ماتریدیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

فصل (7) تیسرے دور (193ھ تا 412ھ/ 809ء تا 1021ء)

کے پہلے حصے کے ائمہ و مشائخ تک سلسلۂ اسانید

یہ فصل ائمہ محدثین ابوجعفر (احمد بن محمد) طحاویؒ، ابوعیسیٰ ترمذیؒ، ابوداؤد سجستانیؒ، ابوالحسین مسلم قرشیؒ اور ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاریؒ سے روایت کرنے کے بیان میں ہے۔ ان میں بعض مشائخ وہ ہیں، جنھوں نے براہِ راست (امام اعظم) امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہے، اور بعض وہ ہیں، جنھوں نے اُن مشائخ سے روایت کی ہے، جنھوں نے امام ابوحنیفہؒ سے تعلیم حاصل کی۔

امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاویؒ متوفی 221ھ (836ء) تک اسانید

شیخ الاسلام مرغینانیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد بن عمر صفارؒ سے، وہ (شیخ) بکر زرنجریؒ سے، وہ شمس الائمہ حلوانیؒ سے، وہ (شیخ) محمد بن عمرؒ سے، وہ (شیخ) محمد بن سعیدؒ سے اور انھوں نے امام طحاویؒ سے اُن کی کتاب ''معانی الآثار'' کی روایت کی ہے۔

(شیخ) ابوحفص نسفیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ابومنصور حارثیؒ سے، وہ (شیخ) محمد بن علی سرخسیؒ سے، وہ (شیخ) ابومحمد اکفانیؒ سے، وہ (شیخ) احمد بن محمد دامغانیؒ سے اور وہ امام طحاویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

استاذ حارثیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ابوطالب سعید بن محمد بردعیؒ سے، اور وہ امام ابوجعفر طحاویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

''جامع (ترمذی)'' کے مصنف امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ متوفی 279ھ (892ء) کی اسانید

شیخ الاسلام مرغینانیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) صاعد بن اسعد سے، وہ (شیخ) برہان الکبیر عبدالعزیز بن عمر بن مازہؒ سے، وہ (شیخ) محمد بن علی بن حیدرؒ سے، وہ (شیخ) علی بن احمد خزاعیؒ سے، وہ (شیخ) ہیثم بن کلیبؒ سے، اور وہ

www.rahimia.org

امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

''سنن (ابوداؤد)'' کے مصنف امام ابوداؤد سجستانیؒ متوفی 275ھ (889ء) کی اسانید

امام ابوبکر (جصاص) رازیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ابوبکر بن محمد بن بکر بن داستہؒ سے، اور وہ امام ابوداؤد سجستانیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

''صحیح (مسلم)'' کے مصنف امام مسلم بن حجاج نیشاپوریؒ متوفی 261ھ (875ء) کی اسانید

شیخ الاسلام مرغینانیؒ روایت کرتے ہیں محمد بن حسین بن ناصرؒ سے، وہ (شیخ) محمد بن فضل فراویؒ (111) سے، وہ عبدالغافر فارسیؒ (112) سے، وہ (شیخ ابواحمد محمد بن عیسیٰ) جلودیؒ (113) سے، وہ (شیخ) ابراہیمؒ سے، اور وہ امام مسلم (بن حجاج نیشاپوریؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) جمال الدین محمود حصیریؒ (114) روایت کرتے ہیں (شیخ) مؤید طوسیؒ سے، وہ محمد بن فضلؒ سے، وہ (شیخ) عبدالغافرؒ سے، وہ (شیخ) ابواحمد جلودیؒ سے، وہ (شیخ) ابراہیم بن محمد بن سفیانؒ سے، اور وہ امام مسلم (بن حجاج نیشاپوریؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

"(الجامع) الصحیح" کے مصنف امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ متوفی 256ھ (870ء) کی اسانید

شیخ الاسلام مرغینانیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) عثمان بیکندیؒ سے، وہ (شیخ) حسن بن عبدالملک نسفیؒ سے، وہ (شیخ ابوالعباس) جعفر مستغفریؒ سے، وہ (شیخ) اسماعیل کتانیؒ سے، وہ (شیخ محمد بن یوسف) فربریؒ سے، اور وہ امام (محمد بن اسماعیل) بخاریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام مرغینانیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد بن عبدالرحمٰن مروزیؒ سے، وہ (شیخ) محمد بن موسیٰ مروزیؒ سے، وہ (شیخ) ابوالہیثم محمد بن بکر کشمیہنیؒ سے، وہ (شیخ محمد بن یوسف) فربریؒ سے، اور وہ امام بخاریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام مرغینانیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) عمر نسفیؒ سے، وہ حسن بن احمد سمرقندیؒ سے، وہ (شیخ) جعفر مستغفریؒ سے، وہ (شیخ) حماد بن شاکر سے، اور وہ امام بخاریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

یہ سند امام بخاریؒ تک علمائے احناف کے تسلسل کے ساتھ ہے۔

شمس الائمہ (شیخ) بکر زرنجریؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) احمد بن علی ابیوردیؒ سے، وہ (شیخ) اسماعیل بن احمد کتانیؒ سے، وہ (شیخ محمد بن یوسف) فربریؒ سے، اور وہ امام بخاریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فائدۂ جلیلہ (دیگر ائمہ تک اسانید)

امام احمد بن حنبلؒ متوفی 241ھ (855ء) تک اسانید

امام ابوبکر (جصاص) رازیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) عبدالباقی بن قانع حنفی حافظؒ سے، وہ (شیخ) عبداللہ بن امام احمد (ابن حنبلؒ) سے، اور وہ اپنے والد امام احمد بن حنبلؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام (محمد بن ادریس) شافعیؒ متوفی 204ھ (819ء) تک اسانید

امام ابوجعفر طحاویؒ روایت کرتے ہیں اپنے ماموں (شیخ) ابوابراہیم اسماعیل بن یحییٰ مزنیؒ سے، اور وہ امام محمد بن ادریس شافعیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (8) دوسرے دور (92ھ تا 193ھ/ 711ء تا 809ء)

کے علما و مشائخ تک سلسلۂ اسناد

یہ فصل امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب: (امام) ابویوسفؒ، (امام) زفرؒ (بن ہذیل)، (امام) حسن بن زیادؒ، (امام) حماد (ابن امام ابوحنیفہؒ) اور امام محمد بن حسن شیبانیؒ سے روایت کرنے کے بیان میں ہے۔

امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم انصاریؒ متوفی 182ھ (798ء) تک اسانید

(امام) طحاویؒ روایت کرتے ہیں (شیخ احمد) ابن ابوعمرانؒ سے، وہ (شیخ) بشر بن ولید کندیؒ (115) سے، وہ امام ابویوسفؒ سے، اور وہ امام ابوحنیفہؒ اور (امام) لیث (بن سعدؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

امام زفر بن ہذیل متوفی 158ھ (775ء) تک اسانید

(امام) طحاویؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) احمد بن ابوعمران سے، وہ (شیخ) محمد بن سلمہؒ سے، وہ (شیخ) شداد بن حکیمؒ سے، وہ امام زفر (بن ہذیلؒ) سے، اور وہ امام ابوحنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) ابوبکر کلاباذیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) فارس بن علی بغدادیؒ سے، وہ (شیخ) حکیم اسحاق بن محمد بن اسماعیل سمرقندیؒ سے، وہ (شیخ) ابوبکر ورّاقؒ سے، وہ (شیخ) احمد بن خضرویہؒ سے، وہ (شیخ) حاتم اصمؒ سے، وہ (شیخ) شقیق (بن سلمہؒ) سے، وہ (امام) زفر (بن ہذیلؒ) سے، اور وہ امام ابوحنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں۔

www.rahimia.org

(امام) حسن بن زیاد متوفی 204ھ (819ء)

اور حماد بن امام ابوحنیفہؒ متوفی 170ھ (170ء) تک اسانید

(امام) کرخیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ابوسعید بردعیؒ سے، وہ (شیخ) اسماعیل بن حمادؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) حماد بن امام ابوحنیفہؒ اور حسن بن زیادؒ سے، اور وہ دونوں حضرات امام ابوحنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امامِ ربانی ابوعبداللہ محمد بن حسن شیبانیؒ متوفی 187ھ (786ء) تک اسانید

(استاذ امام عبداللہ بن محمد) حارثیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ابوعبداللہ محمد بن احمد بن حفصؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) ابوحفص کبیر احمد بن حفصؒ سے، وہ امام محمد (شیبانیؒ) سے، اور وہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالک بن انسؒ، سفیان بن سعید ثوریؒ، (امام) ابویوسفؒ اور (امام) زفر (بن ہذیلؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

(امام) طحاویؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) احمد بن ابوعمرانؒ سے، وہ (شیخ) محمد بن سلمہؒ سے، وہ (شیخ) ابوسلیمان جوزجانیؒ سے، وہ امام محمدؒ سے اور وہ امام ابوحنیفہؒ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔

(امام) کرخیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ابوسعید بردعیؒ (116) سے، وہ (شیخ) ابوعلی دقاقؒ سے، وہ (شیخ) موسیٰ بن نصر رازیؒ سے، اور وہ امام محمدؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) ماتریدیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) احمد عیاضؒ سے، وہ (شیخ) احمد بن اسحاق جوزجانیؒ سے، وہ (شیخ) ابوسلیمان جوزجانیؒ سے، اور وہ امام محمدؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فائدۂ جلیلہ (''مؤطا امام مالکؒ'' اور ''کتاب الآثار'' کی اسانید)

''مؤطا'' کے مصنف امام مالکؒ متوفی 179ھ (795ء) کی اسانید

(امام) مغلطائیؒ نے فرمایا ہے کہ: ''سب سے پہلے صحیح کتاب امام مالک نے تصنیف کی ہے۔''

(امام) ابوحفص نسفیؒ اپنے شیوخ کی ''معجم'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ''ہمارے شیخ احمد بن محمد بن منصور حارثیؒ کتاب مؤطا کی روایت امام محمد بن الحسن (شیبانیؒ) سے کرتے ہیں۔ اور وہ امام مالکؒ سے روایت کرتے ہیں۔

وہ (امام ابوحفص نسفیؒ مؤطا کی) روایت کرتے ہیں (شیخ) عبدالغفار مؤدّبؒ سے، وہ (شیخ) ابوعلی صوافؒ سے، وہ (شیخ) بشر بن موسیٰ سے، وہ (شیخ) احمد بن محمد بن مہرانؒ سے، وہ امام محمد بن حسن (شیبانیؒ) سے، اور وہ امام مالکؒ سے روایت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو۔

میں کہتا ہوں کہ: اسی سند میں ''زیادات'' کی روایت بھی امام ابوحنیفہؒ، سفیان بن سعید ثوریؒ وغیرہ سے ہے۔

www.rahmia.org

''کتاب الآثار'' کے مصنف امام ابوحنیفہؒ متوفی 150ھ (767ء) سے مروی اسانید

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ: میں ''کتاب الآثار'' کی بالمشافہ روایت کرتا ہوں شیخ تاج الدین قلعی حنفیؒ سے، وہ شیخ حسن (بن علی) عُجیمیؒ سے، وہ شیخ خیرالدین رملی حنفیؒ سے، وہ شیخ محمد بن سراج الدین حانوتی حنفیؒ سے، وہ (شیخ) احمد بن شلبی حنفیؒ سے، وہ (شیخ) ابراہیم کرکی حنفیؒ سے، وہ شیخ امیرالدین یحییٰ اقصرائی حنفیؒ سے، وہ شیخ محمد بن محمد بخاری حنفیؒ سے، وہ شیخ حافظ الدین محمد بن محمد بخاری طاہری حنفیؒ سے، وہ صدرالشریعہ عبیداللہ بن مسعود حنفیؒ سے، وہ اپنے دادا تاج الشریعہ محمود محبوبی حنفیؒ سے، وہ اپنے والد صدرالشریعہ احمد حنفیؒ سے، وہ اپنے والد جمال الدین عبیداللہ ابراہیم محبوبی حنفیؒ سے، وہ محمد بن ابوبکر بخاری حنفیؒ سے، وہ ابوالفضائل شمس الائمہ بکر بن محمد زرنجری حنفیؒ سے، وہ شمس الائمہ عبدالعزیز بن احمد حلوانی حنفیؒ سے، وہ استاذ عبداللہ بن محمد حارثی حنفیؒ سے، وہ ابوحفص صغیر محمد حنفیؒ سے، وہ اپنے والد ابوحفص کبیر احمد بن حفص بخاری حنفیؒ سے، وہ امام ربانی محمد بن الحسن شیبانیؒ سے، وہ امام ابوحنیفہؒ سے، وہ حماد (بن ابوسلیمان مسلم اشعریؒ) سے، اور وہ (امام) ابراہیم نخعیؒ (117) وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔

رضی اللہ عنھم۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو!

فائدۂ جلیلہ (امامِ اعظم امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کی جامعیت)

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حُجّة الله البالغه'' میں لکھتے ہیں کہ:

''امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ (امام) ابراہیم (نخعیؒ) اور ان کے ساتھیوں کے مذہب کو لازم پکڑے ہوئے تھے۔ چند ایک مقامات کے علاوہ عام طور پر ان کے مذہب سے تجاوز نہ کرتے تھے۔ آپؒ ان کے مذہب کے مطابق مسائل تخریج کرنے میں عظیم الشان حیثیت کے مالک تھے۔ مسائل کی تخریج کی وجوہات بیان کرنے میں انتہائی گہری نظر رکھتے تھے۔ اور فروعات کے بیان کرنے میں مکمل طور پر متوجہ رہتے تھے۔

جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے، اگر تم اس کی حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہو تو امام ابراہیم (نخعیؒ) اور ان کے ساتھیوں کے اقوال کو امام محمدؒ کی ''کتاب الآثار''، ''جامع عبدالرزاق'' اور ''مصنف ابن ابی شیبه'' سے جمع کر کے ان کا خلاصہ نکالو۔ اور پھر ان کا موازنہ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب سے کرو، تو چند ایک مقامات کے علاوہ تم ان کے دلائل اور مسائل میں کوئی فرق نہیں پاؤ گے۔ اور وہ چند مسائل بھی ایسے ہیں کہ جن میں بھی وہ فقہائے کوفہ کے دائرے سے باہر نہیں جاتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کے قابل ترین مشہور شاگردوں میں امام ابویوسفؒ ہیں۔ وہ ہارون الرشید کے زمانۂ حکومت میں قاضی القضاۃ مقرر ہوگئے تھے۔ ان کی اس عدالتی ذمہ داریوں کی وجہ سے حنفی مذہب تمام

عراق، خراسان اور ماوراء النہر کے علاقوں میں ظاہر و غالب ہو گیا۔ امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں میں درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں بہترین شاگرد امام محمد بن الحسن شیبانی ہیں۔......

یہ دونوں حضرات بھی ہر ممکن حد تک ابراہیم نخعیؒ اور ان کے ساتھیوں کے دلائل کے مطابق ہی مسائل بیان کرتے رہے۔ جیسا کہ ان کے استاذ امام ابو حنیفہؒ کیا کرتے تھے۔ چناں چہ امام محمدؒ نے کتابیں لکھیں۔ جن میں ان تینوں حضرات کی آرا کو جمع کر دیا۔ اور لوگوں نے ان کی کتابوں سے نفع اٹھایا۔

ان کے بعد امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں اور ماننے والوں نے ان کتابوں کی تلخیص لکھی۔ سمجھانے کی تقریب کی۔ شروحات لکھیں۔ مسائل کی تخریجات بیان کیں۔ ان کے اصول واضح کیے۔ اور ان کے استدلال اور دلائل جمع کیے۔ اور پھر وہ خراسان اور ماوراء النہر کے علاقوں میں پھیل گئے۔ اور اسی کا نام ''مذہبِ امامِ ابو حنیفہؒ'' رکھ دیا گیا۔'' (118) إنتهٰى

یہ وہ آخری بات ہے، جو ہم ''قسمِ اول'' کے ''خاتمہ'' میں خلاصے کے طور پر بیان کرنا چاہتے ہیں۔

و صلّى الله علىٰ عبده و رسوله سيدنا و سيد المرسلين محمد و آله و سلم.

و آخر دعوانا ان الحمد لله ربّ العالمين.

☆☆☆☆☆

حوالہ جات و حواشی

1۔ شیخ عبدالملک بن عبدالمنعم بن تاج الدین قلعی: حنفیؒ فقیہ ہیں۔ مکہ میں قیام پذیر رہے۔ اور وہیں افتا کا سلسلہ قائم رہا۔ اور مکہ میں ہی 1229ھ (1814ء) میں آپؒ کا انتقال ہوا۔ آپؒ کی کتابوں میں ''الكواكب الدريه من فتاوى القلعيه'' اور ''بلوغ القصد فی تحقیق مباحث الحمد'' (دیکھئے معجم المؤلفين ۔ جلد:06۔ ص:185۔ طبع بیروت) ''رجال'' کی اکثر کتابوں میں ان کا سن وفات 1228ھ (1813ء) لکھا ہے۔ چناں چہ شیخ عبدالستار صدیقیؒ نے ''فيض الملك الوهاب المتعالی'' (جلد:02۔ صفحہ:979) میں یہی لکھا ہے۔ حضرت سندھیؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ (آزاد)

2۔ ان سے مراد شیخ عبداللطیف بن علی بیروتی حنفیؒ (نورالدین، فتح اللہ) ہیں۔ یہ فقیہ ہیں اور بیروت اور دمشق میں دارالافتا کے سربراہ رہے۔ آپؒ کا انتقال 1253ھ (1837ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! فهرس الفهارس ۔ جلد: 02۔ ص:148۔ نیز معجم المؤلفین۔ از عمر رضا کحالہ۔ جلد: 06۔ ص:13۔ طبع بیروت)

3۔ محمد طاہر سنبلؒ: ان کے والد شیخ محمد سعید سنبل شافعی مکیؒ تھے۔ جو مسجدِ حرام کے مشہور علما میں سے ایک تھے۔ ان کے درس میں ''قاموس'' کے شارح سید مرتضیٰ زبیدیؒ بھی حاضر ہوتے رہے۔ جیسا کہ انھوں نے اپنے اساتذہ کے تذکرے میں بیان کیا ہے۔ شیخ محمد سعید سنبلؒ ہمارے شیخ المشائخ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ساتھ اس درس میں پڑھنے اور سننے میں شریک رہے، جو ان حضرات نے اپنے شیخ، شیخ ابو طاہر مدنیؒ سے 1144ھ (1731ء) میں لیا تھا۔ ان دونوں حضرات کے درمیان بہت زیادہ محبت تھی۔ جیسا

www.rahimia.org

کہ شیخ محمد سعید بن شیخ محمد سنبل مکیؒ نے اپنی کتاب ''رسالة أوائل كتب الحديث'' کے حواشی میں خود لکھا ہے۔(دیکھئے رسالہ اوائل کتب الحدیث۔تالیف: شیخ محمد سعید۔ص:47۔طبع قاہرہ، مصر۔1326ھ)(حاشیہ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ)

4۔ ان سے مراد شیخ مصطفیٰ ایوبی بن محمد بن رحمت اللہ حنفی دمشقی اور پھر مدنیؒ ہیں۔ یہ ''ایوبی'' اور ''رحمتی'' کے نام سے مشہور ہیں۔آپؒ کی پیدائش 24 محرم الحرام 1135ھ/ اکتوبر 1722ء میں دمشق میں ہوئی۔آپؒ نے وہیں پرورش پائی اور شیخ صالح جنینیؒ اور شیخ محمد تدمریؒ وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔آپؒ کا انتقال مکہ مکرمہ میں 1206ھ/ 1792ء میں ہوا۔آپؒ کی کتابوں میں سے ''حاشیه علی مختصر شرح التنور للعلائی''، ''مختصر شرح شهاب خفاجی'' اور ''حاشیه علی المنح'' ہیں۔ (دیکھئے!معجم المؤلفین۔جلد:02۔ص:272)

5۔ شیخ، امام، عالم، محدث مرتضیٰ بن محمد بن قادری بن ضیاء اللہ الحسینی، واسطی، بلگرامی، زبیدی، مصریؒ: آپؒ ''زبیدی'' کے نام سے مشہور ہیں۔ بلگرام میں 1145ھ (1732ء) میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے شہر کے اساتذہ سے حاصل کی۔ پھر سندیلہ اور خیرآباد تشریف لائے۔ اور وہاں کے اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ پھر دہلی کا سفر اختیار کیا۔اور حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے علم حاصل کیا۔ پھر سورت تشریف لے گئے۔اور وہاں شیخ خیرالدین بن زاہد سورتیؒ سے علوم حاصل کیے۔ان کے پاس ایک سال رہے۔ پھر 1164ھ (1751ء) میں حجاز تشریف لے گئے۔اور یمن کے مشہور شہر ''زبید'' میں اقامت گزیں ہوگئے۔اور وہاں سید احمد بن محمد مقبول اہدلؒ اور دیگر مشائخ میں سے شیخ عبدالخالق بن ابوبکر مزجاجیؒ اور شیخ محمد بن علاؤالدین مزجاجیؒ سے اخذِ علم کیا۔اس دوران کئی مرتبہ حج کیا۔اور مکہ مکرمہ میں سید عبدالرحمٰن عیدروسؒ کی صحبت اختیار کی۔ پھر مصر کا سفر کیا۔اور وہاں کے علما سے علوم اَخذ کیے۔مصر میں ''خانِ صاغۃ'' میں رہائش اختیار کی۔ پھر اپنی مشہورِ زمانہ تصنیف ''تاج العروس شرح القاموس'' کی تصنیف و تالیف میں مشغول ہوگئے۔جس کو چودہ سالوں میں دس جلدوں میں مکمل کیا۔آپؒ سے کثرت سے علما و فضلا نے سندِ حدیث حاصل کی۔حتیٰ کہ سلطان عبدالحمید اوّلؒ نے بھی آپؒ سے کتبِ حدیث کی اجازت حاصل کی۔آپؒ کی سو سے زائد کتابیں ہیں۔آپؒ کا انتقال طاعون کی وجہ سے اتوار کے روز شعبان کے مہینے میں 1205ھ (1791ء) میں ہوا۔(دیکھیے! نزهة الخواطر، مولانا عبدالحئی حسنیؒ۔ج:07۔ص:516 تا 525۔طبع: ہند)

6۔ شیخ محمد بن علاؤالدین مزجاجیؒ: مولانا عبدالحئی حسنیؒ سید مرتضیٰ زبیدیؒ کے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ: ''انھوں نے یمن کے مشہور شہر ''زبید'' میں قیام کیا۔ جو وہاں کا دارالعلم تھا۔اور اس جگہ کے مشائخ میں سے شیخ محمد بن علاؤالدین مزجاجیؒ سے اَخذِ علم کیا۔'' (دیکھیے !نزهة الخواطر ۔ج:07۔ص:516) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ مزجاجیؒ یمن کے مشہور علما اور محدثین میں سے تھے۔چناں چہ شیخ محسن یمانیؒ ''الیانع الجنی'' میں لکھتے ہیں کہ: ''شیخ محمد عابد سندھیؒ نے شیخ یوسف بن محمد مزجاجیؒ سے ''سنن ابن ماجه'' کی روایت کی ہے۔اور وہ اپنے والد شیخ محمد بن علاؤالدین مزجاجیؒ سے روایت کرتے ہیں۔میں کہتا ہوں کہ ''مزجاجی'' میم کے کسرہ، زا ساکن اور جیم کی تکرار کے ساتھ ہے۔ میں نے اسی طرح ایک سے زیادہ جگہوں پر لکھا ہوا دیکھا ہے۔'' (دیکھیے ! الیانع الجنی۔ص:55-54) ان کا تذکرہ شیخ عبدالستار بن عبدالوہاب صدیقیؒ نے ''فیض الملك الوهاب المتعالی'' میں کئی جگہ پر کیا ہے۔لیکن تفصیلی حالات درج نہیں کیے۔

7۔ شیخ عبدالخالق بن ابوبکر مزجاجیؒ: یہ بھی سید مرتضیٰ زبیدیؒ کے یمنی مشائخ میں سے ہیں۔انھوں نے بھی اسانید پر ایک کتاب ''نزهة رياض الإجازة'' کے نام سے لکھی ہے۔جس کا تذکرہ شیخ محسن یمانیؒ نے بخاری شریف کی ایک سند کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے کیا ہے۔اور اس کتاب کا ایک طویل اقتباس نقل کیا ہے۔(دیکھیے !الیانع الجنی۔ص:27-26) ان کا تذکرہ شیخ عبدالستار بن عبدالوہاب صدیقیؒ نے ''فیض الملك الوهاب المتعالی'' میں کئی جگہ پر کیا ہے۔لیکن تفصیلی حالات درج نہیں کیے۔

www.rahimia.org

8۔ شیخ، امام، عالم، محدث ابوالحسن بن محمد صادق سندھیؒ: یہ ''ابوالحسن سندھی صغیر'' کے نام سے مشہور ہیں۔ سندھ میں پیدا ہوئے۔ اور پھر مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی۔ اور شیخ محمد حیات سندھیؒ سے علوم حاصل کیے۔ اور ایک طویل عرصے تک ان کی صحبت میں رہے۔ پھر حرمین شریفین میں ہی درس وتدریس میں مشغول رہے۔ آپؒ کی بہت سی تصنیفات ہیں۔ جن میں ''شرح جامع الاصول'' اور ''مختار الأطوار فی أطوار المُختار'' وغیرہ ہیں۔ آپؒ سے بہت سے علمانے اَخذِ علم کیا ہے۔ آپؒ کا انتقال جمعے کی رات 25/رمضان المبارک 1187ھ (1773ء) میں مدینہ منورہ میں ہوا۔ (دیکھیے! نزھۃ الخواطر۔ ج:06۔ ص:09-08)

9۔ شیخ فاضل علامہ محمد ہاشم بن عبدالغفور بن عبدالرحمٰن حنفی، ٹھٹھوی، سندھیؒ: فقہ، حدیث اور عربی زبان کے ماہر علما میں سے ایک تھے۔ سندھ میں پیدا ہوئے۔ اور وہیں پرورش پائی۔ اور مولانا ضیاء الدین سندھیؒ سے علوم حاصل کیے۔ پھر حجاز کا سفر کیا۔ اور وہاں شیخ عبدالقادر بن ابوبکر بن عبدالقادر صدیقیؒ سے علوم حاصل کیے۔ آپؒ نے فقہ اور علم حدیث کی طرف بھرپور توجہ دی۔ آپؒ کے بہت سے مباحثات شیخ محمد معین سندھی ٹھٹھویؒ سے رہے۔ آپؒ نے بھی کئی کتابیں تصنیف کیں۔ آپؒ کا انتقال 1174ھ (1760ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! نزھۃ الخواطر۔ ج:06۔ ص:74-373)

10۔ شیخ، امام، عالم کبیر، محدث محمد حیات بن ابراہیم سندھی مدنیؒ: آپؒ مشہور علما میں سے ایک ہیں۔ آپؒ نسلاً ''چاچڑ'' قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور سندھ کے قدیم شہر ''بھکر'' (سکھر کے قریب قدیم شہر ہے) کے قریب ایک گاؤں ''عادل پور'' میں رہائش پذیر تھے۔ وہیں پیدا ہوئے اور پرورش پائی۔ پھر سندھ کے دارالخلافہ ''ٹھٹھہ'' میں تشریف لے گئے۔ اور وہاں شیخ محمد معین بن محمد امین ٹھٹھوی سندھیؒ (خلیفہ وتلمیذ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ) سے علوم حاصل کیے۔ پھر وہاں سے حرمین شریفین ہجرت کی۔ اور مدینہ منورہ میں مستقل قیام پذیر ہوئے۔ اور وہاں شیخ کبیر ابوالحسن محمد بن عبدالہادی سندھی مدنیؒ کی صحبت اختیار کی۔ اور ان سے علوم حاصل کیے۔ اور ان کی وفات کے بعد ان کے جانشین بن کر درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ آپؒ سے بہت سے علمانے اخذِ علم کیا۔ جن میں شیخ ابوالحسن صغیر سندھیؒ اور سید غلام علی بلگرامیؒ بھی شامل ہیں۔ آپؒ کی بھی کئی تصنیفات ہیں۔ آپؒ کا انتقال بدھ کے روز 26/صفر 1163ھ (1750ء) میں مدینہ منورہ میں ہوا۔ اور آپؒ کو ''جنت البقیع'' میں دفن کیا گیا۔

11۔ شیخ، عالم، صالح ابوالطیب محمد بن عبدالقادر سندھی مدنیؒ: علمائے محدثین میں سے ایک ہیں۔ سندھ میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ اور علوم حاصل کیے۔ پھر حجاز کا سفر کیا۔ اور مدینہ منورہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ آپؒ نے علم حدیث شیخ حسن بن علی عُجَیمیؒ سے حاصل کیا۔ آپؒ نے سلسلۂ نقشبندیہ، شیخ محمد سعید کوکنی قرشی نقشبندیؒ سے حاصل کیا۔ آپؒ نہایت ثابت قدمی سے حنفی مذہب اور نقشبندی طریقے کے مطابق لوگوں کی اصلاح کرتے تھے۔ آپؒ نے ''جامع ترمذی'' پر عربی زبان میں عمدہ شرح لکھی ہے۔ آپؒ سے بہت سے علمانے فیض حاصل کیا۔ (دیکھیے! نزھۃ الخواطر۔ ج:06۔ ص17-16)

12۔ شیخ، امام، عالم، علامہ، محدثِ کبیر، ابوالحسن، نورالدین محمد بن عبدالہادی حنفی، سندھی، مدنیؒ: آپؒ سندھ کے مشہور شہر ٹھٹھہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورِش پائی۔ پھر ''تُستر'' شہر کی طرف سفر کیا۔ اور وہاں کے تمام مشائخ سے علوم حاصل کیے۔ پھر مدینہ منورہ تشریف لائے اور وہیں سکونت پذیر ہوگئے۔ آپؒ نے وہاں سید محمد بن عبدالرسول برزنجیؒ اور شیخ ابراہیم بن حسن کورانی مدنیؒ سے تعلیم حاصل کی۔ اور پھر حرمِ نبویؐ شریف میں درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ آپؒ نے بہت عمدہ کتابیں لکھی ہیں۔ جن میں ''صحاح ستہ'' پر مشتمل احادیث کی تمام کتابوں پر حواشی لکھے ہیں۔ البتہ ''جامع ترمذی'' کا حاشیہ آپؒ اپنی زندگی میں مکمل نہیں کرسکے۔ آپؒ نے ''مسند امامِ احمدؒ'' پر بھی ایک عمدہ حاشیہ لکھا ہے۔ نیز علامہ ابن ہمامؒ کی کتاب مشہور کتاب ''فتح القدیر'' پر بھی ''باب النکاح'' تک ایک حاشیہ لکھا ہے۔ آپؒ کا انتقال 12/شوال 1138ھ (1726ء) میں مدینہ منورہ میں ہوا۔ آپؒ کے جنازے میں لوگوں کا ایک جم غفیر شریک ہوا۔ یہاں تک کہ عورتیں اور بچے بھی شامل ہوئے۔ اور مدینہ کے حکام

www.rahmia.org

نے آپ کا تابوت اپنے ہاتھوں سے اٹھایا۔ آپ کو ''جنت البقیع'' میں دفن کیا گیا۔ ''تاریخ جبرتی'' کے مطابق آپ کا انتقال 1136ھ (1724ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! نزهة الخواطر۔ ج:06۔ ص:08-07)

13۔ علامہ، الرحلہ، الفہامہ، امام المسند، سید المحدثین، ابوالاخلاص، مولانا، شیخ حسن بن علی عجیمیؒ: آپؒ کی شہرت تمام عالم کے اطراف و اکناف میں ہے۔ اس لیے کہ آپؒ کے اِردگرد جمع ہونے والے علما و مشائخ اور آپؒ سے ملاقات کرنے والے فضلا و اُدبا ہمیشہ بڑی کثرت سے موجود رہتے تھے۔ آپؒ کی ولادت ماہِ ربیع الاول / 1050ھ (1640ء) میں مکہ معظمہ میں ہوئی۔ دنیا بھر میں علما و فضلا کی اسانید عام طور پر آپؒ تک پہنچتی ہیں۔ اسی لیے آپ کو ''امام المسند'' کہا جاتا ہے۔ آپؒ نے اپنے حالات میں ایک رسالہ ''اسبال السنة الجميل على العبد الذليل'' لکھا ہے۔ آپؒ کا انتقال طائف میں 07/ شوال 1113ھ (1702ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! موائد الفضل و الكرم الجامعه لتراجم اهل الحرم (قلمی)، از شیخ عبدالستار صدیقی دہلویؒ۔ ص:197)

14۔ شیخ عبدالقادر بن شیخ ابوبکرؒ، مکہ معظّمہ کے مفتی ہیں۔ آپؒ بڑے جید عالم تھے۔ خاص طور پر فقہ میں آپؒ بڑے فصیح و بلیغ تھے۔ آپؒ کی تصانیف میں ''فتاویٰ'' چار جلدوں میں، ''مجموعه منشات'' شامل ہیں۔ آپؒ کا انتقال 1138ھ (1725ء) میں ہوا۔ شیخ عبداللہ طرفہ انصاری مکی شافعیؒ، جو کہ آپؒ کے استاذ ہیں، نے اپنے شاگرد کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھا ہے۔ جس میں ان کا نسب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک بیان کیا ہے۔ آپؒ شیخ محمد طاہر پٹنیؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ اس کی وضاحت شیخ عبدالحق دہلویؒ نے اپنی کتاب ''اخبار الأخیار'' میں کی ہے۔ لیکن گجرات کے جمہور علما اس بات پر متفق ہیں کہ شیخ محمد طاہر، بوہری خاندان سے تھے۔ بعض علما کا یہ کہنا ہے کہ وہ والدہ کی طرف سے صدیقی تھے۔ دوسرے لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ جب ''مہدویہ'' نے حضرت علیؓ کی نسبت سے ''حیدریہ'' کا لقب اختیار کیا تو شیخ نے اپنا لقب ''صدیقی'' ان کے مقابلے پر اختیار کیا۔ اصل بات یہ ہے کہ بوہری لوگوں کے آباؤ اجداد نئے مسلمان ہونے والوں میں ہیں۔ اور ہندوستانی لوگ اُن لوگوں کو، جو دین اسلام میں نئے داخل ہوں، ''صدیقی'' کہہ کر پکارتے ہیں۔ اس لیے کہ انھیں اسلام کی تصدیق کرنے میں صدیق اکبرؓ سے ایک گونہ نسبت حاصل ہے۔'' (دیکھیے! سبحۃ المرجان، تالیف: علامہ غلام علی آزاد بلگرامیؒ۔ ص:44۔ طبع: ہند)

15۔ ان سے مراد شیخ حامد بن علی بن ابراہیم دمشقی حنفیؒ ہیں۔ جو ''عمادی'' کے نام سے مشہور ہیں۔ آپؒ بڑے عالم، فقیہ، ادیب اور شاعر تھے۔ 10/ جمادی الثانیہ (1103ھ/ 1692ء) کو دمشق میں پیدا ہوئے۔ اور دمشق میں ہی دارالافتا کے نگران رہے۔ آپؒ کا انتقال دمشق میں 06/ شوال (1171ھ/ 1758ء) کو ہوا۔ آپؒ کی بہت زیادہ تصنیفات میں ''فتاویٰ حماديه حامديه''، جس کا نام انھوں نے ''مغني المفتي عن جواب المستفتي'' رکھا۔ ''اتحاد القمرين في بيت الرقمتين''، ''الإتحاف في شرح خطبة الكشاف''، ''منحة المناح في شرح بديع مصباح الفلاح''، ''قرة عين الحظ الأوفر في ترجمة الشيخ محي الدين الاكبر'' شامل ہیں۔ اور آپؒ کا ایک دیوان بھی ہے۔ (دیکھئے! معجم المؤلفین۔ جلد 03۔ ص:180)

16۔ شیخ علاؤالدین سے مراد محمد مزجاجیؒ (میم پر زیر، زا ساکن) ہیں۔ شیخ مزجاجیؒ سے ان کے بیٹے شیخ یوسف بن محمدؒ روایت کرتے ہیں۔ جو کہ شیخ محمد عابد سندھیؒ کے استاذ اور شیخ ہیں۔ (دیکھئے! اليانع الجني في أسانيد شيخ عبدالغني۔ ص:56۔ طبع: دیوبند، انڈیا)

17۔ شیخ خیرالدین بن احمد بن نورالدین فاروقی رملیؒ: یہ ''رملہ'' کی طرف منسوب ہیں۔ جو شام کا ایک شہر ہے۔ آپؒ محدث، فقیہ، مفسر اور لغوی ہیں۔ آپؒ نے ''فتاویٰ خيريه'' لکھا ہے۔ اور ''درّ مختار'' کے مصنف علامہ حصکفیؒ کے استاذ ہیں۔ آپؒ کی دیگر کتابوں میں ''حاشيه منح الغفار''، ''حاشيه على الكنز للعيني''، ''حاشية الاصباح''، ''حاشيه جامع الفصولين'' اور اشعار کا ایک دیوان ہے۔ آپؒ کے اور چھوٹے بڑے رسائل بھی ہیں۔ آپؒ کی پیدائش 993ھ (1585ء) میں ہوئی۔ اور آپؒ کا انتقال 1081ھ (1670) میں ہوا۔ (دیکھئے! مقدمه مفيد المفتي۔ ص:58۔ طبع: کراچی)

www.fahimia.org

18۔ ان سے مراد شیخ علی بن محمد سالم بن ولی الدین ترکمانیؒ ہیں۔ آپؒ اصل میں ترکمانستان کے رہنے والے تھے۔ لیکن آپؒ کی پیدائش دمشق میں ہوئی۔ آپؒ حنفی فقیہ ہیں۔ آپؒ کو دمشق میں فتویٰ کی امامت حاصل تھی۔ آپؒ کا انتقال 1108ھ (1696ء) میں ہوا۔ (دیکھئے! **معجم المؤلفين**۔ عمر رضا کحالہ۔ جلد: 07۔ ص: 199۔ طبع: بیروت)

19۔ شیخ عبدالرحمٰن مجلد دمشقیؒ: آپؒ حنفی عالم ہیں۔ 1030ھ کے بعد پیدا ہوئے۔ اور 1140ھ میں دمشق میں آپؒ کا انتقال ہوا۔ (ایضاً۔ جلد 05۔ ص: 166)

20۔ شیخ ابوالاخلاص حسن بن عمار مصری، شرنبلالیؒ: آپؒ کی نسبت ''شرنبلالی'' سوادِ مصر کے علاقے ''منوف'' میں ایک شہر ''شبرابلولہ'' کی طرف ہے۔ لیکن یہ نسبت خلافِ قیاس ہے۔ آپؒ اپنے زمانے کے بڑے فقہا اور فضلا میں سے تھے۔ فتاویٰ کے سلسلے میں آپؒ پر بڑا اعتماد کیا جاتا تھا۔ آپؒ نے شیخ عبداللہ نحریریؒ، محمد محبیؒ اور علی بن غانم مقدسیؒ سے تعلیم حاصل کی۔ آپؒ سے تعلیم حاصل کرنے والوں میں سید احمد حمویؒ، شیخ احمد عجیمی اور شیخ اسماعیل نابلسیؒ وغیرہ ہیں۔ آپؒ کی تصنیفات میں **"حاشية علی الدر و الغرر"** اور فقہ حنفی کا مشہور مختصر متن **"نور الإيضاح"** شامل ہے۔ آپؒ کا انتقال رمضان/ 1069ھ (1659ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! **الفوائد البهيه**، از مولانا عبدالحئی لکھنویؒ۔ ص: 58)

21۔ احمد حمویؒ سے مراد شیخ سید احمد بن محمد حسنی/ حسینی، حموی، حنفی، مصریؒ ہیں۔ آپؒ کی کنیت ''شہاب الدین'' ہے۔ آپؒ کو علوم کی تمام اقسام وانواع پر پوری دسترس حاصل تھی۔ آپؒ بڑے مدرّس، فقیہ اور مفتی تھے۔ قاہرہ میں مدرسہ سلیمانیہ اور مدرسہ حسینیہ میں درس دیا کرتے تھے۔ آپؒ کی پچیس سے زائد تصنیفات و تالیفات ہیں۔ جن میں مشہور تصنیف علامہ ابن نجیم مصری کی مشہور کتاب **"الأشباه و النظائر"** کی شرح **"غمز عيون البصائر"** ہے۔ یہ کتاب آپؒ نے 1097ھ (1686ء) میں مکمل کی۔ اور اس کے ایک سال بعد آپؒ کا انتقال 1098ھ (1687ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! **معجم المؤلفين**، از عمر رضا کحالہ۔ ج: 02۔ ص: 93۔ اور **حدائق الحنفيه**، از مولانا فقیر محمد جہلمی۔ ص: 526) مولانا عبدالاول جونپوریؒ نے اپنی کتاب **"مفيد المفتی"** میں لکھا ہے کہ: ''علامہ، فہامہ، فقیہ، سید احمد بن محمد حمویؒ (شیخ) حسن بن عمار شرنبلالیؒ کے شاگردِ رشید اور محشی **"اشباه"** ہیں۔'' (دیکھیے! **مفيد المفتی**، از مولانا عبدالاول جونپوریؒ۔ ص: 65۔ طبع: مکتبہ غوثیہ، ملتان)

یہاں پر حضرت الاستاذ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ کو اشتباہ ہوا ہے۔ اور انھوں نے اس جگہ پر حاشیہ لکھتے ہوئے ایک دوسرے ''احمد حموی'' کا تذکرہ کر دیا ہے۔ چناں چہ وہ لکھتے ہیں: ''احمد حموی کا پورا نام احمد بن حسین بن محمد بن حسن شریف حمویؒ ہے۔ یہ بڑے فقیہ ہیں۔ انھوں نے ایک رسالہ **"حکم رفع الصوت بالذکر"** (بلند آواز سے ذکر کرنے کا شرعی حکم) لکھا ہے۔ (دیکھیے! **معجم المؤلفين**۔ جلد: 01۔ ص: 207۔ از عمر رضا کحالہ) یہ احمد حموی دوسرے صاحب ہیں۔ جو 1132ھ (1720ء) تک زندہ تھے۔ جیسا کہ عمر رضا کحالہ نے لکھا ہے۔ مولانا قاسمیؒ نے **"معجم المؤلفين"** کی یہ عبارت نقل کرنے کے بعد **"مفيد المفتی"** کی مذکورہ بالا عبارت بھی نقل کی ہے۔ اس طرح نام کے اشتباہ کی وجہ سے ان دونوں شخصیات کو باہم ملا دیا۔ جو درست نہیں ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ شیخ حسن بن عمار شرنبلالیؒ کے شاگرد ''احمد بن حسین شریف حموی'' نہیں، بلکہ ''سید احمد بن محمد حموی مصری شہاب الدینؒ، متوفی 1098ھ'' ہیں۔ (آزاد)

22۔ شیخ، امام، علامہ کبیر، فاضل عبدالحکیم بن شمس الدین سیالکوٹیؒ: ہندوستان کے مشہور علما میں سے ہیں۔ آپؒ کے علم و فضل پر دنیا بھر کے تمام علما کا اتفاق ہے۔ آپؒ کی تصنیفات دنیا بھر میں پھیل گئیں۔ آپؒ کی پیدائش پنجاب کے شہر ''سیالکوٹ'' میں ہوئی۔ وہیں آپؒ نے پرورش پائی۔ اور شیخ کمال الدین کشمیریؒ سے تعلیم حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے۔ انہی کی ایک طویل مدت تک صحبت اختیار کی اور انہی سے علوم وفنون حاصل کر کے فارغ ہوئے۔ آپؒ کا حافظہ بڑا غضب کا تھا۔ آپؒ کو تمام مسائل ہر وقت

www.fahimia.org

مستحضر رہتے تھے۔ آپؒ کے علم وفضل کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے سلطان شاہ جہاں بادشاہِ ہندوستان نے دو مرتبہ چاندی سے تول کر آپؒ کو عطیہ دیا۔ آپؒ کی تصنیفات دنیا بھر میں علما کے نزدیک مقبول ومعروف ہیں۔ خاص طور پر رومی علما اس کے حصول کے لیے ہر وقت کوشاں رہتے تھے۔ آپؒ نے مختلف علوم وفنون میں ساٹھ سال تک درس وتدریس کی ہے۔ اور بہت عمدہ تصنیفات وتالیفات لکھی ہیں۔ آپؒ کا انتقال 18/ربیع الاول 1067ھ (1656ء) میں سیالکوٹ میں ہوا۔ اور وہیں پر دفن ہوئے۔ (دیکھیے! نزهة الخواطر۔ ج:05۔ ص:30-229۔ طبع: طیب اکیڈمی، ملتان)

23۔ شیخ عبداللہ بن سعد حنفی لاہوریؒ: آپؒ نے بڑی عمر پائی۔ اور مدینہ منورہ میں قیام فرما رہے۔ آپؒ کے والد کا نام ''سعداللہ'' تھا۔ جب کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ''سعدالدین'' تھا۔ آپؒ کی ولادت 985ھ (1577ء) میں ہوئی۔ اور آپؒ کا انتقال 1083ھ (1672ء) میں ہوا۔ آپؒ ایسی شخصیت ہیں کہ جن سے تعلیم وتربیت اخذ کرنے والے مفتیٔ مکہ قطب الدین محمد نہروالیؒ ہیں۔ مولانا عبدالحئیؒ حسنیؒ کا کہنا ہے کہ: ''انھوں نے آپؒ سے صحیح امام بخاریؒ کی ایسی سندِ عالی حاصل کی ہے کہ دنیا میں ایسی سند سے زیادہ بلند سند کسی کی مجھے معلوم نہیں۔ آپؒ سے روایت کرنے والوں میں شیخ ابراہیم بن حسن کردی مدنیؒ ہیں۔ اور ان سے روایت کرنے والے شیخ سالم بن عبداللہ بصری مکی ہیں۔ یہاں تک کے ان کے ذریعے سے حجاز میں آپؒ کے علوم پھیلے۔ چناں چہ ان کا تذکرہ مذکورہ شیخ ابراہیم نے اپنی کتاب ''الأمم لإيقاظ الهمم'' میں کیا ہے۔ اور عبداللہ بن سالم نے آپؒ کا ذکر اپنی کتاب ''الإمداد بعلوّ الأسناد'' میں کیا ہے۔ اور علامہ مزجاجیؒ نے اپنی کتاب ''نزهة الرياض الإجازة'' میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ: ''یہ بہترین سلسلۂ سند حرمین شریفین میں سوائے ہمارے مشائخ کے شیخ، جیسا کہ شیخ معمر عبداللہ بن سعد لاہوریؒ ہیں، کے کسی اور کے ذریعے نہیں پہنچا۔'' (دیکھیے! نزهة الخواطر، از مولانا عبدالحئیؒ حسنی لکھنویؒ۔ ج:05۔ ص:253۔ طبع: طیب اکیڈمی، ملتان)

24۔ شیخ کبیر علامہ عبداللہ بن عبدالحکیم سیالکوٹیؒ: انھوں نے اپنے والد سے علم حاصل کیا۔ اور حدیث کی تعلیم مفتی نورالحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سے حاصل کی۔ سلطان اورنگ زیب عالم گیرؒ اور ان کے شہزادگان آپؒ کی بہت زیادہ عزت واحترام کرتے تھے۔ آپؒ کی تصنیفات میں ''التصريح على التلويح''، ''تفسير علىٰ سورة الفاتحة'' اور ''رسالة في حقائق التوحيد'' شامل ہیں۔ یہ آخری کتاب انھوں نے سلطان اورنگ زیب عالم گیرؒ کے حکم پر لکھی تھی۔ آپؒ کا انتقال رجب کے مہینے میں 1093ھ (1682ء) میں ہوا۔ جیسا کہ ''مآثر'' نامی کتاب میں لکھا ہے۔ (دیکھیے! نزهة الخواطر۔ ج:05۔ ص:253)

25۔ امام، عالم، علامہ، محدث، فقیہ، شیخ الاسلام، شیخ عبدالحق بن سیف الدین بن سعداللہ بخاری، دہلوی، محدثِ مشہورؒ: آپؒ ہندوستان میں سب سے پہلے عالم ہیں، جنھوں نے علم حدیث پر تصنیف وتالیف اور تدریس کا اہتمام کیا۔ آپؒ ماہِ محرم الحرام/ 958ھ (1551ء) میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے قرآن حکیم کی تعلیم حاصل کی۔ اور دیگر علوم وفنون حاصل کی۔ آپؒ نے شیخ موسیٰ بن حامد حسنی اُچیؒ سے 22 سال کی عمر میں 985ھ (1577ء) بیعت کی۔ اور دیگر علما ومشائخ سے فیوضات وبرکات حاصل کیں۔ پھر حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ اور حج وزیارت سے مستفید ہوئے۔ وہاں پر آپؒ نے شیخ عبدالوہاب بن ولی اللہ متقیؒ جیسے علما سے علم حدیث حاصل کیا۔ خاص طور پر ان سے ''مشكوٰة المصابيح'' پڑھی۔ نیز ان سے ذکر واذکار اور طریقت کا سلسلہ بھی اخذ کیا۔ انھوں نے اپنا خرقۂ خلافت اور اجازت سے مشرف فرمایا۔ اس کے بعد دہلی میں تشریف لائے۔ اور اس عرصے میں علم حدیث کے پھیلاؤ اور شریعت وطریقت وطریقت کے فروغ کے لیے بہت کام کیا۔ اور چھوٹی بڑی بہت سی تصنیفات لکھیں۔ آپؒ کا انتقال پیر کے دن 23/ربیع الاول 1052ھ (1642ء) میں ہوا۔ اور ''حوضِ شمسی'' کے قریب آپؒ کو دفن کیا گیا۔ (دیکھیے! نزهة الخواطر۔ ج:05۔ ص:219 تا 229۔ طبع: طیب اکیڈمی، ملتان)

www.rahimia.org

26۔ شیخ تاج الدین بن زکریا عثمانی نقش بندی سنبھلیؒ: مشہور اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ آپؒ کی پیدائش ''سنبھل'' شہر میں ہوئی۔ اور وہیں پرورش پائی۔ شیخ احمد نخلعی مکیؒ اپنے بعض رسالوں میں لکھتے ہیں: ''یہ شیخ تاج الدین اولیاء اللہ اور عارفین میں سے تھے۔ انھوں نے مکہ میں بڑی لمبی مدت تک قیام کیا۔ اور 1040ھ (1630ء) میں آپؒ کا انتقال ہوا'' یہی وہ بات ہے، جو امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنے استاذ شیخ ابوطاہر بن ابراہیم کردی مدنیؒ سے نقل کی ہے۔ آپؒ سے تعلیم حاصل کرنے والوں میں شیخ عبدالباقی بن زین مزجاجی زبیدیؒ، شیخ عبداللہ بن شیخ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن حضرمی عیدروسیؒ، شیخ عبداللہ بن محمد باقی (باللہ) دہلویؒ اور سید محمود بن اشرف حسینی امروہویؒ ہیں۔ اوران کے علاوہ بھی ایک بڑی مخلوق نے آپؒ سے استفادہ کیا۔ (دیکھیے !نزهة الخواطر. ج:05۔ ص:99)

27۔ شیخ الاجل، امام العارف، بحرالحقائق والمعارف، شیخ الاسلام والمسلمین، شیخ احمد بن عبدالاحد بن زین العابدین سرہندی، مجدد الف ثانیؒ: آپؒ کی پیدائش سرہند میں شوال/ 971ھ (1564ء) میں ہوئی۔ آپؒ نے زیادہ تر علوم اور طریقۂ چشتیہ اپنے والدِ گرامی شیخ عبدالاحد سے حاصل کیا۔ بعض علومِ عقلی شیخ کمال الدین کشمیری سے حاصل کیے۔ اور حدیث کی سند شیخ یعقوب بن حسن صیرفی کشمیریؒ سے حاصل کیے۔ آپؒ 17 سال کی عمر میں تمام علومِ ظاہری سے فراغت کے بعد تصنیف و تدریس میں مشغول ہوگئے۔ اسی زمانے میں آپؒ نے ایک رسالہ ''رسالة في إثبات النبوة'' تحریر کیا۔ جس پر علما نے بڑی تعریف کی۔ اس کے بعد آپؒ کے والدِ گرامیؒ نے آپؒ کو اپنا خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔ 1007ھ (1598ء) میں جب آپؒ کے والدِ گرامی کا انتقال ہوگیا، تو آپؒ نے حج کے ارادے سے دہلی کا سفر کیا۔ وہاں اللہ تبارک وتعالیٰ کی توفیق سے آپؒ کو شیخ الاجل شیخ رضی الدین عبدالباقی (خواجہ باقی باللہ) نقش بندیؒ متوفی 1012ھ (1603ء) کی صحبت حاصل ہوئی۔ اور آپؒ نے ان سے طریقۂ نقشبندیہ اخذ کیا۔ پھر اس میں اتنے مشغول ہوئے کہ بتدریج ترقی کرتے ہوئے مقامِ قطبیت اور فردیت پر فائز ہوگئے۔ یہاں تک کہ آپؒ کو آپؒ کے شیخ نے مرتبۂ تکمیل وترقی کے اعلیٰ مدارج قرب تک پہنچنے کی خوش خبری دی۔ اور اپنی خلافت اور جانشینی سے مشرف فرمایا۔ آپؒ سرہند واپس تشریف لائے۔ اور مسندِ ارشاد پر تشریف فرما ہوئے۔ درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں مشغول ہوگئے۔ آپؒ فقہ، اصولِ فقہ، علم کلام، تفسیر، حدیث، تصوف وغیرہ کی کتابیں بڑی تحقیق سے پڑھاتے تھے۔

اس عرصے میں آپؒ کی شہرت دور دراز تک پھیل گئی۔ تو حاسدین اور آپؒ کے دشمنوں نے آپؒ کے خلاف سازشیں شروع کردیں۔ چناں چہ بادشاہِ وقت جہاں گیر سے شکایات کی گئیں۔ چناں چہ جہاں گیر نے آپؒ کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ اور آپؒ سے سوالات کیے۔ آپؒ کے جوابات سے وہ مطمئن ہوا۔ لیکن حاسدین نے سلطان جہاں گیر کو اس بات کا غصہ دلایا کہ انھوں نے سجدۂ تعظیمی نہیں کیا۔ اس پر جہاں گیر نے آپؒ کو ''گوالیار'' کے قلعے میں قید کردیا۔ شاہ جہاں اور دیگر علما نے کتبِ فقہ لے جا کر آپ سے عرض کیا کہ بادشاہوں کو سجدۂ تعظیمی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس لیے آپؒ سلطان سے معذرت کرلیں۔ لیکن حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا: ''یہ رخصت ہے۔ عزیمت یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ نہ کیا جائے۔'' تین سال تک آپؒ اس قلعے میں قید رہے۔ اس عرصے میں آپؒ نے قرآنِ پاک حفظ کرلیا۔ پھر سلطان جہاں گیر نے قید سے اس شرط پر نکالا کہ وہ ان کے لشکر کے ساتھ رہیں گے۔ اور جہاں لشکر جائے گا، ساتھ ساتھ رہیں گے۔ اس طرح شیخ نے شاہی لشکر میں آٹھ سال قیام کیا۔ سلطان جہاں گیر کی وفات کے بعد شاہ جہاں نے بادشاہ بن کر آپؒ کو سرہند جانے کی اجازت دی۔

آپؒ سرہند تشریف لائے اور باقی ساری عمر درس وتدریس اور رُشد وارشاد کے پھیلاؤ میں مصروف رہے۔ آپؒ نے بہت سی تصنیفات لکھی ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور تین جلدوں میں آپؒ کے ''مکتوبات مجدد الف ثانی'' ہیں۔ جو علوم وشرائع اور حقائق ومعارف سے بھرپور ہیں۔ آپؒ کی زندگی میں آپؒ کے مخالفوں میں سے شیخ محمد صالح اورنگ آبادی، محمد عارف اور عبداللہ سورتی وغیرہ نے ان مکتوبات میں سے کچھ من پسند اقوال جمع کرکے مدینہ منورہ کے ایک مفتی سید محمد برزنجیؒ سے آپؒ کے خلاف

کفر کا فتویٰ لیا۔ اگر چہ حرمین شریفین کے محققین علمائے کرام نے اس کی تصدیق نہیں کی، لیکن کفر بازی کا یہ فتویٰ بہت زیادہ پھیلایا گیا۔ اسی بنا پر عرب کے محققین علما نے آپؒ کے مکتوبات کے صحیح عربی تراجم کیے۔ اور آپؒ کی عبارات کے صحیح مفہوم سمجھائے۔ آپؒ کے مخالفین میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ بھی ہیں، جنھوں نے ایک رسالہ آپؒ کے خلاف لکھا۔ جس کا جواب حضرت الامام شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور حضرت شیخ غلام علی دہلویؒ وغیرہ علما و مشائخ نے دیا۔ آپؒ نے اپنے زمانے کے بعض نام نہاد مشائخ کی طرف سے شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کے ''نظریۂ وحدت الوجود'' کے غلط استعمال کی وجہ سے جو الحاد و زندقہ پیدا ہو رہا تھا، اس کا جواب دیا۔ اور ''نظریۂ وحدت الشہوذ'' کی اساس پر ''وحدت الوجود'' کے غلط استعمال کا راستہ روکا۔ چناں چہ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ان دونوں نظریات کی حقیقت و ماہیت اور ان کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے ان نظریات کے غلط استعمال کرنے والوں کا ردّ کیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا انتقال 28/صفر 1034ھ (1624ء) میں سرہند میں ہوا۔ آپؒ کے صاحبزادے حضرت شیخ محمد سعید نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اور سرہند شریف میں ہی آپؒ کا مزار ہے۔

28۔ شیخ ملا علی بن سلطان محمد ہرویؒ: آپؒ ''ملا علی قاری'' کے نام سے مشہور ہیں۔ آپؒ کا لقب ''نورالدین'' ہے۔ اپنے زمانے کے محقق و مدقق، محدث و فقیہ اور جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے۔ آپؒ ''ہرات'' میں پیدا ہوئے۔ اور مکہ معظّمہ میں آ کر خاتمۃ المحققین شیخ احمد بن حجر ہیثمی مکیؒ اور شیخ قطب الدین مکی نہروالی سے علوم پڑھے۔ آپؒ کو مسجع و مقفی عربی عبارت لکھنے پر بڑی قدرت حاصل تھی۔ آپؒ نے بے شمار تصنیفات لکھی ہیں۔ آپؒ کا انتقال مکہ مکرمہ میں ماہِ شوال/ 1014ھ (1606ء) میں ہوا۔ آپؒ کی تاریخ وفات ''محقق درست ایمان'' ہے۔ (دیکھیے! حدائق الحنفیہ، از مولوی فقیر محمد جہلمیؒ۔ ص:22-421۔ طبع: المیزان، لاہور)

29۔ ان سے مراد شیخ ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد بن احمد بن بیریؒ مفتی مکہ ہیں۔ آپؒ حرمین شریفین میں علم فتویٰ کے بڑے ماہر لوگوں میں سے ہیں۔ اور فقہائے حنفیہ کے اکابرین میں سے ایک ہیں۔ آپؒ کی تصنیفات ستر سے زائد ہیں۔ ان میں ''عمدة ذوی البصائر حاشية الأشباه و النظائر''، ''شرح مؤطّا إمام محمّد''، ''شرح تصحيح القدوری للشّيخ قاسم''، ''شرح المنسک الصّغير لعلی القاری''، ''شرح منظومة ابن شحنة فی العقائد'' شامل ہیں۔ آپؒ کا انتقال 16/ شوال 1099ھ (1688ء) میں ہوا۔ اور آپؒ کو ''جنت المعلی'' میں حضرت خدیجہؓ کے قریب دفن کیا گیا۔ جیسا کہ کتاب ''خلاصة الأثر'' میں لکھا ہے۔ (دیکھیے! طرب الأماثل بتراجم الأفاضل، از مولانا عبدالحئی لکھنویؒ۔ ص:54-253۔ مطبوعہ: کتب خانہ نور محمد، کراچی)

30۔ ان سے مراد شیخ عبدالرحمٰن بن مرشد الدین عمری مرشدیؒ ہیں۔ آپؒ حنفی عالم ہیں۔ اور ''مرشدی'' کے نام سے مشہور ہیں۔ آپؒ کی پیدائش مکہ مکرمہ میں 05/ جمادی الاولیٰ 975ھ (1567ء) میں ہوئی۔ آپؒ بڑے عالم اور ادیب تھے۔ علوم کی بہت سی اقسام پر آپؒ کو بڑی قدرت حاصل تھی۔ حرمِ مکی کے افتا کی ذمہ داری آپؒ کے سپرد تھی۔ آپؒ کو 09/ ذی الحج 1037ھ (1628ء) میں شہید کر دیا گیا۔ آپؒ کی تصنیفات میں: ''شرح عقود الجمان فی المعانی و البيان للسيوطیؒ''، ''الوافی شرح الكافی فی العروض و القوافی''، ''حاشية علٰی تفسير البيضاوی''، ''مناح السمر فی منازل القمر''، ''جامع الفتاویٰ'' شامل ہیں۔ اور بھی آپؒ کی شعر و شاعری اور نثر پر کئی یادگار کتابیں ہیں۔ (دیکھیے! معجم المؤلفین، از عمر رضا کحالہؒ۔ ج:05۔ ص:164) شیخ عبدالستار صدیقیؒ لکھتے ہیں کہ: ''مرشدی کی نسبت اس لیے ہے کہ آپؒ کے والد کا نام ''مرشدالدین'' تھا۔ اور وہ شیراز سے دسویں صدی کے اوائل میں مکہ مکرمہ آئے تھے۔'' (دیکھیے! موائد الفضل و الكرم الجامعه لتراجم اهل الحرم (قلمی)، از شیخ عبدالستار صدیقی دہلویؒ۔ ص:108)

31۔ شیخ، عالم، علامہ، محدث، مفتی، قطب الدین محمد بن علاؤالدین احمد بن محمد بن محمود حنفی، نہروالی، مکیؒ: آپؒ کی نسبت ''نہروالی'' اس

لیے ہے کہ آپؒ کے خاندان کا تعلق ہندوستان کے شہر گجرات کے قریب ایک قصبے ''نہروالہ'' کی طرف ہے۔ جو کہ ''پٹن'' گجرات کاٹھیا واڑ کا پرانا نام ہے۔ آپؒ بیت اللہ الحرام کے مشہور علما و فقہا میں سے تھے۔ حدیث و فقہ میں آپؒ کو بڑی مہارت حاصل تھی۔ اس لیے آپؒ کو مکی کہا جاتا ہے۔ آپؒ کی ولادت لاہور میں 917ھ (1511ء) میں ہوئی۔ آپؒ نے اپنے والد اور شیخ عبدالحق سنباطیؒ سے علم کا حصول کیا۔ اور پھر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ اور وہاں خطیب معمر احمد بن محبّ الدین بن ابوالقاسم نویری مکی اور محدث یمن وجیہ الدین عبدالرحمٰن شعبانی زبیدیؒ وغیرہ سے علوم حاصل کیے۔ پھر آپؒ 943ھ (1536ء) میں مصر تشریف لے گئے۔ پھر مصر کے علما سے علوم حاصل کیے۔ آپؒ نے طریقت کا سلسلہ شیخ علاؤالدین کرمانی نقشبندیؒ متوفی 939ھ (1532ء) سے حاصل کیا۔ آپؒ کو ''صحیح بخاری'' کی ایسی سندِ عالی حاصل ہے، کہ اس سند سے زیادہ اونچی سند دنیا میں کسی کی نہیں ہے۔ آپؒ صرف آٹھ واسطوں سے امام بخاریؒ سے ''بخاری شریف'' کی روایت کرتے ہیں۔ مصر سے واپسی پر آپؒ مدرسہ اشرفیہ مکہ معظّمہ میں مدرّس ہوئے۔ پھر 965ھ (1558ء) میں استنبول تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے واپس آئے تو سلطان احمد شاہ گجراتی کے مدرسہ واقعہ مکہ مکرمہ میں منتظم اور متولی رہے۔ پھر 975ھ (1567ء) میں مدرسہ حنفیہ سلیمانیہ قائم ہوا، تو اس میں طب، حدیث اور اصولِ فقہ کا درس دیتے رہے۔ خلافتِ عثمانیہ کی جانب سے آپؒ مکہ معظّمہ کے مفتی اور حرم میں خطیب کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ سلطان سلیمان، سلطان سلیم اور سلطان مراد آپؒ کی بڑی عزت و احترام کرتے رہے۔ آپؒ کا انتقال 991ھ (1583ء) میں مکہ مکرمہ میں ہوا۔ آپؒ نے کافی تصانیف لکھی ہیں۔ (دیکھیے! الیانع الجنی علیٰ ھامش کشف الاستار۔ ص:23۔ طبع: دارالاشاعت، دیوبند۔ نزہۃ الخواطر۔ ج:04۔ ص:254 تا 258)

مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ کو یہاں بھی اشتباہ ہوا ہے۔ اور انھوں نے ''الیانع الجنی'' کی مذکورہ بالا عبارت کے بعد لکھا ہے کہ: ''مولانا عبدالحیٔ حسنیؒ ''نزھۃ الخواطر'' میں لکھتے ہیں کہ: ''شیخ صالح قطب الدین ذاکر نہروالی گجراتی ''قطبِ جہاں'' کے لقب سے مشہور تھے۔ آپؒ گجرات کے علاقے کے بڑے کِبار مشائخ میں سے تھے۔ آپؒ سے تعلیم حاصل کرنے والوں میں شیخ ولی محمدؒ اور شیخ لشکر محمدؒ بھی تھے۔ حقائق و معارف میں آپؒ کے بہت سے مکتوبات ہیں۔ جنھیں کئی ضخیم جلدوں میں جمع کیا گیا ہے۔ (دیکھیے! نزھۃ الخواطر۔ ج:04۔ ص:271)'' یہ درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ ''قطب الدین ذاکر نہروالی گجراتی'' کے حالات ہیں۔ نام کی مشابہت کی وجہ سے مولانا قاسمیؒ نے ان کا تذکرہ یہاں کردیا۔ جب کہ ''نزھۃ الخواطر'' میں مولانا عبدالحیٔؒ ''قطب الدین مکی'' کے حالات ''شیخ محمد بن احمد نہروالی'' کے عنوان سے لکھے ہیں۔ جو اوپر درج کردیے گئے ہیں۔ (آزاد)

32۔ شیخ علی بن جاراللہ بن محمد بن ابوالیمن محمد ابن ابوبکر بن ابوالبرکات محمد بن ابوالسعو د محمد بن ظہیرہ مفتی مکہ، قریشی، مخزمی، ظہیری، حنفیؒ: ''ظہیرہ'' تصغیر کے ساتھ ہے۔ ''بیتِ ابن ظہیرہ'' مکہ مکرمہ کے قدیم خاندانوں میں سے ایک ہے۔ آپؒ گیارہویں صدی کے اوائل میں مکہ مکرمہ میں ''مفتی الحنفیہ'' تھے۔ امام سخاویؒ فرماتے ہیں کہ: ''خاندانِ بنی ظہیرہ میں سب سے پہلے جو فرد حنفی بنے، وہ شیخ ابوالیمن تھے۔ شیخ علی بن جاراللہ ظہیرہ اپنے زمانے میں حرمِ مکی میں خطیب اور مفتی تھے۔ اور ان کو بڑی شہرت اور بلندی حاصل تھی۔ لوگ دور دراز سے سفر کرکے آپؒ سے فتاویٰ اور علم حدیث کی سند حاصل کرنے آیا کرتے تھے۔ آپؒ کا انتقال 1010ھ (1601ء) میں ہوا۔ آپؒ کی عمر نوے سال سے زائد تھی۔ آپؒ اُن لوگوں میں سے ہیں، جنھوں نے اپنے زمانے میں ''محکمۂ شرعیہ'' جاری کیا۔ (دیکھیے! موائد الفضل و الکرم الجامعہ لتراجم اھل الحرم (قلمی)، از شیخ عبدالستار صدیقی دہلویؒ۔ ص:112) مولانا سندھیؒ نے شیخ علی بن جاراللہ کا سن وفات 986ھ (1578ء) لکھا ہے۔ جب کہ شیخ عبدالستارؒ نے 1010ھ (1601ء) لکھا ہے۔ واللہ اعلم (آزاد)

33۔ ان سے مراد شیخ احمد بن محمد بن احمد بن یونس بن اسماعیل بن محمود سعودی مصریؒ ہیں۔ آپؒ ''شلبی'' کے نام سے مشہور ہیں۔ آپؒ

کی کنیت ''شہاب الدین'' اور ''ابو العباس'' ہے۔ آپؒ بڑے فقیہ اور نحوی ہیں۔ آپؒ کی تصنیفات میں فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''کنز الدقائق'' کی شرح ''تجريد الفوائد الرقائق فى شرح كنز الدقائق''، ''الفوائد السنيّة علىٰ شرح المقدمة الأزهرية''، ''الدرر الفرائد علىٰ شرح الاجرومية للشيخ خالد'' ہیں۔ یہ دونوں کتابیں نحو میں ہیں۔ اسی طرح ''اتحاف الرواة بمسلسل القضاة''، ''مناسک الحج'' اور ''فتاویٰ''، جنھیں آپؒ کے پوتے علی بن محمدؒ نے جمع کیا ہے۔ شیخ شلبیؒ کی وفات 1021ھ (1612ء) میں ہوئی۔ (دیکھیے! معجم المؤلفین۔ ج:02۔ ص:78)

34۔ شیخ خیر الدین بن احمد بن علی بن زین الدین بن عبد الوہاب ایوبی، علیمی، فاروقی، رملی، حنفیؒ: آپؒ بڑے مفسر، محدث، فقیہ، لغوی، نحوی، صرفی، بیانی، عروضی تھے۔ آپؒ کی ولادت 993ھ (1585ء) میں رمضان المبارک کے اوائل میں فلسطین کے شہر ''رملہ'' میں ہوئی۔ اور آپؒ کا انتقال 27/ رمضان 1081ھ (1671ء) میں ہوا۔ آپؒ کی تصانیف میں: ''فتاویٰ خيرية لنفع البرية''، ''مظهر الحقائق الحنفية من البحر الرائق''، ''ديوانِ شعر''، ''مطلب الأدب و غاية الأرب'' اور ''حاشية على الأشباه و النظائر'' شامل ہیں۔ (دیکھیے! معجم المؤلفین، از عمر رضا کحالہ۔ ج:04۔ ص:132)

35۔ شیخ محمد بن عمر حانوتی، مصری، حنفیؒ: آپؒ بھی بڑے فقیہ اور ادیب تھے۔ آپؒ کی وِلادت 19/ صفر 928ھ (1521ء) میں ہوئی۔ اور آپؒ کا انتقال 1010ھ (1601ء) میں ہوا۔ آپؒ کی تصنیفات میں: ''إجابة السائلين بفتوى المتأخّرين'' دو جلدوں میں اور ''مناقب الشعراء'' ہیں۔ (دیکھیے! معجم المؤلفین، از عمر رضا کحالہ۔ ج:11۔ ص:78)

36۔ شیخ شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد بن عمر خفاجی، مصری: آپؒ بڑے حنفی عالم، لغوی اور بڑے ماہر ادیب تھے۔ آپؒ کی ولادت مصر میں 979ھ (1571ء) میں ہوئی۔ اور آپؒ کا انتقال 12/ رمضان المبارک 1069ھ (1659ء) میں ہوا۔ آپؒ کی تالیفات و تصنیفات بہت زیادہ ہیں۔ (دیکھیے! معجم المؤلفین، از عمر رضا کحالہ۔ ج:02۔ ص:138)

37۔ شیخ کبیر امام عبد العزیز بن حسن بن طاہر عباسی، دہلوی، شکر بارؒ: آپؒ چشتی مشائخ میں سے بڑے لوگوں میں سے تھے۔ اور ''شکر بار'' کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپؒ کی ولادت شہر جونپور میں 898ھ (1493ء) میں ہوئی۔ آپؒ کے والدِ گرامی کا انتقال بچپن میں ہی ہو گیا تھا۔ آپؒ کی والدہ نے آپؒ کی تربیت کی۔ آپؒ نے شیخ محمد بن عبد الوہاب حسینیؒ اور شیخ ابراہیم بن معین حسین ایرجیؒ سے علوم حاصل کیے۔ طریقۂ سہروردیہ آپؒ نے شیخ عبد الوہابؒ اور طریقۂ قادریہ شیخ ابراہیمؒ سے حاصل کیا۔ پھر آپؒ نے ظفر آباد کا سفر کیا۔ اور شیخ قاضی خان بن یوسف ناصحیؒ کی تین سال صحبت اختیار کی۔ اور ان سے طریقۂ چشتیہ حاصل کیا۔ شیخ تاج محمود جونپوریؒ نے بھی آپؒ کو طریقۂ چشتیہ میں اجازت دی تھی۔ یہ تمام فضائل و مراتب حاصل کر کے آپؒ دہلی تشریف لائے۔ اور رُشد و ہدایت کا سلسلہ قائم فرمایا۔ وہاں آپؒ نے درس و تدریس اور تفسیر و تصوف کی تعلیم شروع کی۔ آپؒ کی بائیس سے زیادہ تصنیفات ہیں۔ جن میں فقہ اور تصوف پر کئی کتابیں ہیں۔ آپؒ کا انتقال دہلی میں پیر کے دن 07/ جمادی الاخریٰ 975ھ (1567ء) میں ہوا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ عام طور پر آپؒ اپنے مکتوبات میں اپنے نام سے پہلے ''ذرّۂ ناچیز'' لکھا کرتے تھے۔ آپؒ کی موت کے بعد جب اس کے عدد شمار کیے گئے، تو وہ آپؒ کی تاریخ وفات تھی۔ (دیکھیے! نزهة الخواطر۔ ج:04۔ ص:64-163)

38۔ شیخ، امام، عالم کبیر، محدث علی بن حسام الدین بن عبد الملک بن قاضی خان متقی، شاذلی، مدینی، چشتی، برہان پوری، مہاجر مکیؒ: آپؒ شہر برہانپور میں 885ھ (1480ء) میں پیدا ہوئے۔ بچپن سے ہی آپؒ کے والد نے آپؒ کے شیخ بہاؤ الدین صوفی برہانپوریؒ سے مرید کرا دیا تھا۔ بالغ ہونے کے بعد آپؒ نے اُن سے خوب فیض حاصل کیا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے شیخ عبد الحکیم بن بہاؤ الدینؒ نے آپؒ کو خرقۂ خلافت عطا کیا۔ اس کے بعد آپؒ نے ہندوستان کا سفر کیا۔ اور پھر شیخ حسام الدین متقی ملتانیؒ کی صحبت دو سال تک اختیار کی۔ اور ان سے تفسیر بیضاوی وغیرہ پڑھی۔ پھر آپؒ حرمین شریفین تشریف لے

www.rahimia.org

گئے اور شیخ ابوالحسن شافعیؒ بکری سے علومِ حدیث حاصل کیے۔ اور ان سے طریقۂ قادریہ شاذلیہ اور مدینیہ حاصل کیا۔ نیز یہ تمام سلسلے شیخ محمد بن محمد سخاوی مصریؒ سے بھی حاصل کیے۔ علم حدیث آپؒ نے شیخ شہاب الدین احمد ابن حجر مکیؒ سے بھی حاصل کیا۔ پھر آپؒ بیت اللہ الحرام مکہ مکرمہ میں قیام پذیر ہوگئے۔ آپؒ کی کافی تصنیفات ہیں۔ آپؒ کا انتقال منگل کی رات 02/ جمادی الاولیٰ 975ھ (1567ء) میں مکہ مکرمہ میں ہوا۔ اور حضرت فضیل بن عیاض کی قبر کے قریب ''جنت المعلیٰ'' میں دفن ہوئے۔

39۔ شیخ عالم کبیر محدث رحمت اللہ بن عبداللہ بن ابراہیم عمری، سندھی، مہاجرِ مدینہ: آپؒ سندھ کے علاقے میں واقع ایک شہر ''دربیلہ'' میں پیدا ہوئے۔ اور وہیں بڑے عمدہ طریقے سے پرورش پائی۔ پھر اپنے والد کے ساتھ گجرات کا سفر کیا۔ پھر وہاں سے حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ آپؒ نے علم حدیث شیخ علی بن محمد بن غریق خطیب مدنیؒ مصنف ''تنزيه الشريعة'' وغیرہ ائمہ حدیث سے حاصل کیا۔ اور پھر واپس ہندوستان تشریف لائے۔ آپؒ کے ساتھ عبداللہ بن سعداللہ سندھیؒ بھی تھے۔ اور گجرات میں قیام فرمایا۔ یہاں بہت زیادہ قیام کی وجہ سے وہ آپؒ کا وطن بن گیا۔ انھوں نے وہاں پر بہت سال درس و تدریس کا کام کیا۔ آپؒ سے بہت زیادہ مخلوق نے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ جن کی تعداد شمار نہیں کی جاسکتی۔ آپؒ بہت ہی زیادہ تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرنے والے تھے۔ عزیمت پر عمل کرتے تھے۔ حجاز میں قیام کے دوران شک و شبہ کی وجہ سے کوئی نذر و نیاز قبول نہیں کرتے تھے۔ آپؒ کی بہت ساری تصنیفات ہیں۔ آپؒ کا انتقال 08/ محرم الحرام 994ھ (1585ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! نزهة الخواطر۔ ج:04۔ ص:112)

40۔ ان سے مراد شیخ عالم محدث عبداللہ بن سعداللہ متقی، سندھی، مہاجرِ مدینہ منورہؒ ہیں۔ آپؒ کے زمانے میں علم حدیث و تفسیر میں آپؒ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں تھا۔ آپؒ کی پیدائش سندھ میں ہوئی۔ اور وہیں پر آپؒ نے پرورش پائی۔ اور پھر گجرات کا سفر کیا۔ وہاں آپؒ نے 947ھ (1540ء) میں قاضی عبداللہ بن ابراہیم سندھیؒ کی صحبت اختیار کی۔ پھر انہی کے ساتھ حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ اور حرمین میں اپنے زمانے کے ائمہ حدیث سے علم حدیث حاصل کیا۔ خاص طور پر شیخ علی بن حسام الدین متقی برہان پوریؒ فیض حاصل کیا۔ اور مدینہ منورہ میں بڑی طویل مدت قیام کیا۔ پھر ہندوستان واپس لوٹے۔ اور شیخ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھیؒ کی صحبت اختیار کی۔ اور گجرات میں کافی زمانے تک قیام کیا۔ اور وہاں درس و تدریس میں مشغول رہے۔ آپؒ سے یہاں پر بہت سے علما نے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ پھر آپؒ مکہ مکرمہ واپس تشریف لے گئے۔ اور وہیں پر ماہِ ذی الحج 984ھ (1576ء) میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپؒ کی تصنیفات بھی کافی ہیں۔ (دیکھیے! نزهة الخواطر۔ ج:04۔ ص:205)

41۔ امام، علامہ، شیخ زین الدین بن ابراہیم بن محمد بن محمد بن محمد بن بکر مصری بن نجیمؒ: آپؒ ''ابن نُجیم'' کے نام سے مشہور ہیں۔ آپؒ قاہرہ میں 926ھ (1520ء) میں پیدا ہوئے۔ اور قاہرہ کے علما سے علوم و فیوض حاصل کیے۔ آپؒ نے فقہ کی تعلیم شیخ امین الدین بن عبدالعال حنفیؒ، شیخ قاسم بن قطلو بغاؒ، شیخ ابوالفیض سلمیؒ، شیخ برہان الدین کرکیؒ، شیخ شرف الدین بلقینیؒ اور شیخ الاسلام احمد بن یونس المشہور ''ابن شلبیؒ'' سے حاصل کی۔ آپؒ اپنی ابتدائی زندگی میں ہی علم میں مشغول ہوگئے۔ آپؒ نے علم کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ یہاں تک کہ اللہ نے آپؒ پر اس کا دروازہ کھول دیا۔ آپؒ علم فقہ میں منفرد شخصیت، بہترین قانون ساز اور درس و اِفتا کے اونچے درجے پر فائز تھے۔ آپؒ سے بہت سے لوگوں نے علوم حاصل کیے۔ خاص طور پر آپؒ کے بھائی شیخ عمر ابن نجیمؒ مصنف ''نهر الفائق'' اور علامہ محمد تمرتاشیؒ وغیرہ نے علوم حاصل کیے۔ آپؒ علومِ فقہ پر عبور کے ساتھ ساتھ فقرائے صوفیا کے طرز پر انتہائی زاہدانہ زندگی بسر کرنے والے تھے۔ آپؒ کی بہت سی مشہور تصنیفات ہیں۔ جن میں ''بحر الرائق شرح كنز الدقائق''، ''شرح المنار في الاصول'' اور ''الأشباه و النظائر'' جیسی بلند پایہ فقہی کتابیں ہیں۔ جہاں تک کتابوں کے حواشی اور تعلیقات کا تعلق ہے، تو وہ شمار سے بھی باہر ہیں۔ آپؒ کا انتقال بدھ کے دن، رجب کے مہینے میں 970ھ (1563) میں ہوا۔ اور سیدہ

سکینہؓ کے قریب دفن ہوئے۔(دیکھیے! مقدمہ ''الاشباہ و النظائر''۔ج:01۔ص:3-402۔طبع: کراچی)

42۔ مخدوم، شیخ عبدالقادر ثانی، اوچیؒ بن سید محمد غوث بن شمس الدین حلبیؒ بن سید شاہ میر بن سید علی بن سید مسعود بن سید احمد بن سید صفی الدین بن سید سیف الدین عبدالوہاب بن غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ: آپؒ غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد میں سے ہیں۔آپؒ کے والد سید محمد غوثؒ 887ھ(1482ء) میں حلب شہر (شام) سے اوچ شریف تشریف لے آئے تھے۔ یہیں آپؒ کی پیدائش ہوئی۔آپؒ کی پیدائش 862ھ(1458ء) میں ہوئی۔آپؒ نے اپنے والدِ گرامی سے تربیت اور فیض حاصل کیا۔اور پھر انھیں کی جگہ پر ان کے جانشین بنے۔آپؒ کے ہاتھ پر سینکڑوں ہزاروں لوگوں نے اسلام قبول کیا۔آپؒ اپنے مورثِ اعلیٰ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے حقیقی جانشین اور ان کی نسبت کے امین تھے۔آپؒ نے دنیا کی تمام چیزوں سے استغنا برتتے ہوئے زُہد و فقر کا راستہ اختیار کیا۔آپؒ کا انتقال 18/ربیع الاول 940ھ(1533ء) میں اوچ شریف میں ہوا۔ اوچ گیلانی میں آپؒ کا مزار مرجع خلائق ہے۔(دیکھیے! نزہۃ الخواطر۔ج:04۔ص:176۔ نیز خطۂ پاک اوچ، از مسعود حسن شہاب۔ص:252 تا 262۔طبع: اردو اکیڈمی، بہاولپور)

آپؒ کے صاحبزادے شیخ عبدالرزّاق آپؒ کے جانشین بنے۔اور علوم و افکار کے وارث ہوئے۔ان کا انتقال 05/جمادی الاخریٰ 942ھ(1535ء) میں ہوا۔اور آپؒ بھی اوچ میں مدفون ہیں۔ان کے صاحبزادے سید حامد گنج بخش گیلانیؒ ہوئے۔جو آپؒ کے جانشین اور اس سلسلے کے مسند نشین تھے۔ان کا انتقال 09/ذی قعد 978ھ(1571ء) میں ہوا۔اور وہ بھی اس شہر میں مدفون ہیں۔ان کے صاحبزادے حضرت سید ابوالحسن جمال الدین موسیٰ پاک شہیدؒ ہوئے۔وہ اپنے والد کے انتقال کے بعد بڑے بھائی سے اختلاف کی وجہ سے اوچ شریف سے ملتان تشریف لے گئے۔جہاں 1001ھ تک آپؒ کے علوم و فیوض سے ہزاروں لوگ مستفید ہوئے۔جن میں خاص طور پر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ہیں۔آپؒ کو 23/شعبان 1001ھ (مئی/1593ء) میں ایک شخص نے چھپ کر تیر مارا۔جس سے آپؒ شہید ہو گئے۔آپؒ کو پہلے اوچ شریف میں دفن کیا گیا۔پھر پندرہ سال کے بعد آپؒ کے صاحبزادے اور جانشین مخدوم سید حامد بخش آپؒ کا جسدِ خاکی لے کر ملتان تشریف لائے۔اور آپؒ کی خانقاہ میں آپؒ کی تدفین کی گئی۔(دیکھیے! دیکھ لیا ملتان، از ڈاکٹر زاہد علی واسطی۔ص:322 تا 325۔طبع: بیکن بکس، ملتان)

43۔ ان سے مراد شیخ ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن محمد اسماعیل کرکیؒ ہیں۔اصلاً کرک کے رہنے والے تھے۔اور قاہرہ 835ھ(1431ء) میں پیدا ہوئے۔وہیں پر پرورش پائی۔اور وہیں پر قیام فرما رہے۔ان کا انتقال 922ھ(1516ء) میں ہوا۔یہ ''ابن الکرکی'' کے نام سے مشہور ہیں۔ان کی کنیت ''برہان الدین'' ہے۔انھوں نے ساری عمر درس و تدریس، تصنیف و تالیف، اِفتا و اِرشاد اور حدیث کا درس دیا۔نظم و نثر میں ان کی کئی تصانیف ہیں۔(دیکھیے! معجم المؤلفین، از عمر رضا کحالہ۔جلد:01۔ص:46)

44۔ شیخ سری الدین، ابوالبرکات عبدالبر بن محمد بن محبّ الدین محمد بن محمد بن محمد المعروف ابن شحنۃ حلبیؒ: آپؒ کی پیدائش منگل کی رات، 09/ذی القعدہ 851ھ(1447ء) میں حلب شہر میں ہوئی۔وہاں سے آپؒ قاہرہ تشریف لائے۔قرآن کریم حفظ کیا۔آپؒ نے شیخ امین اقصرائی، تقی، شمنی، ہائیؒ اور شیخ قاسم بن قطلو بغاؒ سے تعلیم حاصل کی۔آپؒ کا انتقال 921ھ(1515ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! الفوائد البھیہ، از مولانا عبدالحئی لکھنویؒ: ص114۔طبع: نور محمد، کراچی)

45۔ ان سے مراد شیخ علی بن قوام الدین حسینی جون پوریؒ ہیں۔آپؒ ہندوستان میں صوفیا کے بڑے مشائخ میں سے ہیں۔آپؒ کے والد کا انتقال بچپن میں ہی ''سنبھل'' کے قریب ہو گیا تھا۔جو کہ اس علاقے کے والی تھے۔چناں چہ آپؒ کی پرورش، آپؒ کے چچا محمد بن سعیدؒ کے زیرِ سایہ ہوئی۔ان کا تذکرہ شیخ محمد بن فضل محبیؒ نے اپنی کتاب ''خلاصۃ الاثر'' میں شیخ تاج الدین سنبھلیؒ کے تذکرے میں کیا ہے۔اور لکھا ہے کہ: ''سید علی بن قوام ہندیؒ اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے۔آپؒ کو بہت سے عجیب تجربات

www.rahmia.org

حاصل تھے۔ اور جذبِ قوی کے مالک تھے۔ بعض صالحین اور بزرگوں کا کہنا ہے کہ امتِ محمدیہؐ میں قطبِ ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بعد کرامات وتصرفات اور خرقِ عادات میں آپؒ جیسا کوئی اور آدمی ظاہر نہیں ہوا۔''

سید علیؒ کی وفات 06/صفر 955ھ (1548ء) میں ہوئی۔ (دیکھیے! نزهة الخواطر۔ ج:04۔ص245)

46۔ شیخ نورالدین عبدالرحمٰن بن احمد بن محمد جامیؒ: آپؒ قصبہ ''جام'' میں 23/شعبان 817ھ (1414ء) میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کا تعلق امام محمد شیبانیؒ کی اولاد سے ہے۔ آپؒ کے والد شمس الدین احمد بھی علم وتقویٰ کے مشہور لوگوں میں سے تھے۔ آپؒ کے والد اصفہان سے قصبہ ''جام'' میں تشریف لائے۔ اور پھر کچھ عرصہ بعد ہرات میں منتقل ہوگئے۔ آپؒ نے علومِ معقولہ اور منقولہ کی ابتدائی تعلیم اسی جگہ حاصل کی۔ اور پھر بہت جگہوں پر اسفار کے ذریعے علما ومشائخ سے استفادہ کیا۔ ابتدائی ذکر و اذکار کی تلقین آپؒ نے شیخ سعدالدین کاشغریؒ سے حاصل کی۔ اور پھر خواجہ عبیداللہ اَحرار نقشبندیؒ کی صحبت اور خدمت اختیار کی۔ اور ان کی صحبت وبرکت سے صوفیا کے عظیم مشائخ میں آپؒ کا شمار ہونے لگا۔ آپؒ کی بہت سی کتابیں ہیں۔ جن میں ''نفحات الأنس''، ''شرح فصوص الحکم''، ''رسالة فی الوجود'' اور نحو کی مشہور کتاب ''الفوائد الضیائیة'' المعروف ''شرح جامی'' وغیرہ ہیں۔ آپؒ کا انتقال جمعہ کے دن 18/محرم 898ھ (1492ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! الفوائد البهیه، از مولانا عبدالحئی لکھنویؒ۔ ص:86 تا 88)

47۔ ''اَخبار الاخیار'' میں لکھا ہے کہ: ''شیخ محمد مودود لاریؒ علمِ توحید کے بڑے ماہر لوگوں میں سے تھے۔ آپؒ تفرید وتجرید کو پسند کرتے تھے۔ آپؒ کی وِلادت 900ھ (1495ء) میں ہوئی۔ آپؒ میں اور شیخ امان اللہ پانی پتیؒ میں کافی طویل مدت تک باہمی صحبت رہی۔ اور شیخ امان اللہؒ نے آپؒ سے علمِ توحید کا استفادہ کیا۔ اور ''فصوص الحکم'' کی کتاب پر تحقیق حاصل کی۔ آپؒ نے آگرہ میں ایک طویل مدت تک قیام کیا۔ اس کے بعد شیخ امان اللہؒ کے شدید اصرار پر پانی پت میں سکونت اختیار کی۔ اور وہیں پر آپؒ کا انتقال ہوا۔ (دیکھیے! اخبار الأخیار، از شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ۔ ص:227۔ طبع: مجتبائی، دہلی)

48۔ مولانا شیخ عبدالغفور بن علی لاریؒ: ان کا لقب ''رضی الدین'' تھا۔ آپؒ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کے اَجل تلامذہ میں سے تھے۔ اور آپؒ کے خلفا میں اہم خلیفہ تھے۔ آپؒ حضرت سعد بن عبادہؓ کی اولاد میں سے تھے۔ اور علوم ظاہری اور باطنی کے جامع تھے۔ آپؒ کا انتقال ماہِ شعبان/ 912ھ (1506ء) میں ہوا۔ آپؒ کی تصنیفات میں ''الإختصار و الذیل علی نفحات الانس للجامی'' اور ''حاشیة علیٰ شرح الجامی للکافیة'' وغیرہ شامل ہیں۔ (دیکھیے! معجم المؤلفین۔ ج:05۔ص:269۔ اور مفید المفتی۔ص:126)

49۔ شیخ زین الدین احمد بن محمد بن عبداللطیف شرجی، یمنی، حنفیؒ: ''شرجیہ'' یمن میں قصبہ ''ہیث'' اور شہر زبید کے درمیان ایک بستی کا نام ہے۔ آپؒ کے دادا شیخ عبداللطیف بن ابوبکر بن احمد بن عمر شرجی، زبیدی، یمنی، حنفی، سراج الدینؒ ہیں۔ آپؒ مشہور نحوی فقیہ اور فلکی تھے۔ کئی کتابیں آپؒ کی تصنیف ہیں۔ شیخ عبداللطیف کی پیدائش 747ھ (1346ء) میں ہوئی۔ اور آپؒ کا انتقال 802ھ (1400ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! معجم المؤلفین، از عمر رضا کحالہ۔ ج:06۔ص:08) شیخ زین الدین احمد شرجیؒ انہی کے پوتے ہیں۔ اور ان کا انتقال مولانا سندھیؒ کی تصریح کے مطابق 893ھ (1488ء) میں ہوا۔

یہاں پر مولانا قاسمی صاحبؒ لکھتے ہیں: ''میرا خیال ہے کہ ان سے مراد احمد بن عبداللطیف شرجی یمنی حنفیؒ ہیں۔ جن کا انتقال 735ھ (1334ء) میں ہوا۔ اور اللہ زیادہ جانتا ہے۔'' (دیکھیے! معجم المؤلفین۔ ج:01۔ص:282) مولانا قاسمی صاحبؒ کا یہ خیال درست نہیں ہے۔ اس لیے کہ اسی جگہ عمر رضا کحالہ نے ان کا لقب ''شہاب الدین'' لکھا ہے۔ جب کہ مولانا سندھیؒ نے احمد بن محمد شرجیؒ کا لقب ''زین الدین'' بیان کیا ہے۔ نیز ان کی تاریخ وفات بھی درست نہیں۔ عمر رضا کحالہ جس

www.rahimia.org

تاریخ وفات کا تذکرہ کیا ہے، وہ صرف ''کتب خانہ سلیم آغا'' کے حوالے سے ہے۔ باقی مآخذ اس سلسلے میں خاموش ہیں۔ اندازہ یہ ہے کہ ان کی تاریخ وفات 835ھ (1432ء) ہوگی۔ جو کاتبین کی غلطی سے 735ھ ہوگی۔ اور یہ شیخ عبداللطیف شرجیؒ کے صاحبزادے ہیں۔ جب کہ مولانا سندھیؒ نے جن کا تذکرہ کیا ہے، وہ شیخ عبداللطیف کے دوسرے بیٹے محمد کے بیٹے احمد ہیں۔ جن کو مولانا سندھیؒ نے ''زین شرجی'' کے نام سے بیان کیا ہے۔ (آزاد)

50۔ علامہ قاسم بن قطلو بغاؒ: ان کی کنیت ''زین الدین'' ہے۔ آپؒ فقہ حنفیؒ کے بڑے عالم، مؤرّخ اور محقق ہیں۔ آپؒ کی ولادت 802ھ (1400ء) میں قاہرہ میں ہوئی۔ علامہ سخاویؒ نے آپؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ: ''امام، علامہ، زبان و بیان پر قدرت رکھنے والے، مناظرے کے ماہر اور نقد و جرح پر عبور رکھنے والے تھے۔ علمائے احناف کے حالات پر آپؒ کی ایک کتاب ''تاج التراجم فی علماء الأحناف'' ہے۔ نیز ''غريب القرآن و تقديم اللسان'' دو جلدوں میں ہے۔ اور بہت ساری دیگر کتابیں ہیں۔ ''مفيد المفتي'' میں لکھا ہے کہ: ''علامہ قاسم بن قطلو بغاؒ نے علمِ حدیث حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، شیخ سراج الدین قاری الہدایہؒ اور شیخ ابن ہمامؒ سے حاصل کیا ہے۔'' آپؒ کی وفات قاہرہ میں ہی 04/ ربیع الآخر 879ھ (1474ء) میں ہوئی۔ (دیکھیے! الأعلام۔ ج:06۔ ص:14۔ اور مفید المفتی۔ ص:125)

51۔ ان سے مراد شیخ محمد بن سلیمان رومی حنفیؒ ہیں۔ جو ''کافیجی'' کے نام سے مشہور ہیں۔ تقریباً 788ھ (1386ء) میں ان کی پیدائش ہوئی۔ اور جو لوگ 801ھ (1398ء) میں ان کی پیدائش کا تذکرہ کرتے ہیں، وہ غلط ہے۔ انھوں نے شیخ شمس سے فتوے کا علم حاصل کیا۔ اور عقل و بُرہان کی تعلیم امیر حیدر خافیؒ / حیدرہ بن احمد، جو کہ علامہ سعدالدین تفتازانیؒ کے تلامذہ میں سے ہیں اور شیخ عبدالواحد کوتاتیؒ وغیرہ سے حاصل کی۔ تیس سال کی عمر کے بعد قاہرہ تشریف لائے۔ اور شیخ بساطی وغیرہ محققینؒ کے ساتھ مل کر تحقیق و تدریس میں مشغول رہے۔ اس دوران آپؒ کا تذکرہ مشہور ہو گیا۔ اور آپؒ کے تلامذہ اور فتوے لوگوں میں پھیل گئے۔ لوگوں نے آپؒ سے طبقہ بعد طبقہ فائدہ اٹھایا۔ آپؒ کی تصانیف سو سے زیادہ ہیں۔ آپؒ کی تعریف شیخ حسن بن ابراہیم خالدیؒ شاعر نے بہت عمدہ الفاظ میں کی ہے۔ آپؒ کا انتقال اسہال کی حالت میں جمعہ کی صبح 04/ جمادی الثانیہ 873ھ (1468ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! ''الضوء اللامع'' کا خلاصہ۔ ج:07۔ ص:259۔ نیز بغية البغاة۔ ص:48۔ طبع: خانجی، مصر۔ 1326ھ)

52۔ شیخ احمد بن محمد قسطنطینی سکندری شُمُنّیؒ: آپؒ اصل میں قسطنطنیہ کے رہنے والے تھے۔ اور آپؒ کی پیدائش سکندریہ قاہرہ میں ہوئی۔ آپؒ نے قاہرہ میں پرورش پائی۔ مالکی المذہب تھے۔ پھر حنفی بن گئے۔ آپؒ ''شُمُنّی'' کے لقب سے مشہور ہیں۔ جو کہ مغربی ممالک کے کسی شہر کے قریب ایک آباد علاقے کا نام ہے۔ آپؒ کی وِلادت رمضان المبارک کے آخری عشرے میں 801ھ (1398ء) میں سکندریہ میں ہوئی۔ آپؒ کے مشائخ میں: علامہ بلقینیؒ، شیخ عراقی اور شیخ ہیثمیؒ وغیرہ شامل ہیں۔ آپؒ کی بہت ساری کتابیں ہیں۔ (دیکھیے! الضوء اللامع، تالیف: حافظ سخاویؒ۔ ج:02۔ ص:174)

53۔ شیخ سعد بن محمد قاضی سعدالدینؒ: آپؒ مذہبِ حنفی کے بڑے مشائخ میں سے بڑے عالم ہیں۔ خاص طور پر آپؒ نے علمِ تفسیر کا علم بلند کیا ہوا تھا۔ آپؒ ''ابن دیری'' کے نام سے معروف ہیں۔ یہ نابلس شہر میں ''مردا جبل'' میں ایک مکان کی طرف نسبت ہے۔ آپؒ کی وِلادت منگل کے دن 17/ رجب 768ھ (1367ء) میں بیت المقدس میں ہوئی۔ وہیں آپؒ نے پرورش پائی۔ اپنے والد اور شیخ کمال شریحیؒ سے علمِ فقہ حاصل کی۔ آپؒ بہت بڑے امام اور علامہ اور اپنے مذہب کے استحضار کے سلسلے میں علم کے پہاڑ تھے۔ آپؒ کا انتقال قدیم مصر میں 09/ ربیع الآخر 867ھ (1463ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! الضوء اللامع (خلاصہ)۔ ج:03۔ ص:251)

54۔ محقق کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید المشہور ''ابن ہمامؒ'' سکندری، سیواسیؒ: آپؒ کے والد یورپین ممالک میں سے

www.rahimia.org

''سیواس'' کے قاضی تھے۔ پھر قاہرہ تشریف لائے۔ اور وہاں اسکندریہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ اور وہیں پر شیخ ابن ہمامؒ 788ھ (1386ء) یا 790ھ (1388ء) میں پیدا ہوئے۔ آپؒ بڑے فاضل اور محقق عالم ہیں۔ آپؒ نے سراج الدین قاری الہدایہ، قاضی محبّ الدین ابن شحنہؒ اور مشہور علما سے علم فقہ حاصل کیا۔ آپؒ تمام علوم وفنون کے جامع اور محقق عالم تھے۔ تمام عمر آپؒ درس وتدریس میں مشغول رہے۔ آپؒ نے بہت سی بے نظیر کتابیں تصنیف وتالیف فرمائیں۔ جن میں ''هـدايـه'' مشہور شرح ''فتح القدير'' اور ''التحرير في الأصول'' وغیرہ ہیں۔ آپؒ انتہائی صاحبِ نسبت اور اونچے اولیاء اللہ میں سے بھی تھے۔ کشف و کرامات میں بہت مشہور تھے۔ عزلت نشینی اور زُہد وتقویٰ میں بہت بلند مرتبے پر فائز تھے۔ آپؒ کا انتقال جمعہ کے دن 07/ رمضان 861ھ (1457ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! الفوائد البهيه۔ ص:81-180)

55۔ ان سے مراد سید جلال الدین خوارزمی کرلائیؒ ہیں۔ جو ''الكفاية'' کے مصنف ہیں۔ آپؒ آٹھویں صدی ہجری کے بڑے لوگوں میں سے تھے۔ (دیکھیے! مفيد المفتي۔ ص:126۔ مطبع: آسی، لکھنؤ۔ 1307ھ)

56۔ حافظ الدین بزازی بن محمد بن محمد کردیؒ: آپؒ ''ابن بزازی'' کے نام سے مشہور ہیں۔ آپؒ کی ولادت 729ھ (1329ء) میں ''کازرین'' ہوئی۔ اور وفات یمن کے مشہور شہر ''زبید'' میں 816ھ (1413ء) میں ہوئی۔ آپؒ بڑے عالم اور بہت سے علوم پر دسترس رکھنے والے تھے۔ آپؒ کی بہت سے تصانیف ہیں۔ جن میں ''قرآن حكيم كي تفسير''، ''بخاري شريف'' اور ''مشارق الأنوار'' کی شرح شامل ہیں۔ (دیکھیے! معجم المؤلفين، از عمر رضا کحالہ۔ ج:03۔ ص:177)

57۔ ان سے مراد محمد بن شہاب بن یوسف بن عمر بن احمد کردریؒ ہیں۔ آپؒ کا لقب ''ناصر الدین'' ہے۔ آپؒ اصول وفروع اور معقول ومنقول کے جامع تھے۔ ''فتاوىٰ بزازيه'' کے مصنف کے والد ہیں۔ آپؒ نے فقہ کی تعلیم ''كفايه شرح هدايه'' کے مصنف شیخ جلال الدین سے حاصل کی تھی۔ (دیکھیے! حدائق الحنفية۔ ص:305۔ طبع: نول کشور، لکھنؤ)

58۔ حضرت خواجہ محمد بن محمد بن محمود حافظی بخاریؒ المشہور ''خواجہ پارسا'': آپؒ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندیؒ کے اَجل خلفا میں سے تھے۔ آپؒ کا نسبی تعلق حافظ الدین کبیر محمد بخاریؒ کی اولاد سے ہے۔ اس لیے آپ کو ''حافظی'' کہا جاتا ہے۔ آپؒ کی وِلادت 756ھ (1355ء) میں ہوئی۔ آپؒ نے اپنے زمانے کے علما سے علوم حاصل کیے۔ اور اپنے ہم عصر لوگوں پر سبقت لے گئے۔ آپؒ نے فقہ شیخ ابوطاہر محمد بن محمد بن حسن طاہریؒ سے حاصل کی۔ آپؒ کی بہت سی تصانیف ہیں۔ جن میں ''الفصول الستّة'' اور ''فصل الخطاب'' ہیں۔ وہ ایک ایسی بہترین تصنیف ہے، جس میں علم لدنی کے حقائق اور نقشبندی طریقے کے دقائق بیان کیے گئے ہیں۔ آپؒ کے تفصیلی حالات شیخ نورالدین عبدالرحمٰن جامیؒ نے اپنی کتاب ''نفحات الانس'' میں بیان کیے ہیں۔ آپؒ 822ھ (1419ء) میں بخارا سے حج وزیارت کے لیے روانہ ہوئے۔ حج سے فراغت کے بعد آپؒ کو بہت سے امراض لاحق ہوگئے۔ حتیٰ کہ آپؒ نے طوافِ وداع سواری پر کیا۔ اور وہاں سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ 23/ ذی الحج، بدھ کے دن مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ زیارتِ قبر نبیؐ سے فراغت کے بعد اگلے دن جمعرات کے روز 24/ ذی الحج 822ھ (جنوری 1420ء) کو مدینہ منورہ میں آپؒ نے انتقال فرمایا۔ اور جمعے کی رات حضرت سیدنا عباسؓ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپؒ کے جانشین آپؒ کے بیٹے خواجہ ابونصر پارسا محمود بن محمد حافظی بخاریؒ ہوئے۔ وہ اپنے والد کے علوم اور طریقۂ نقشبندیہ کے جانشین تھے۔ ان کا انتقال 865ھ (1461ء) میں ہوا۔ اور ان کی قبر بلخ میں ہے۔ (دیکھیے! الفوائد البهيه۔ ص:199)

59۔ علامہ سید شریف علی بن محمد بن علی جرجانیؒ المشہور ''سید شریف'' اور ''سید سند'': آپؒ بہت اونچے درجے کے عالم، تحریر وتقریر میں ماہر، منطق فلسفہ اور فقہ پر عبور رکھنے والے تھے۔ آپؒ جرجان میں 22/ شعبان 740ھ (1340ء) میں پیدا ہوئے۔ اور تمام علوم وفنون میں مہارت حاصل کی۔ آپؒ کے علامہ تفتازانیؒ کے ساتھ بڑے مناظرے اور مباحثے ہیں۔ آپؒ نے صوفیا کا علم اور

طریقت کا سلسلہ خواجہ علاؤالدین عطار بخاریؒ سے حاصل کیا۔ جو کہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند کے اَجل خلفا میں سے تھے۔ آپؒ کی بے شمار تصنیفات و تالیفات ہیں۔ آپؒ کا انتقال شیراز میں بدھ کے دن 06/ ربیع الاول 816ھ (1413ء) میں ہوا۔

60۔ خواجہ علی بن یحییٰ سمرقندی، ثم القرمانی، حنفیؒ: آپؒ کا لقب ''علاؤالدین'' ہے۔ آپؒ بڑے فقیہ، مفسر اور منطقی ہیں۔ آپؒ نے شیخ علاؤالدین بخاریؒ سے علوم حاصل کیے۔ آپؒ کی تصنیفات میں ''تفسیر القرآن'' 4 جلدوں میں ہے۔ یہ تفسیر ''سورۃ المُجادلہ'' تک ہے۔ ''حاشیه علی شرح الشمسیة''، ''حاشیه علیٰ شرح المطالع'' اور ''حاشیه علیٰ شرح المؤقف للسید شریف جرجانی'' وغیرہ ہیں۔ آپؒ کا انتقال قرمان کے شہروں میں ایک شہر ''بلارندہ'' میں 860ھ (1456ء) کے آس پاس ہوا۔ (دیکھیے !معجم المؤلفین، ازعمر رضا کحالہ۔ ج:07۔ ص:261)

یہاں مولانا قاسمی صاحبؒ نے حاشیے میں لکھا ہے کہ: ''شاید ان سے مراد علی اسبیجابی سمرقندیؒ (454ھ تا 535ھ) ہیں۔ فقیہ ہیں۔ آپؒ کا انتقال سمرقند میں 23/ ذی قعدہ میں ہوا۔ ''مفید المفتی'' میں ہے کہ علی بن محمد بن اسماعیل شیخ الاسلام صاحبِ ہدایہ کے اساتذہ میں سے تھے۔ اور ان کی تصانیف ''شرح مختصر الطحاوی'' اور ''شرح المبسوط'' ہیں۔ ان کا انتقال 06/ جمادی الاولیٰ 454ھ (1062ء) میں سمرقند میں ہوا۔ (قاسمی)'' یہ درست نہیں ہے۔ یہ علی اسبیجابی سمرقندیؒ اور شخص ہیں، جو صاحبِ ہدایہ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ جب کہ یہاں خواجہ علی سمرقندیؒ کا تذکرہ ہے۔ جو شیخ عبدالرحمٰن جامیؒ (متوفی 18/محرم 898ھ (1492ء) کے اساتذہ میں سے ہیں۔ اور علامہ سید شریف علی جرجانیؒ (متوفی 816ھ) کے شاگرد ہیں۔ (آزاد)

61۔ احمد بن محمد بن محمد بن سعید ہندی شہاب الدین ابن ضیاء حنفی مکیؒ: کہا جاتا ہے کہ آپؒ ابو محمد صغانیؒ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپؒ بہت طویل عرصے تک مکہ مکرمہ میں قاضی رہے۔ آپ کے اساتذہ میں فقیہ خلیل مکیؒ اور شیخ بہاؤالدین بن خلیل مکیؒ ہیں۔ آپؒ کا انتقال ربیع الاول/ 825ھ (1422ء) میں ہوا۔ (دیکھیے !طرب الاماثل بتراجم الافاضل، از مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ۔ ص:258)

62۔ ان سے مراد یحییٰ بن یوسف سیرامی مصریؒ ہیں۔ ''هدية العارفين'' میں ان کا نام ''یحییٰ ابن سیف الدین'' لکھا ہے۔ آپؒ حنفی، نحوی اور علمِ بدیع و بیان کے ماہر عالم تھے۔ آپؒ نے علامہ تفتازانیؒ کی ''مُطوَّل'' پر حاشیہ لکھا۔ اور علم نحو میں ''شرح فوائد الضيائية'' لکھی۔ آپؒ کا انتقال 833ھ (1430ء) میں ہوا۔ (دیکھیے !معجم المؤلفین، ازعمر رضا کحالہ۔ ج:13۔ ص:236)

63۔ علامہ کبیر شیخ مسعود بن عمر تفتازانیؒ: آپؒ کی وِلادت 712ھ (1312ء) میں ہوئی۔ اور آپؒ کا انتقال صفر 792ھ (1390ء) میں ہوا۔ آپؒ کو علوم و فنون کی تمام اقسام پر بڑی قدرت حاصل تھی۔ خاص طور پر علومِ بلاغت اور علومِ معقول میں تمام مشرقی ممالک، بلکہ تمام شہروں میں ان کے ہم مثل کوئی عالم نہ تھا۔ آپؒ کی تصانیف بہت زیادہ ہیں۔ (دیکھیے !الدّرّ الکامنہ۔ ج:04۔ ص:350) اور ''حدائق الحنفية'' میں مولوی فقیر محمد جہلمیؒ لکھتے ہیں کہ: ''علامہ تفتازانی کی ولادت تفتازان شہر میں 722ھ (1322ء) میں ہوئی۔ انھوں نے علوم علامہ قطب اور علامہ عضدالدین سے حاصل کیے۔ امیر تیمور کی مجلس میں آپ صدرالصدور کے منصب پر فائز تھے۔ علامہ کفویؒ کا کہنا ہے کہ: میری آنکھوں نے ان جیسا بڑا عالم نہیں دیکھا۔ علما میں یہ اختلاف ہے کہ علامہ سعدالدین تفتازانی حنفی تھے یا شافعی۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کو فقہ حنفی کی طرف بہت زیادہ رغبت تھی۔ اور فقہ حنفی میں آپؒ نے کئی کتابیں بھی لکھیں۔ اور فقہ حنفی کے قاضی بھی رہے۔ حتیٰ کہ مذہبِ حنفی کی ریاست (سربراہی) آپؒ پر ختم ہوئی۔'' (دیکھیے !حدائق الحنفية، از مولوی فقیر محمد جہلمیؒ۔ ص:300۔ طبع: نول کشور، لکھنؤ)

64۔ ان سے مراد شیخ حیدرہ بن احمد بن ابراہیم ہے۔ ان کی کنیت ''ابوالحسن'' ہے۔ اور لقب ''برہان الدین'' ہے۔ آپؒ کی ولادت شیراز میں 780ھ (1378ء) میں ہوئی۔ علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ: ''حیدرہ شیرازی، ثم رومی برہان الدین معانی اور علم بیان

اور عربیت کے بڑے عالم تھے۔ انھوں نے علامہ تفتازانی سے علوم حاصل کیے۔ ان سے تعلیم حاصل کرنے والوں میں ہمارے استاذ علامہ محی الدین کافیجیؒ ہیں۔ انھوں نے خود ہم سے اس بات کا تذکرہ کیا ہے۔'' شیخ حیدرہ کا انتقال قاہرہ میں 853ھ (1449ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! حدائق الحنفیۃ۔ ص:320۔ طبع: نول کشور، لکھنؤ۔ نیز بغیۃ الوعاۃ۔ ص:240)

65۔ علامہ بابرتیؒ کا نام ''محمد بن محمد بن محمود بابرتی'' ہے۔ آپؒ متاخرین میں سے بڑے علامہ اور خاتمۃ المحققین۔ آپؒ کا لقب ''اکمل الدین'' ہے۔ آپؒ نے بڑی اہم تصانیف لکھی ہیں۔ آپؒ کی وفات جمعے کی رات 19/ رمضان المعظم 687ھ (1288ء) میں ہوئی۔ (دیکھیے! تاج التراجم (قلمی)، از حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ۔ ورق: 28) علامہ عمر رضا کحالہ لکھتے ہیں کہ: آپؒ کی ولادت 710ھ (1310ء) میں ہوئی۔ پھر آپؒ نے حلب کا سفر کیا۔ اور وہاں ایک طویل مدت قیام فرما رہے۔ پھر قاہرہ تشریف لئے۔ اور شمس الدین اصفہانیؒ وغیرہ سے علوم حاصل کیے۔ آپؒ کا انتقال 786ھ (1384ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! معجم المؤلفین۔ ج:11۔ ص:298) میرا خیال ہے کہ ''تاج التراجم'' نے جو سن وفات 687ھ درج ہے، وہ کاتب کی غلطی ہے۔ صحیح تاریخ وفات 786ھ (1384ء) ہے۔ (قاسمی)

66۔ علامہ، امام المحدث، محی الدین، ابو محمد، حافظ عبدالقادر ابن ابو الوفاء محمد بن محمد بن نصر اللہ بن سالم قرشی، حنفی، مصریؒ: علامہ قاسم بن قطلو بغاؒ نے لکھا ہے کہ: آپؒ کی پیدائش 676ھ (1277ء) میں ہوئی۔ آپؒ نے بہت علوم حاصل کیے۔ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔ آپؒ اہم کتابوں میں ''کتاب الغایۃ فی تخریج الھدایۃ'' اور ''الجواھر المضیئۃ'' وغیرہ بہت سی کتابیں ہیں۔ آپؒ کا انتقال 09/ ربیع الاول 775ھ (1373ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! تاج التراجم (قلمی)۔ ورق:16) حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ: آپؒ کی ولادت شعبان 696ھ میں ہوئی۔ (دیکھیے! الدرالکامنہ۔ ج:02۔ ص:392)

67۔ شیخ احمد بن عثمان بن محمد کلوتانیؒ: اصل میں ''کرمان'' کے رہنے والے تھے۔ بعد میں قاہرہ منتقل ہوئے۔ اور ''کلوتانی'' کے نام سے مشہور ہوئے۔ حنفی عالم اور محدث ہیں۔ آپؒ کی ولادت ذی الحج کے اواخر میں 762ھ (1361ء) میں ہوئی۔ آپؒ کا انتقال پیر کے دن، 14/ جمادی الاولیٰ 835ھ (1432ء) میں قاہرہ میں ہوا۔ (دیکھیے! الضوء اللامع (مختصراً)۔ ج:01۔ ص:378)

68۔ شیخ علی ابن عثمان ابن ابراہیم ماردینیؒ: لقب ''علاؤالدین'' ہے۔ اور ''ابن ترکمانی'' کے نام سے مشہور ہیں۔ آپؒ حدیث و تفسیر میں بڑا بلند درجہ رکھتے تھے۔ اور بڑے باریک بینی والے عالم اور امامِ وقت تھے۔ آپؒ کو علم فرائض، علم ریاضی، شعر و شاعری اور تاریخ عالم پر بڑی گہری دسترس حاصل تھی۔ آپؒ کی بہت سے تصانیف ہیں۔ آپؒ کا انتقال 750ھ (1349ء) کو عاشورہ کے دن ہوا۔ (دیکھیے! الفوائد البھیۃ (مختصراً) از مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ۔ ص:104۔ طبع: بنارس، ہند)

69۔ امام المحقق، صدر الشریعہ (الاصغر) عبیداللہ ابن مسعود بخاریؒ: آپؒ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''شرح وقایہ'' کے مصنف ہیں۔ آپؒ بڑے فقیہ، اصولی، محدث، مفسر اور منطقی عالم تھے۔ آپؒ نے علوم اپنے دادا امام تاج الشریعہ محمود ابن صدر الشریعہ (الاکبر) سے حاصل کیے۔ آپؒ کی مشہور کتاب ''توضیح'' بھی ہے۔ آپؒ کا انتقال 747ھ (1346ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! الفوائد البھیۃ۔ ص:93۔ طبع: بنارس)

70۔ ان سے مراد شیخ عبدالعزیز بن احمد بن محمد علاؤالدین بخاریؒ ہیں۔ انھوں نے اپنے چچا محمد مایمرغیؒ شاگرد شمس الائمہ محمد کردریؒ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ نیز انھوں نے حافظ الدین کبیر محمد بخاریؒ کے سلسلۂ سند سے امام محمد کی تصانیف کی تعلیم حاصل کی۔ آپؒ نے بڑی مقبول اور مشہور تصانیف لکھی ہیں۔ ان میں ''شرح اصولِ بزدوی''، جس کا نام ''کشف الاسرار'' ہے اور ''شرح المنتخب الحُسامی'' وغیرہ شامل ہیں۔ آپؒ سے فقہ کی تعلیم حاصل کرنے والوں میں شیخ قوام الدین محمد کاکیؒ اور شیخ

www.fahimia.org

جلال الدین عمر بن محمد خبازیؒ ہیں۔ آپؒ کی وفات 730ھ (1330ء) میں ہوئی۔ (دیکھیے! **الفوائد البهیه**، از مولانا عبدالحیٔ لکھنوی۔ ص:80۔ طبع: بنارس، الہند)

71۔ شیخ حسین بن علی بن حجاج بن علی حسام الدین سغناقیؒ: آپؒ ''**ھدایہ**'' کے شارح ہیں۔ آپؒ نے ''حلب'' کا سفر کیا۔ اور وہاں آپؒ نے بزدویؒ کی شرح ''**الکافی**'' لکھی۔ 710ھ (1310ء) میں آپؒ دمشق تشریف لائے۔ آپؒ نے فقہ کی تعلیم امام حافظ الدین محمد بن محمد بن نصرؒ اور امام فخر الدین محمد بن محمد مایمرغیؒ سے حاصل کی۔ اور آپؒ کو قاضی القضاۃ ناصر الدین محمد بن کمال الدین عمر المشھور بابن العدیمؒ سے بھی اجازت حاصل ہے۔ آپؒ کا انتقال 07/رجب 711ھ (1311ء) میں ''حلب'' میں ہوا۔ (دیکھیے! **تاج التراجم**، از علامہ قاسم بن قطلو بغاؒ (قلمی نسخہ از کاتب قاضی محمد مراد سیوستانی سندھی) ورق نمبر: 12) ''**حدائق الحنفیه**'' میں لکھا ہے کہ: ''سغناق ترکستان کا ایک شہر ہے۔ آپؒ سے شیخ امام الدین محمد بن محمد بن احمد کاکیؒ اور شیخ جلال الدین کرلانیؒ نے علم فقہ حاصل کیا۔ آپؒ کا انتقال رجب 711ھ (1311ء) میں ہوا'' (دیکھیے! **حدائق الحنفیه**، از فقیر محمد جہلمی ثم لاہوریؒ۔ ص:274۔ طبع: نول کشور، لکھنؤ۔ 1906ء)

72۔ شیخ احمد بن ابراہیم بن عبدالغنی بن اسحاق سروجیؒ: آپؒ کی کنیت ''ابوالعباس'' ہے۔ آپؒ ''سروج'' کے رہنے والے تھے۔ جو کہ ''حران'' کے اطراف میں ایک شہر ہے۔ آپؒ نے فقہ کی تعلیم قاضی القضاۃ ابوربیع سلیمان اور محمد بن عباد خلاطیؒ سے حاصل کی۔ شیخ سروجیؒ مفتی اور مدرس تھے۔ اور مصر میں قاضی القضاۃ رہے۔ آپؒ سے فقہ کی تعلیم حاصل کرنے والے لوگوں میں امیر علاؤالدین علی بن بلبان بن عبداللہ فارسیؒ، شیخ علاؤالدین علی بن عثمان ماردینی، جو ''ابن ترکمانی'' کے نام سے مشہور ہیں، شامل ہیں۔ آپؒ کی تصنیفات میں ''**غاية السروجی شرح الهداية**''، ''**فتاوی سروجية**'' اور ''**نفحات النسمات فی وصول الثواب إلی الأموات**'' وغیرہ شامل ہیں۔ آپؒ کا انتقال رجب 710ھ (1310ء) میں ہوا۔ جیسا کہ ''**حدائق الحنفیه**''، ص274 پر ہے۔ جب کہ علامہ قاسم بن قطلو بغاؒ ''**تاج التراجم**'' میں لکھتے ہیں کہ: ''شیخ سروجیؒ کا انتقال قاہرہ کے مدرسہ صیر فیہ میں جمعرات کے دن 12/رجب 710ھ (1310ء) میں ہوا۔ اور آپؒ امامِ شافعیؒ کے مقبرے کے قریب دفن ہوئے۔ اور اسی کے مطابق آپؒ کی تاریخ پیدائش 637ھ (1239ء) ہے۔'' (دیکھیے! **تاج التراجم** (قلمی)۔ ورق:05) جب کہ علامہ سیوطیؒ نے اپنی کتاب ''**حسن المحاضره**'' میں آپؒ کی وفات 701ھ (1301ء) میں لکھی ہے۔ واللہ اعلم

73۔ شیخ امام ابوالبرکات حافظ الدین عبداللہ نسفیؒ: آپؒ ماوراء النہر کے علاقے ''**نسف**'' کے رہنے والے تھے۔ آپؒ نے فقہ کی تعلیم شمس الائمہ محمد بن عبدالستار کردریؒ، شیخ حمیدالدین ضریرؒ اور فقیہ بدرالدین خواہر زادہؒ سے حاصل کی۔ اور امام محمدؒ کی کتاب ''زیادات'' کی روایت شیخ احمد بن محمد عتابیؒ سے حاصل کی۔ آپؒ سے تعلیم حاصل کرنے والوں میں محقق حسین سغناقیؒ ہیں۔ آپؒ کی بہت عمدہ تصانیف ہیں۔ جن میں علم تفسیر میں ''**مدارک التنزیل و حقائق التاویل**''، ''**منار الانوار**'' اور ''**کنز الدقائق**'' وغیرہ شامل ہیں۔ آپؒ کا انتقال بغداد میں جمعے کی رات 710ھ (1310ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! **حدائق الحنفیه**، از محمد فقیر جہلمی۔ ص:273۔ اور **معجم المؤلفین** از عمر رضا کحالہ۔ ج:06۔ ص:32)

74۔ محقق محمود ابن ابی بکر ابوالعلا کلاباذی بخاریؒ: آپؒ کی نسبت بخارا شہر میں ایک بڑے محلے ''کلاباذ'' کی طرف ہے۔ آپؒ علومِ عقلیہ اور نقلیہ میں بڑے ماہر عالم اور علم کا سمندر تھے۔ آپؒ نے سات سو سے زائد مشائخ سے تعلیم حاصل کی۔ جن میں حافظ الدین کبیر محمد، حمیدالدین علی ضریرؒ، صدرالدین سلیمان ابن وہابؒ وغیرہ شامل ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے آپؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ: آپؒ علم حدیث اور اسماء الرجال کے بہت بڑے عارف و ماہر تھے۔ آپؒ کے اندر بہت سے فضائل جمع ہیں۔ آپؒ سے حدیث روایت کرنے والوں ابوحیانؒ اور عبدالکریم برزالیؒ شامل ہیں۔ آپؒ کی ولادت 649ھ (1251ء) میں ہوئی۔ اور آپؒ

www.rahmia.org

کی وفات شہر ماردین میں 700ھ (1300ء) میں ہوئی۔ (دیکھیے !الفوائد البهیه۔ص:172۔طبع: بنارس، الہند)

75۔ ان سے مراد شیخ محمد بن محمد نصر ابوالفضل حافظ الدین کبیر بخاریؒ ہیں۔ آپؒ کی ولادت شہر بخارا میں 615ھ (1218ء) میں ہوئی۔ آپؒ بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ حافظ اور ثقہ ہیں۔ آپؒ سے تعلیم حاصل کرنے والوں میں شیخ محقق حسین سغناقیؒ، احمد بن اسعدؒ، عبدالعزیز ابن احمد بخاریؒ، محمود بن محمد بخاریؒ اور شمس الدین محمود کلاباذیؒ شامل ہیں۔ آپؒ کا انتقال بخارا میں 15/ شعبان 693ھ (1294ء) میں ہوا۔ (دیکھیے !الفوائد البهیه۔ص:160)

76۔ ان سے مراد شیخ محمد بن محمود جلال الدین عثمانی پانی پتیؒ ہیں۔ جو ''کبیرالاولیاء'' کے نام سے مشہور ہیں۔ آپؒ نے بڑے مشائخ کبار کو پایا اور ان کی صحبت اختیار کی ہے۔ طریقت کا سلسلہ انھوں نے شیخ شمس الدین ترک پانی پتیؒ سے حاصل کیا۔ آپؒ سے سلسلے کی روایت کرنے والوں میں شیخ احمد عبدالحق ردولویؒ اور ایک بہت بڑی مخلوق ہے۔ آپؒ کی تصنیفات میں ''زاد الابرار فی الحقائق و المعارف'' ہے۔ آپؒ کا انتقال 13/ ربیع الاول 765ھ (1363ء) میں پانی پت شہر میں ہوا۔ (دیکھیے ! نزهة الخواطر۔ ج:02۔ص:143۔طبع: ہندوستان)

77۔ ان سے مراد عبدالمؤمن بن خلف دمیاطیؒ ہیں۔ آپؒ مصر میں دمیاط کے قریب ایک مقام ''تولہ'' میں 613ھ (1216ء) میں پیدا ہوئے۔ اور پھر حجاز، دمشق، حلب، حمات، جزیرہ اور بغداد وغیرہ کا سفر کیا۔ اور تیرہ سو سے زائد مشائخ سے آپؒ نے علم حاصل کیا۔ 11/ ذی القعد 705ھ (1306ء) میں آپؒ کا انتقال قاہرہ میں اچانک ہوا۔ آپؒ کی بھی کئی تصانیف ہیں۔ (دیکھیے !معجم المؤلفین، ازعمر رضا کحالہ۔ج:06۔ص197۔مطبع: الترقی، دمشق۔1958ء/ 1377ھ)

78۔ شیخ محمد بن عبدالستار بن محمد عمادی المعروف ''شمس الائمہ کردریؒ'': آپؒ نے فقہ کی تعلیم ''هدایه'' کے مصنف برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر سے حاصل کی۔ آپؒ سے تعلیم حاصل کرنے والوں میں محمد بن محمود کردریؒ اور حمیدالدین ضریرؒ وغیرہ ہیں۔ آپؒ کی پیدائش 12/ ذی القعدہ 553ھ (1158ء) میں ہوئی۔ آپؒ کا انتقال شہر بخارا میں جمعے کے دن 09/ محرم الحرام 642ھ (1244ء) میں ہوا۔ آپؒ کی بھی کئی تصانیف ہیں۔ (دیکھیے !الفوائد البهیه۔ص:144۔طبع: بنارس، الہند)

79۔ شیخ عبیداللہ ابن ابراہیم ابن احمد جمال الدین محبوبی عبادیؒ: آپؒ کا سلسلۂ نسب حضرت عبادہ ابن صامتؓ تک پہنچتا ہے۔ آپؒ کی ولادت 546ھ (1151ء) میں ہوئی۔ آپؒ نے علوم کی تعلیم امام زادہ محمد بن ابی بکرؒ اور شمس الائمہ عماد الدین عمر بن ابی بکر زرنجریؒ سے حاصل کی۔ اور یہ دونوں شمس الائمہ بکر زرنجریؒ کے شاگرد ہیں۔ اور وہ علامہ سرخسیؒ، اور وہ علامہ حلوائیؒ کے شاگرد ہیں۔ آپؒ ایک کامل امام اور اپنے زمانے میں منفرد شخصیت تھے۔ آپؒ کی بہت سی تصانیف ہیں۔ جن میں ''شرح جامع الصغیر'' اور ''کتاب الفروع'' شامل ہیں۔ آپؒ سے تعلیم حاصل کرنے والوں میں آپؒ کے اپنے بیٹے احمد، والد تاج الشریعہ اور حافظ الدین کبیر محمد بخاریؒ وغیرہ ہیں۔ آپؒ کا انتقال 630ھ (1233ء) میں ہوا۔ جیسا کہ کتاب ''العبر فی خبر من غبر'' میں ہے۔ (دیکھیے !فوائد البهیه۔ص:91۔طبع: بنارس، ہند)

80۔ یوسف بن ابوبکر بن محمد بن علی ابویعقوب سکاکی سراج الدین خوارزمیؒ: آپؒ کی ولادت منگل کی رات 03/ جمادی الاولیٰ 555ھ (1160ء) میں ہوئی۔ اور آپؒ نے بہت سے علوم میں مہارت حاصل کی۔ آپؒ کی مشہور تصنیف ''کتاب المفتاح'' ہے۔ آپؒ کا انتقال 626ھ (1229ء) میں ہوا۔ (دیکھیے !تاج التراجم (قلمی)، ازعلامہ قاسم بن قطلوبغا۔ ورق:34)

81۔ ان سے مراد علامہ ابوبکر بن مسعود بن احمد علاؤالدین ملک العلما کاسانیؒ ہیں۔ آپؒ مشہور کتاب ''البدائع و الصنائع'' کے مصنف ہیں۔ آپؒ نے شیخ علاؤالدین محمد سمرقندیؒ اور ابوالمعین میمون کحولیؒ اور مجدالائمہ سرخکیؒ سے تعلیم حاصل کی۔ اور آپؒ سے فقہ کی تعلیم حاصل کرنے والوں میں آپؒ کے بیٹے محمودؒ اور احمد بن محمود غزنویؒ ہیں۔ آپؒ کا انتقال 10/ رجب 587ھ

www.rahimia.org

(1191ء) میں ہوا۔ (دیکھیے !الفوائد البھیہ۔ص:53۔طبع: نور محمد، کراچی)

82۔ شیخ الاسلام برہان الدین علی ابن ابوبکر مرغینانیؒ: ''مرغینان'' فرغانہ کے شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ آپؒ فقہ کی مشہور کتاب ''ھدایہ'' کے مصنف ہیں۔ آپؒ نے ''کتاب البدایہ'' بھی لکھی ہے۔ اور ''کفایة المنتھی'' 80 جلدوں میں لکھی۔ آپؒ کا انتقال 593ھ (1197ء) میں ہوا۔ (دیکھیے !تاج التراجم (قلمی)۔ تصنیف: علامہ قاسم بن قطلو بغاؒ۔ ورق: 18)

83۔ شیخ حماد بن ابراہیم بن اسماعیل قوام الدین الصفار ابوالحامد بخاریؒ: آپؒ کے والد اور دادا اہل علم و زُہد کے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور وہ بھی بڑے مشائخ میں سے تھے۔ آپؒ کی ولادت عید الاضحیٰ کی رات ذی الحج 493ھ (1100ء) میں ہوئی۔ آپؒ نے اپنے والد سے علوم حاصل کیے۔ اور شیخ الاسلام اور امام الائمہ بن گئے۔ آپؒ کا انتقال 576ھ (1180ء) میں ہوا۔ (دیکھیے !الجواھر المضیئہ۔ تالیف: حافظ عبدالقادر قرشیؒ۔ص:58)

84۔ ان سے مراد شیخ عمر بن محمد بن احمد مفتی الثقلین نجم الدین ابوحفص نسفیؒ ہیں۔ آپؒ کی ولادت 461ھ (1069ء) میں ہوئی۔ اور انتقال 537ھ (1142ء) میں ہوا۔ آپؒ نے فقہ کا علم صدر الاسلام محمد بزدویؒ سے حاصل کیا۔ آپؒ کی علم تفسیر اور علم فقہ میں بہت عمدہ کتابیں اور تصنیفات ہیں۔ (دیکھیے !فوائد البھیہ۔ص:104۔طبع: بنارس، ہند)

85۔ شیخ علی بن محمد بن علی عمرانی خوارزمی ابوالحسنؒ: ادیب، لغوی اور مفسر ہیں۔ آپؒ کا انتقال 560ھ (1165ء) میں ہوا۔ آپؒ کی تصانیف میں ''شماریخ الدرر فی تفسیر الآی و السور'' اور ''اسماء المواضع و البلدان'' شامل ہیں۔ (دیکھیے ! معجم المؤلفین۔ج:07۔ص:215)

86۔ امام کبیر محمود بن عمر بن محمد بن عمر زمخشریؒ: آپؒ کی کنیت ''ابوالقاسم'' ہے۔ اور مکہ میں قیام کی وجہ سے ''جاراللہ'' مشہور ہیں۔ آپؒ کو ''فخر خوارزم'' بھی کہا جاتا ہے۔ آپؒ کی وِلادت خوارزم کے ایک بڑے قصبے ''زمخشر'' میں رجب/ 467ھ (1075ء) میں ہوئی۔ آپؒ نے تمام علوم وفنون میں مہارت حاصل کی۔ آپؒ حنفی المذہب اور معتزلہ کا عقیدہ رکھتے تھے۔ خاص طور پر تفسیر، حدیث، فقہ اور اَدب و بیان میں بڑی مہارتوں کا اظہار کیا۔ آپؒ کی مشہور تصانیف میں ''تفسیر الکشاف''، ''الفائق فی اللغة''، اور ''تفسیر الحدیث و اساس البلاغة'' وغیرہ ہیں۔ آپؒ کا انتقال جرجانیہ میں عرفے کی رات 538ھ (1144ء) میں ہوا۔ (دیکھیے !خلاصہ وفیات الأعیان لإبن خلّقان۔ج:05۔ص:168 تا 174۔طبع: دارِ صادر، بیروت۔ نیز الفوائد البھیہ۔ص:10-209)

87۔ ان سے مراد شیخ ناصر بن ابوالمکارم مطرزی برہان الدین خلیفة الزمخشریؒ ہیں۔ آپؒ خوارزم کے قریب جرجانیہ میں 536ھ (1141ء) میں پیدا ہوئے۔ آپؒ نے مختلف علوم وفنون میں مہارت حاصل کی۔ آپؒ کا انتقال 10/ جمادی الاولیٰ 610ھ (1213ء) میں ہوا۔ (دیکھیے !تاج التراجم۔ ورق:33)

88۔ شیخ بکر بن محمد بن علی بن فضل بن حسن شمس الائمہ زرنجریؒ: آپؒ بہت ماہر امام تھے۔ مذہبِ حنفی کے حفظ اور یاد کرنے میں ضرب المثل تھے۔ آپؒ کے شہر والے لوگوں نے آپؒ کا نام ''ابوحنیفہ اصغر'' رکھا ہوا تھا۔ آپؒ کی پیدائش 427ھ (1036ء) میں ہوئی۔ آپؒ نے شمس الائمہ عبدالعزیز حلوائی کے سلسلۂ سند سے امامِ اعظم امام ابوحنیفہ کی فقہ حاصل کی۔ آپؒ کا انتقال ماہِ شعبان میں 512ھ (1118ء) میں ہوا۔ (دیکھیے !الفوائد البھیہ۔ص:45)

89۔ صدر الاسلام بزدویؒ: ان سے مراد شیخ محمد بن محمد بن حسین بن عبدالکریم بن موسیٰ بن مجاہد حنفی بزدویؒ ہیں۔ آپؒ کا لقب ''قاضی الصدر ابوالیسر'' ہے۔ آپؒ بھی بڑے فقیہ اور اصولی تھے۔ اور سمرقند کی قضا کا منصب آپؒ کے پاس تھا۔ بخارا میں آپؒ کا انتقال 09/ رجب 493ھ (1100ء) کو ہوا۔ (دیکھیے !معجم المؤلفین۔ج:11۔ص:210)

www.rahimia.org

90۔ فخر الاسلام بزدویؒ: ان سے مراد شیخ علی بن محمد بن حسین بن عبدالکریم بن موسیٰ بزدویؒ ہیں۔آپؒ بھی بہت بڑے امام ہیں۔اور بہت سے علوم کے جامع اصول وفروع میں ''امام الدنیا'' آپؒ کا لقب ہے۔آپؒ کی بہت معتبر اور کثیر تصانیف ہیں۔جن میں ''مبسوط'' 11 جلدوں میں اور ''شرح جامع کبیر''، ''شرح جامع صغیر'' اور اصولِ فقہ میں ''اصولِ بزدوی''مشہور و معتبر کتاب ہے۔آپؒ نے قرآن حکیم کی ایک تفسیر بھی لکھی۔جس کی 120 جلدیں ہیں۔اور ہر جلد بڑی ضخیم ہے۔آپؒ کی پیدائش 400ھ (1010ء) میں ہوئی۔اورآپؒ کا انتقال 05/رجب 482ھ (1089ء) میں ہوا۔آپؒ کا تابوت سمرقند لایا گیا۔اور وہیں آپؒ مدفون ہوئے۔(دیکھیے!الفوائد البھیہ۔ص:105۔طبع: بنارس، الہند)

91۔ برہان الائمہ برہان الدین کبیر ابومحمد عبدالعزیز بن مازہ ہیں۔انھوں نے علامہ سرخسیؒ سے علم حاصل کیا۔اور آپؒ سے تعلیم حاصل کرنے والوں میں صدرالسعید تاج الدین احمدؒ، صدرالشہید حسام الدین عمرؒ اور ظہیرالدین کبیر علی بن عبدالعزیز مرغینانی شامل ہیں۔(دیکھیے!الفوائد البھیہ۔ص:83)

92۔ شمس الائمہ عبدالعزیز بن احمد حلوائیؒ: حلوان ایک شہر ہے۔اور دو بستیوں کا نام ہے۔جن میں حلوہ تیار ہوتا تھا۔آپؒ نے شیخ حسین بن علی نسفیؒ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔اور آپؒ سے تعلیم حاصل کرنے والوں میں شمس الائمہ زرنجریؒ وغیرہ ہیں۔آپؒ کی تاریخ وفات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ملاعلی قاری نے آپؒ کی وفات 448ھ (1056ء) میں لکھی ہے۔اور بعض لوگوں کے نزدیک 487ھ، (1094ء) جب کہ بعض کے نزدیک 486ھ (1093ء) ہے۔اور علامہ ذہبیؒ نے ''سیر اعلام النبلاء'' میں 456ھ (1064ء) لکھی ہے۔(دیکھیے!فوائد البھیہ۔ص:81)

93۔ شیخ حسین بن محمد بن خسرو بلخی، ثم بغدادی، حنفیؒ: آپؒ کی کنیت ''ابوعبداللہ'' ہے۔آپؒ محدث ہیں۔آپؒ نے مسندِامام ابوحنیفہؒ جمع کی ہے۔اور اس کی تخریجات کی ہیں۔آپؒ کا انتقال شوال/ 520ھ (1126ء) میں ہوا۔جب کہ علامہ قاسم بن قطلوبغاؒ نے ''تاج التراجم'' میں لکھا ہے کہ آپؒ کا انتقال 522ھ (1127ء) میں ہوا۔یہاں مولانا قاسمی صاحبؒ نے ''الجواهر المضیئة'' کے مصنف حافظ عبدالقادر قرشیؒ کے حوالے سے آپؒ کی وفات 222ھ (837ء) لکھی ہے۔جو کہ بدیہی طور پر غلط ہے۔(آزاد)

94۔ عبیداللہ ابن عمر ابن عیسیٰ قاضی ابوزید دبوسیؒ: آپؒ کی نسبت سمرقند کے قریب ایک قصبہ ''دبوسیہ'' کی طرف ہے۔آپؒ نے علم فقہ شیخ ابوجعفر اُستروشنیؒ سے حاصل کی۔یہ سب سے پہلے عالم ہیں، جنھوں نے علم الاختلافیات وضع کیا۔اور آپؒ کی سب سے بہترین کتاب ''الأسرار'' ہے۔(دیکھیے!فوائد البھیہ۔ص:92)

95۔ شیخ عمر بن عبدالکریم ورسکی علامہ بدر الدین بخاریؒ: آپؒ نے بخارا میں شیخ شمس الائمہ کردریؒ سے فقہ حاصل کی۔آپؒ کا انتقال بلخ میں 594ھ (1198ء) میں ہوا۔(دیکھیے!الجواهر المضیئہ۔ج:01۔ص:392۔طبع: دائرۃ المعارف، حیدرآباد دکن، ہند)

96۔ شیخ محمد بن حسین بن محمد فخرالدین المعروف ''فخر القضاۃ'' ابوبکر ارسابندیؒ: ''ارسابند'' مروشہر کے قریب ایک بستی ہے۔آپؒ نے فقہ کی تعلیم شیخ علاؤالدین مروزیؒ سے حاصل کی۔آپؒ بڑے امام اور فاضل تھے۔مناظرے پر بڑی قدرت حاصل تھی۔آپؒ کا انتقال 511ھ (1117ء) میں ہوا۔آپؒ کی تصنیفات میں ''مختصر تقويم الأدلة للدبوسی'' ہے۔(دیکھیے!الفوائد البھیہ۔ص:134۔طبع: بنارس، ہند)

97۔ محمد بن محمود بن محمد ابوالمفاخر سدیدی زوزنیؒ: آپؒ نے امام محمود حارثی مروزیؒ سے فقہ حاصل کی۔اور آپؒ سے فقہ حاصل کرنے والوں میں آپ کے صاحبزادے عبدالعزیز ہیں۔(دیکھیے!الجواهر المضیئہ۔ج:02۔ص:132۔طبع: دائرۃ المعارف، حیدرآباد دکن، ہندوستان)

98۔ شیخ عثمان بن علی بن محمد بیکندی بخاریؒ: ''بیکند'' ماوراء النہر کے علاقے میں بخارا کے قریب ایک شہر ہے۔یہ بہت بڑے امام اور نہایت

www.rahmia.org

فاضل عالم تھے۔ آپؒ صاحبِ ہدایہ علامہ مرغینانی کے اساتذہ اور مشائخ میں سے ہیں۔ ان کی پیدائش 465ھ (1073ء) میں ہوئی۔ اور ان کا انتقال 552ھ (1157ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! الفوائد البھیہ، از مولانا عبدالحئی لکھنویؒ۔ ص:98)

99۔ شیخ ابوالعباس جعفر بن محمد مستغفری نسفیؒ: آپؒ بڑے فقیہ، فاضل اور راست باز محدث تھے۔ آپؒ نے بہت کتابیں لکھیں۔ اور مختلف مسائل کو جمع کیا۔ ماوراء النہر کے علاقے میں آپؒ کے زمانے میں فہم حدیث اور تصنیف و تالیف میں آپؒ سے بڑھ کر کوئی شخص نہیں تھا۔ آپؒ نے قاضی ابوعلی حسین نسفیؒ سے تعلیم حاصل کی۔ آپؒ کی وِلادت 350ھ (961ء) میں ہوئی۔ اور آپؒ کا انتقال 432ھ (1040ء) میں ''نسف'' میں ہوا۔ ''مستغفری'' کی نسبت اس لیے ہے کہ آپؒ کے آباؤاجداد میں سے ایک شخصیت کا نام ''مستغفر'' تھا۔ (دیکھیے! الفوائد البھیہ۔ ص:47)

100۔ شیخ طاہر ملقب ''صدر الاسلام'' بن برہان الدین محمود مصنف ''المحیط'' و ''الذخیرۃ'' بن تاج الدین الصدر السعید احمد بن برہان الدین کبیر عبدالعزیز بن عمر بن مازہؒ: آپؒ فقہائے حنفیہ میں سے بڑے لوگوں میں سے تھے۔ آپؒ کو فقہ کے اصول و فروع پر بڑی دسترس حاصل تھی۔ اور معقول و منقول پر بہت زیادہ گرفت حاصل تھی۔ آپؒ کے بہت سے فوائد اور فتاویٰ ہیں۔ آپؒ نے اپنے والد ''محیطِ برہانی'' کے مصنف شیخ برہان الدینؒ اور اپنے چچا حسام الدین عمر الصدر الشہید سے علم حاصل کیا۔ اسی طرح انھوں نے قاضی فخر الدین قاضی خانؒ سے بھی علم حاصل کیا۔ (دیکھیے! فوائد البھیہ۔ ص:73۔ طبع: بنارس، ہند)

101۔ شیخ ابراہیم بن احمد بن ابراہیم بن داودؒ: اصلاً بخاری تھے۔ بعد میں بلخ میں قیام پذیر رہے۔ اور وہیں دفن ہوئے۔ آپؒ کی کنیت ''ابواسحاق'' اور ''مستملی'' کے نام سے مشہور ہیں۔ بڑے محدث اور فقیہ ہیں۔ آپؒ کا انتقال بلخ میں 376ھ (986ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! معجم المؤلفین، عمر رضا کحالہ۔ ج:01۔ ص:03)

102۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں کہ: ''شیخ ابوعلی حسین نسفیؒ، شیخ ابوبکر محمد بن ابوالفضل (کماریؒ) اور شیخ عبداللہ استاذ سُبذموئیؒ، یہ تمام کے تمام اصحابِ توجیہ میں شامل ہیں۔ اور تمام فقہائے حنفیہ انھی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ''سُبذمونی'' (سین کے پیش اور با کے فتح اور ذال کے سکون کے ساتھ) یہ بخارا کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے۔ (دیکھیے! اتحاف النبیہ، از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ۔ ص:131۔ طبع: مکتبہ سلفیہ، لاہور)

103۔ شیخ محمد بن فضل ابوبکر کماریؒ: آپؒ بڑے امام اور شیخ جلیل تھے۔ روایت میں آپؒ پر بڑا اعتماد اور درایت میں آپؒ کی تقلید کی جاتی تھی۔ بڑے بڑے ائمہ آپؒ کی طرف سفر کر کے علم حاصل کرنے آتے تھے۔ مشاہیر اہل فتاویٰ کی کتابیں آپؒ کے فتاویٰ اور روایات سے بھری پڑی ہیں۔ آپؒ نے فقہ کی تعلیم استاذ عبداللہ سُبذموئیؒ سے حاصل کی تھی۔ ''کمار'' بخارا کے قریب ایک بستی کا نام ہے۔ اسی کی طرف آپؒ کی نسبت ہے۔ آپؒ کا انتقال 381ھ (991ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! الفوائد البھیہ۔ ص:149)

104۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں کہ: امام ابوزید (عبیداللہ ابن عمر) دبوسیؒ پہلے وہ شخص ہیں، جنھوں نے علم اختلافیات مرتب اور مدوّن کیا۔ ''دبوسہ'' سمرقند کے قریب ایک بستی کا نام ہے۔ (دیکھیے! اتحاف النبیہ، از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ۔ ص:131)

105۔ شیخ محمد بن عمر و ابوجعفر اُسروشنیؒ: بخارا اور سمرقند کے قاضیوں میں سے ایک ہیں۔ آپؒ اپنے چچا شیخ لقمان استروشنیؒ اور شیخ ابوالحسین محمد بن مظفر حافظ بغدادی سے روایت کرتے ہیں۔ اور آپؒ سے روایت کرنے والوں میں ابوذر محمد بن جعفر بن محمد مستغفریؒ ہیں۔ آپؒ بڑے امام اور بڑے فاضل عالم تھے۔ آپؒ سمرقند کے قاضی تھے کہ 404ھ (1013ء) میں آپؒ کا انتقال ہوا۔ (دیکھیے! الجواھر المضیئہ۔ ج:02۔ ص:105) علامہ سمعانیؒ نے لکھا ہے کہ: ''استروشنی (الف پر پیش، سین کے سکون اور شین پر فتح) یہ نسبت ''اسروشنہ'' کی طرف ہے۔ اس میں تاء کا اضافہ کر کے بھی بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن تاء کے بغیر بیان کرنا زیادہ صحیح ہے۔ (دیکھیے! الأنساب، از علامہ سمعانیؒ۔ ص:221۔ طبع: دکن، ہند)

www.rahimia.org

106۔ محمد بن یحییٰ بن مہدی ابوعبداللہ فقیہ جرجانیؒ: صاحبِ ہدایہؒ نے انھیں اصحابِ تخریج میں شامل کیا ہے۔ آپؒ سے فقہ حاصل کرنے والوں میں شیخ ابوالحسین احمد قدوریؒ اور شیخ احمد بن محمد ناطفیؒ ہیں۔ آپؒ کا انتقال 398ھ (1008ء) میں ہوا۔ ملا علی قاریؒ نے آپؒ کی تاریخ وفات 397ھ (1060ء) لکھی ہے۔ اور لکھا ہے کہ آپؒ بڑے اونچے علما میں سے تھے۔ صاحبِ ہدایہ نے آپؒ کا تذکرہ ''باب صفة الصلوٰة'' میں کیا ہے۔ امام ابوبکر رازیؒ سے آپؒ نے فقہ حاصل کیا۔ آپؒ کو آخری عمر میں فالج ہوگیا تھا۔ انتقال کے بعد آپؒ کو امامِ ابوحنیفہؒ کی قبر کے پاس دفن کیا گیا۔ (دیکھیے! الفوائد البهیه۔ ص:162)

107۔ امام ابوالحسن عبیداللہ ابن حسین کرخیؒ: انھوں نے فقہ کی تعلیم شیخ ابوسعید بردعیؒ سے حاصل کی۔ جنھوں نے امامِ ابوحنیفہؒ کے پوتے شیخ اسماعیل ابن حمادؒ سے تعلیم حاصل کی۔ اور انھوں نے اپنے والد اور دادا امامِ اعظم امام ابوحنیفہؒ سے تعلیم حاصل کی۔ ائمہ احناف کی سربراہی ان پر اپنے زمانے میں ختم ہوجاتی ہے۔ علمائے احناف میں آپؒ کو ''مجتهد فی المسائل'' میں شمار کیا ہے۔ آپؒ نے فقہ کی ایک کتاب ''المختصر'' لکھی۔ نیز ''شرح جامع صغیر'' و ''شرح جامع کبیر'' بھی لکھی۔ آپؒ کی وِلادت 260ھ (874ء) میں ہوئی۔ اور انتقال 340ھ (951ء) میں ہوا۔ آپؒ سے فقہ کی تعلیم حاصل کرنے والوں میں امام ابوبکر جصاص رازیؒ، امام ابوعلی احمد بن محمد شاشیؒ اور ابوحامد احمد تبری اور ابوالقاسم علی تنوخیؒ وغیرہ ہیں۔ عراق کے قریب ایک بستی ''کرخ'' کی نسبت سے آپؒ کو ''کرخی'' کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ علامہ سمعانیؒ نے لکھا ہے۔ (دیکھیے! الفوائد البهیه۔ ص:92)

108۔ امام عبداللہ بن محمد استاذ حارثیؒ: آپؒ کی پیدائش 258ھ (872ء) میں ہوئی۔ آپؒ نے شیخ ابوعبداللہ ابن ابوحفص کبیرؒ سے تعلیم حاصل کی۔ آپؒ کی مشہور کتاب ''کشف الأسرار الشریعة فی مناقب أبی حنیفةؒ'' ہے۔ آپؒ کا انتقال شوال/ 340ھ (952ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! الفوائد البهیه۔ ص:89)

109۔ شیخ محمد بن محمد بن محمود ابومنصور ماتریدیؒ: آپؒ امام المتکلّمین ہیں۔ اور آپؒ نے فقہ کی تعلیم شیخ ابوبکر احمد جوزجانیؒ کے واسطے سے امام محمدؒ سے حاصل کی۔ آپؒ سے فقہ حاصل کرنے والوں میں حکیم قاضی اسحاق بن محمد سمرقندیؒ، شیخ علی رستغنیؒ اور ابومحمد عبدالکریم بن موسیٰ بزدویؒ ہیں۔ ''ماترید'' سمرقند میں ایک محلے کا نام ہے۔ آپؒ کا انتقال 333ھ (945ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! الفوائد البهیه۔ ص:157۔ طبع: بنارس)

110۔ شیخ اسماعیل بن عبدالصادق بن عبداللہ خطیبؒ: آپؒ نے عبدالکریم ابن موسیٰ بزدویؒ سے تعلیم حاصل کی۔ اور آپؒ سے تعلیم حاصل کرنے والوں میں صدرالاسلام ابوالیسر محمد بن محمد عبدالکریم بزدویؒ ہیں۔ (دیکھیے! الفوائد البهیه۔ ص:38)

111۔ شیخ محمد بن فضل بن احمد فراوی صاعدی شافعیؒ: آپؒ کی کنیت ''ابوعبداللہ'' ہے۔ آپؒ بڑے محدث، واعظ اور فقیہ تھے۔ آپؒ کی پیدائش 441ھ (1050ء) میں نیشاپور میں ہوئی۔ اور آپؒ کا انتقال 530ھ (1136ء) میں نیشاپور میں ہی ہوا۔ فقہ شافعی پر آپؒ کی کتاب کے علاوہ وعظ وتذکیر کی مجالس بھی آپؒ کی مشہور ہیں۔ (دیکھیے! معجم المؤلفین، از عمر رضا کحالہ۔ ج:11۔ ص:127)

112۔ شیخ عبدالغافر بن اسماعیل بن عبدالغافر فارسی نیشاپوری شافعی ابوالحسنؒ: آپؒ کی پیدائش 451ھ (1059ء) میں ہوئی۔ آپؒ بڑے محدث، حافظ الحدیث، مؤرّخ، لغوی، ادیب اور فقیہ تھے۔ آپؒ کی کتابوں میں ''مجمع الغرائب فی غریب الحدیث'' اور ''المفهم فی غریب صحیح مسلم'' وغیرہ ہیں۔ آپؒ کا انتقال نیشاپور میں 529ھ (1135ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! معجم المؤلفین۔ ج:05۔ ص:267)

113۔ ان سے مراد شیخ ابواحمد محمد بن عیسیٰ جلودی نیشاپوریؒ ہیں۔ جیسا کہ شیخ سالم بن عبداللہ بن سالم بصریؒ نے اپنے والد کی اسناد ''الامداد'' کی روایت صحیح مسلم میں بیان کیا ہے۔ (دیکھیے! الإمداد۔ ص:05۔ طبع: دائرۃ المعارف، حیدرآباد دکن)

114۔ شیخ محمود ابن احمد جمال الدین بخاری حصیریؒ: آپؒ کے والد بڑے مشہور تاجر تھے۔ اور ایسے محلے میں رہتے تھے، جہاں ''حصیر''

یعنی چٹائیاں بنائی جاتی تھیں۔ اسی لیے ''حصیری'' مشہور ہوئے۔ آپؒ بڑے امام اور عالم فاضل تھے۔ آپؒ نے حسن بن منصور قاضی خان سے تعلیم حاصل کی۔ اوران کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔ آپؒ نے صحیح مسلم کا سماع نیشاپور میں شیخ مؤید طوسیؒ سے کیا۔ اور حلب میں شریف ابوہاشمؒ سے اس کا سماع کیا۔ آپؒ کی پیدائش بخارا میں جمادی الاولیٰ/ 546ھ (1151ء) میں ہوئی۔ اور آپؒ کا انتقال اتوار کے روز، 08/صفر 636ھ (1238ء) میں ہوا۔ آپؒ کی کئی تصانیف ہیں۔ (دیکھیے! الفوائد البھیہ۔ ص:164)

115۔ ان سے مراد قاضی بِشر ابن ولید کِندیؒ ہیں۔ یہ امام ابو یوسفؒ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں۔ انھوں ان سے ان کی کتابوں اور امالی کی روایت کی ہے۔ آپ معتصم باللہ کے زمانے میں بغداد کے قاضی مقرر ہوئے۔ آپؒ انتقال 238ھ (853ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! الفوائد البھیہ۔ ص:44)

116۔ شیخ احمد بن حسین قاضی ابوسعید بردعیؒ: آپؒ نے شیخ اسماعیل بن حماد بن امام ابوحنیفہؒ سے تعلیم حاصل کی۔ اور آپؒ سے تعلیم حاصل کرنے والوں میں ابوالحسن کرخیؒ، ابوطاہر دباسؒ اور ابوعمر طبریؒ ہیں۔ ''بُردِع'' آذر بائیجان کے علاقے میں ایک شہر کا نام ہے۔ آپؒ قرامطہ کے حاجیوں کے ساتھ لڑائی کے واقعے میں 317ھ (929ء) میں شہید ہوئے۔ (دیکھیے! الفوائد البھیہ۔ ص:15) علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ: ''317ھ (929ء) میں 08/ ذی الحج کو اللہ کا دشمن ابوطاہر قرمطی مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔ اور اس نے مسجدِ حرام اور مکہ مکرمہ کی گلیوں بازاروں میں حجاج کرام کا قتل عام کیا۔ کعبۃ اللہ کا دروازہ اکھیڑ ڈالا۔ جب کہ حجراسود کو توڑ کر اُکھاڑ ڈالا۔ اس کے ساتھ 900 آدمیوں کا لشکر تھا۔ جس نے مسجدِ حرام میں 1700ء آدمیوں کا قتل عام کیا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس واقعے میں 30 ہزار سے زائد لوگ قتل ہوئے ہیں۔ سات دن تک اس کے لشکر نے مکہ میں قیام کیا۔ اس سال کسی نے حج نہیں کیا۔ اسی موقعے پر امام احمد بن حسین بردعیؒ، جو بغداد میں حنفیہ کے بڑے شیخ تھے، شہید ہوئے۔'' (دیکھیے! العبر فی خبر من غبر، از حافظ ذہبیؒ۔ ج:02۔ ص:84-183۔ مطبعہ: الحکومۃ الکویتیہ۔ 1984ء)

117۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ اس پر حاشیہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: امام ابراہیم بن یزید بن قیس بن اسود نخعی ابوعمران کوفی فقیہؒ، متوفی 96ھ (714ء): آپؒ کے شاگرد حماد بن ابوسلیمان مسلم اشعریؒ ہیں۔ آپؒ امام ابراہیم جانشین تھے۔ آپؒ کا انتقال 120ھ (738ء) میں ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد امام ابوحنیفہؒ متوفی 150ھ (767ء) آپؒ کے جانشین بنے۔ واللہ اعلم! (منھیہ از امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ)

118۔ حجۃ اللّٰہ البالغہ، از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ۔ باب اسباب إختلاف مذاھب الفقھاء۔ ج:01۔ ص:8-307۔ طبع: بیروت۔
حضرت مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ نے یہاں پر حاشیے میں لکھا ہے کہ: ''ہمارے بعض معاصر (مولانا عبدالرشید نعمانی) نے اپنی کتاب ''ما تمس إلیه الحاجة لمن یطالع سنن إبن ماجة'' (اب یہ کتاب شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کی تحقیق سے ''الإمام إبن ماجة و کتابۃ السنن'' کے نام سے بیروت سے شائع ہوئی ہے۔ آزاد) میں حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی کتاب ''حجۃ اللّٰہ البالغہ'' کی اس عبارت پر ردّ کیا ہے۔ (دیکھیے! امام ابن ماجۃ و کتابۃ السنن۔ تالیف: شیخ محمد عبدالرشید نعمانی۔ ص:68-67۔ ناشر: مکتب المطبوعات الإسلامیۃ، بیروت، لبنان) میں نے اس کا شافی جواب ''مختصر القدوری'' پر اپنے حاشیے کے مقدمے میں دیا ہے۔ (دیکھیے! المقدمۃ علی مختصر القدوری۔ ص: 27 تا 30۔ مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی) جو آدمی اس بحث کی تفصیلات معلوم کرنا چاہتا ہے، تو اس کا مطالعہ کرے۔'' (قاسمی)

☆☆☆☆

www.rahimia.org

تعارف مخطوطات

ترجمہ نگاری کے اصول وقوانین پر شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا ایک اہم رسالہ

المقدمہ فی قوانین الترجمہ

(مخطوطات اور اشاعتوں کا تعارف، اور ترجمہ نگاری کی روایت کا تسلسل)

تحریر: مفتی عبدالخالق آزاد

دین اسلام کی تعلیمات میں قرآن حکیم کے فہم وشعور کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کو درست تناظر میں سمجھنا ہی دراصل دینی تعلیمات کی بنیاد ہے۔ اس لیے ہر دور کے علمائے حق نے اپنے عصری تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے قرآنی تعلیمات کے فہم وشعور کو عام انسانوں تک منتقل کرنے کے لیے بڑی جدوجہد وکوشش فرمائی ہے۔ انھوں نے اپنے زمانے کے عصری تقاضوں کو سمجھا۔ اور پھر اسی زبان، لہجے اور انداز و اُسلوب میں قرآنی تعلیمات کا فہم وشعور پیدا کیا۔ جس سے اس دور کی انسانیت کو درپیش مسائل کا حل دریافت ہوا۔ اور عام انسانوں کو مجموعی فلاح و بہبود اور ترقی و کامیابی حاصل ہوئی۔ اس سے نہ صرف دور کے تقاضے پورے ہوئے، بلکہ کل انسانیت کے مسائل حل کرنے کے مواقع پیدا ہوئے۔

قرآن فہمی کے حوالے سے شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا تجدیدی کام

یہ ایک حقیقت ہے کہ اٹھارویں صدی کے عظیم مفکر و مجدد حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ایک ایسی بلند مرتبت شخصیت ہیں کہ جنھوں نے اپنے دور کے تقاضوں کو پوری طرح سمجھا۔ اور تمام علوم وفنون میں ایسی تجدید کی، جو انسانیت کے مسائل کے حل کے لیے ناگزیر حیثیت رکھتی ہے۔ آپؒ نے اگرچہ تمام علوم وفنون میں نئے زاویوں سے فہم وشعور پیدا کرنے کے لیے بڑا تجدیدی کردار ادا کیا ہے، لیکن خاص طور پر قرآن حکیم کی تعلیمات کو عام کرنے، اس کے فہم وشعور کے بنیادی اصول وضوابط مرتب کرنے اور اصولِ تفسیر مدوّن کرنے میں آپؒ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ بلاشبہ قرآنی تعلیمات کے فروغ کے سلسلے میں آپؒ نے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ پچھلی تین صدیوں میں قرآن فہمی کی جتنی تحریکات اور انداز واُسلوب سامنے آئے ہیں، ان پر حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے اسلوب کی چھاپ واضح

www.rahimia.org

طور پر نظر آتی ہے۔ علومِ قرآنیہ کے سلسلے میں تمام مکاتبِ فکر حضرت شاہ صاحبؒ کے خوشہ چین ہیں۔

علومِ قرآنیہ کی نئی تہذیب و ترتیب

شاہ صاحبؒ کا سب سے بڑا کام، علومِ قرآنیہ کی نئی تہذیب و تدوین اور اس میں مفید اضافہ جات ہیں۔ گزشتہ ہزار سال میں علمائے حق نے علوم القرآن سے متعلق جتنے بھی علوم و فنون دریافت کیے تھے، آپؒ نے ان کی تلخیص کی۔ اور انھیں بہترین ترتیب کے ساتھ مہذب و مدوّن کر دیا۔ ان میں سے غیر ضروری اور بے کار بحثوں کو الگ کیا۔ اور بنیادی اور اصولی بحثوں کو اصول و قوانین کی شکل میں مرتب کر دیا۔ آپؒ کی کتاب ''الفوز الکبیر فی اصول التفسیر''، اس حوالے سے ایک بہترین کتاب ہے۔ جس میں آپؒ نے بڑی جامعیت کے ساتھ گزشتہ ہزار سالہ دور کے علومِ قرآنیہ کا نچوڑ بیان کر دیا ہے۔

علومِ قرآنیہ کے حوالے سے مفید اضافے

پھر یہی نہیں، بلکہ علومِ قرآنیہ کے سلسلے میں شاہ صاحبؒ نے نئے اور مفید اضافے بھی کیے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے چند بنیادی علوم وہبی طور پر آپؒ کو عطا کیے۔ چناں چہ حضرت شاہ صاحبؒ نے قرآن فہمی کے حوالے سے جن چند نئے بنیادی علومِ قرآنی کا تعارف کرایا ہے، ان میں [۱] ''علم تاویل قصص الانبیاء''، [۲] ''علومِ خمسہ قرآنیہ''، [۳] ''ترجمہ قرآن حکیم کا جامع اسلوب''، [۴] ''علومِ خواص القرآن'' اور [۵] ''علم حل حروف مقطعات قرآنیہ'' ایسے پانچ اہم علوم ہیں۔ چناں چہ شاہ صاحبؒ ''الفوز الکبیر فی اصول التفسیر'' میں لکھتے ہیں:

''از علومِ وہبیہ در علم تفسیر ...... [۱] تاویل قصص انبیاء ...... [۲] دیگر علومِ خمسہ کہ منطوقِ قرآن عظیم ہماں است ...... [۳] دیگر ترجمہ بزبانِ فارسی بوجہے کہ مشابہ عربی باشد ...... [۴] دیگر علومِ خواص قرآن است ...... [۵] یکے از علوم کہ بریں و ہم ضعیف نزول فرمودہ حل معنی مقطّعات قرآن است۔'' (1)

''اللہ تعالیٰ نے وہبی طور پر علم تفسیر میں مجھے درج ذیل علوم عطا فرمائے ہیں:

1۔ قصص انبیاؑ کی حقیقت و ماہیت کی تاویل و تشریح
2۔ قرآن حکیم میں بیان کردہ پانچ علومِ قرآنیہ کی توضیح
3۔ فارسی میں ایسا ترجمۂ قرآن، جو کہ عربی الفاظ کے مطابق ہے
4۔ علومِ خواص القرآن: قرآنی آیات کے خواص و اثرات
5۔ ''مقطّعاتِ قرآنیہ'' کا مفہوم اور اُن کا حل۔''

یہ پانچ علوم ایسے ہیں کہ قرآن حکیم کے تقریباً تمام پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ انسانی سوسائٹی کی تشکیل کے لیے جن بنیادی اساسی امور کی ضرورت ہے، وہ ان پانچ علوم میں بیان ہو جاتے ہیں۔ ان علوم کی پوری حقیقت کا

www.rahimia.org

فہم رکھتے ہوئے قرآن حکیم کا مطالعہ کیا جائے تو انسانی معاشرے کی تشکیل میں شریعت، طریقت اور سیاست پر مبنی تمام دینی پہلوؤں کا احاطہ ہوجاتا ہے۔ جن علمائے ربانیین نے ان علومِ قرآنیہ کا فہم و شعور حاصل کیا، وہ قرآنی تعلیمات کے پھیلاؤ کے مجددین علمائے ربانیین کا حصہ بنے۔ اور انھوں نے ان کے فیوض و برکات سے بہت استفادہ کیا۔

شاہ صاحبؒ کے ترجمۂ قرآن ''فتح الرّحمٰن'' کی اہمیت

ان پانچ علوم میں سے ایک اہم علم ''ترجمہ قرآن حکیم کا جامع اسلوب'' ہے۔ شاہ صاحبؒ نے اس حوالے سے مکمل قرآن حکیم کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا۔ جس کا نام انھوں نے ''فتح الرّحمٰن بترجمة القُرآن'' رکھا۔ اس ترجمے کی اہمیت اور حقیقت و ماہیت شاہ صاحبؒ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

''دیگر ترجمہ بزبانِ فارسی بوجہے کہ مشابہ عربی باشد در قدرِ کلام، و در تخصیص و تفہیم و غیرِ آں۔ وآں را در ''فتح الرّحمٰن بترجمة القُرآن'' ثبت نمودیم۔ ہر چند در بعض مواضع بسبب خوف عدمِ فہم ناظراں بدوں تفصیل آں شرط را ترک کردہ باشیم۔'' (2)

''(اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیے گئے علوم میں سے ایک یہ ہے:) قرآن حکیم کا فارسی زبان میں ایسا ترجمہ کیا ہے جو کہ الفاظ کی مقدار میں اور تخصیص و تعمیم وغیرہ میں عربی زبان کے الفاظ کے عین مطابق ہے۔ اور اس کو ہم نے ''فتح الرّحمٰن بترجمة القُرآن'' میں اچھی طرح لکھا ہے۔ اگرچہ بعض مقامات میں عربی زبان کے الفاظ کے مطابق الفاظ لانے کی شرط کو چھوڑ دیا ہے۔''

اس ترجمۂ قرآن کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اور ترجمہ ''فتح الرحمٰن'' کی امتیازی خصوصیات کیا ہیں؟ شاہ صاحبؒ نے ان سوالوں کے جوابات ''مقدمہ فتح الرحمٰن'' میں تفصیل سے دیے ہیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے اپنے اس ترجمۂ قرآن حکیم کی پانچ امتیازی خصوصیات کا تذکرہ کیا ہے:

1۔ قرآنی الفاظ کی مقدار اور تناسب کے مطابق فارسی الفاظ میں ان کا ترجمہ کیا ہے۔
2۔ قصص قرآنیہ کا بقدرِ ضرورت بیان ہے۔
3۔ عربی زبان و اَدب اور علمِ حدیث و فقہ کے حوالے سے بہترین توجیہات و تعبیرات اختیار کی ہیں۔
4۔ اعراب و ترکیب قرآن کو درست تناظر میں سمجھنے کی صلاحیت اور اس کا فہم و شعور پیدا کیا ہے۔
5۔ ترجمہ نگاری کے انتہائی جامع اسلوب کا استعمال کیا ہے۔ (3)

ترجمہ نگاری کی اہمیت

شاہ صاحبؒ کے نقطۂ نگاہ میں صحیح طریقے پر ترجمہ نگاری کی بڑی اہمیت ہے۔ ایک ایسے زمانے میں، جب کہ

www.rahimia.org

دنیا بھر میں علما اس بحث میں اُلجھے ہوئے تھے کہ قرآن حکیم کا ترجمہ کسی دوسری زبان میں کرنا جائز بھی ہے یا نہیں؟ شاہ صاحبؒ نے اس پر بڑا زور دیا ہے کہ اگر لوگوں کی عمومی زبان، علوم وفنون کی زبان سے مختلف ہو تو یہ بہت ضروری ہے کہ ایسے علوم کا عام لوگوں کی زبان میں ترجمہ کیا جائے۔ شاہ صاحبؒ کا نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ لوگوں کے لیے علوم وفنون کا صحیح فہم وشعور اس وقت تک ممکن نہیں، جب تک کہ انھی کی زبان میں ان علوم وفنون کا ترجمہ نہ کیا جائے۔ چناں چہ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

''و دریں زمانہ کہ ما درآنیم، و دریں اقلیم کہ ما ساکنِ آنیم، نصیحتِ مسلماناں اقتضاء مے کنند کہ ترجمۂ قرآن بزبانِ فارسی سلیس روزمرہ متداول بے تکلف فضیلت نمائی و بے تصنع عبارت آرائی، بغیر تعرض قصص مناسبہ، و بغیر ایراد توجیہاتِ منشعبہ تحریر کردہ شود، تا خواص وعوام ہمہ یکساں فہم کنند، وصغار وکبار بیک وضع ادراک نمایند۔'' (4)

''آج ہم جس زمانے میں ہیں، اور جس ملک (برصغیر ہندوستان) میں ہم رہتے ہیں، مسلمانوں کی خیر خواہی کا تقاضہ یہ ہے کہ قرآن حکیم کا ترجمہ سلیس فارسی زبان میں روزمرہ محاورہ کو سامنے رکھتے ہوئے کیا جائے۔ جس کی عبارت ہر قسم کے تصنع اور بناوٹ اور بڑائی سے پاک ہو اور اس میں قصص وواقعات اور غیر ضروری توجیہات وتشریحات کی بجائے آیات کا ترجمہ پیش کیا جائے۔ تاکہ عوام وخواص یکساں طور پر اس کو سمجھیں، اور چھوٹے بڑے ایک ہی نہج پر اس کا شعور حاصل کریں۔''

اس طرح شاہ صاحبؒ نے اپنے زمانے میں بامحاورہ فارسی ترجمے کی اہمیت کو واضح کیا اور ترجمہ نگاری کے ایک ایسے اسلوب کی اہمیت واضح کی، جس میں رائج زبان کا بامحاورہ ترجمہ سلیس انداز میں کیا جائے۔

شاہ صاحبؒ کے نزدیک ترجمہ نگاری کی اہمیت اس حوالے سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ آپؒ نے بہت سے موقعوں پر کتابوں کے تراجم کے مطالعے کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ یہاں تک کہ کتاب فہمی کے ضمن میں استاد کی ذمہ داریاں بیان کرتے ہوئے کتاب کے بامحاورہ ترجمے کی اہمیت واضح کی ہے۔ چناں چہ شاہ صاحبؒ نے کتاب فہمی کے حوالے سے ایک مستقل فن، ''فن دانش مندی'' مرتب کیا ہے۔ اور اس کے لیے اسی عنوان سے ایک رسالہ بھی لکھا ہے۔ اس میں ایک استاد کے فرائض اور ذمہ داریوں کا تعین کرتے ہوئے ایک ذمہ داری یہ بھی بیان کی ہے کہ وہ کتاب کی تفہیم کے لیے اس کا صحیح ترجمہ بھی طالبِ علموں کے سامنے بیان کرے۔ چناں چہ شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

''ترجمۂ عبارتِ کتاب بلغتِ شاگرداں، اگر لغت ایشاں مخالف کتاب باشد۔'' (5)

''(کتاب فہمی کے حوالے سے استاد کو چاہیے کہ) اگر شاگردوں کی زبان کتاب کی زبان سے مختلف ہو تو کتاب کی عبارت کا ترجمہ بھی بیان کرے۔''

اسی طرح شاہ صاحبؒ نے اپنے متبعین کو جو چند وصیتیں کی ہیں، اس میں بھی انھوں نے یہ لازمی قرار دیا ہے

www.rahimia.org

کہ کتاب وسنت کا مطالعہ کیا جائے اور اگر کوئی آدمی عربی زبان نہ جانتا ہو تو اسے ان کے ترجمے پڑھنے یا سننے کا معمول بنانا چاہیے۔ چناں چہ اپنے وصایا میں لکھتے ہیں:

''و ہر روز حصہ از ہر دو (کتاب وسنت) خواندن۔ واگر طاقت خواندن نہ دارد ترجمہ ورقے از ہر دو شنیدن۔'' (6)

''روزانہ کتاب وسنت کا کچھ حصہ ضرور پڑھنا چاہیے۔ اور اگر خود پڑھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو ان دونوں کے ترجمے کا ایک آدھ ورق ضرور سننا چاہیے۔''

کتاب وسنت کے ترجموں کی اسی اہمیت کے پیش نظر شاہ صاحبؒ نے نہ صرف قرآن حکیم کا بہترین ترجمہ کیا، بلکہ ترجمہ نگاری کے جامع اُسلوب اور اس کے قوانین وضوابط بھی مرتب اور مدوّن کیے۔ اور اس سلسلے میں ایک مستقل رسالہ ''**المقدمہ فی قوانین الترجمہ**'' ضبطِ تحریر میں لائے۔ جس میں ترجمہ نگاری کے اصول وضوابط اور اس کے مختلف پہلوؤں پر اظہارِ خیال فرمایا۔

''المقدمہ فی قوانین الترجمہ'' کی تالیف کا سبب

شاہ صاحبؒ نے جب قرآن حکیم کا یہ معرکۃ الآرا ترجمہ شروع کیا تو ترجمہ نگاری کے حوالے سے چند اسلوب آپ کے پیش نظر تھے۔ شاہ صاحبؒ نے ان اسالیب میں موجود خرابیوں کا اِدراک کیا۔ اور اس حوالے سے انھوں نے ایک نیا اور جامع اسلوب متعارف کرانے کا فیصلہ کیا۔ اس اسلوب کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اور اس کی اہمیت کیا ہے؟ نیز اس اسلوب کے بنیادی قواعد وضوابط کیا ہیں؟ یہ اور ان جیسے دیگر سوالات کے جوابات کے لیے شاہ صاحبؒ نے یہ رسالہ تصنیف فرمایا۔ چناں چہ ''مقدمہ فتح الرحمٰن'' میں ''**المقدمہ فی قوانین الترجمہ**'' کی اہمیت بیان کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

''ترجمہ خالی از دو حالت نیستند: یا ''ترجمہ تحت اللفظ'' مے باشد، یا ''ترجمہ حاصل المعنیٰ''۔ و در ہر یکے وجوہِ خلل بسیار درمے یابد۔ و ایں ترجمہ جامع است و در ہر دو طریق و ہر خللے را از اں خللہا علاجے مقرر کردہ شد۔ ایں سخن دراز است، در ''رسالہ قواعدِ ترجمہ'' بیان کردہ آید۔'' (7)

''(عام طور پر) ترجمے دو حال سے خالی نہیں ہیں: یا ''لفظی ترجمہ'' کیا گیا ہے؛ یا ایسا ترجمہ جس میں معنی کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ ہر ایک اسلوب میں خرابی کی بہت سی شکلیں پائی جاتی ہیں۔ یہ ترجمہ (**فتح الرّحمٰن بترجمۃ القُرآن**) ان دونوں اسالیبِ نگارش کا جامع ہے۔ اس میں ان دونوں کی خرابیوں کا علاج کر دیا گیا ہے۔ یہ بات بڑی لمبی ہے۔ ''رسالہ قواعدِ ترجمہ'' میں بیان کر دی گئی ہے۔''

شاہ صاحبؒ کی اس عبارت سے اس رسالے کی تالیف کے مقاصد واضح ہو جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا

ہے کہ اس رسالے کا اصل مقصد ترجمہ نگاری کے اسالیب پر بحث کرنا اور ترجمے کے ایک جامع اسلوبِ نگارش کی دریافت ہے۔ نیز اس جامع اسلوب کے اصول وقوانین کی نشان دہی کرنا ہے۔

آپؒ کے صاحبزادے حضرت شاہ رفیع الدین دہلویؒ نے بھی اس رسالے کا تذکرہ اپنی کتاب ''تکمیل الاذہان'' میں کیا ہے۔ اور بتلایا ہے کہ والدِ محترم نے ترجمے کے اصول وقوانین مرتب و مدوّن کیے ہیں۔ شاہ رفیع الدین دہلویؒ تصنیف وتالیف کی حقیقت و ماہیت اور ان کی مختلف اقسام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''التصنیف ... لغةً بلغةٍ اخریٰ و دوّن والدی رضی اللّٰہ عنہٗ قوانین الترجمة.'' (8)

''تصنیف و تالیف کی ایک قسم یہ ہے کہ ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کیا جائے۔ اور میرے والد ___ اللہ ان سے راضی ہوجائے ___ نے ترجمے کے قوانین مدوّن کیے ہیں۔''

اس سے شاہ صاحبؒ کی تالیفات وتصنیفات میں ترجمۂ قرآن حکیم اور ترجمہ نگاری کے اصول وقوانین کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

''المقدمہ فی قوانین الترجمہ'' کا سن تالیف

''المقدمہ فی قوانین الترجمہ'' کا سن تصنیف وتالیف کیا ہے؟ اس سلسلے میں ایک رائے مولانا محمد سعود عالم قاسمی نے اختیار کی ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ:

''اس رسالے کی تصنیف فتح الرحمٰن کی تسوید کے وقت عمل میں آئی۔ جیسا کہ خود شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ: ''یہ رسالہ ترجمہ قرآن کے قاعدوں کے بیان میں ہے۔ اس کا نام ''المقدمہ فی قوانین الترجمہ'' ہے۔ اسے فتح الرحمٰن کی تسوید کے وقت ضبطِ قلم کیا گیا ہے۔'' اور فتح الرحمٰن کے مسودے کے تکمیل شاہ صاحبؒ نے شعبان 1151ھ بتائی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ 1150ھ سے 1151ھ کے درمیان لکھا گیا ہے۔'' (9)

ہماری رائے یہ ہے کہ اس رسالے کی تالیف کا یہ سن متعین کرنا درست نہیں۔ بلکہ اندازا ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنے سفر حرمین شریفین سے پہلے ''زھراوین'' (سورۃ بقرہ وآلِ عمران) کے ترجمے کا مسودہ تیار کرنے کے دوران غالباً 1142ھ میں اس رسالے کی تصنیف وتالیف کی ہے۔ اس لیے کہ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے قرآن حکیم کا ترجمہ رمضان 1151ھ/ دسمبر 1738ء میں مکمل کیا۔ ترجمہ قرآن حکیم کا یہ کام وقفے وقفے سے تقریباً نو دس سال تک چلتا رہا۔ ''فتح الرّحمٰن'' کے مقدمے میں شاہ صاحبؒ نے اس کی تفصیلات بیان فرمائی ہیں۔ اس طویل عرصے کا ایک سبب شاہ صاحبؒ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اس کام کے دوران حرمین شریفین کا سفر درپیش ہوگیا۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ حرمین شریفین کے سفر پر دہلی سے 08/ ربیع الثانی 1143ھ/ 21/

اکتوبر 1730ء کو روانہ ہوئے تھے۔ اور 14/رجب 1145ھ/ یکم/جنوری 1733ء کو واپس دہلی تشریف لائے۔ (10) سفر حرمین سے پہلے شاہ صاحبؒ اپنا ترجمہ ''سورۃ آلِ عمران'' تک مکمل کر چکے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کے ترجمے کا آغاز اندازاً 1142ھ/ 1729ء کے آخر میں ہو چکا تھا۔

ہماری رائے یہ ہے کہ اس رسالے کی تصنیف کا زمانہ حرمین شریفین کے سفر سے پہلے کا ہے۔ اس لیے کہ اس رسالے میں شاہ صاحبؒ نے زیادہ تر ترجمہ نگاری کے اَسالیب پر بحث کی ہے۔ اور یہ حقیقت خود شاہ صاحبؒ نے بیان کی ہے کہ ترجمہ کرنے والوں کے کام کے نقائص اور خرابیوں پر مطلع ہونے کے بعد ہی انھوں نے نئے ترجمہ قرآن کا ارادہ فرمایا۔ چناں چہ ''فتح الرّحمٰن'' کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

''ایں فقیر را داعیۂ ایں امرِ خطیر بخاطر ریختند، وخواہ مخواہ برسرِ آں آوردند۔ یک چند در تفحص ترجمہ ہا اُفتاد تا ہر کرا از تراجم ــــ غیرِ آں کہ بخاطر مقرر شدہ است ــــ مناسب یابد، در ترویج آں کوشد۔ وکیف ما امکن پیش اہلِ عصر مرغوب نماید۔ در بعض تطویل مملّ یافت و در بعض تقصیر مخل۔ ہیچ یک موافق آں میزان نہ اُفتاد۔ لاجرم عزمِ تالیفِ ترجمۂ دیگر مصمم شد، وتسویدِ ترجمۂ ''زہراوین'' بر روئے کار آمد۔ بعد ازاں سفرِ حرمین اتفاق افتاد وآں سلسلہ از ہم گسست۔'' (11)

''اس فقیر کے دل میں اس امرِ عظیم (یعنی سلیس فارسی زبان میں قرآن حکیم کا ترجمہ) کرنے کا خیال پیدا کیا گیا۔ اور پورے جوش کے ساتھ خیالات کا یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ ایک دفعہ تو میں نے چاہا کہ قرآن حکیم کے جو پہلے ترجمے ہو چکے ہیں، ان میں ہی تحقیق وتفتیش کی جائے۔ اگرچہ وہ ہمارے ذہن میں آنے والے معیار کے مطابق نہ بھی ہوں۔ تاہم ان میں سے کوئی ترجمہ مناسب ہو، تو اُس کی ترویج و اشاعت کی جائے۔ اور جیسے بھی ممکن ہو، اُسے اہلِ زمانہ کے سامنے بہتر بنا کر پیش کردیا جائے۔ (لیکن جب ان سابقہ تراجم کو دیکھا گیا، تو) بعض ان میں سے اتنے لمبے اور طویل تھے کہ انھیں دیکھ کر اُکتاہٹ ہوتی تھی۔ اور بعض اتنے مختصر تھے کہ مفہوم سمجھنا بھی دُشوار تھا۔ ان ترجموں میں سے کوئی بھی ہمارے ذہن میں قائم شدہ معیار کے مطابق نہ تھا۔ اس طرح بہر حال ایک نئے ترجمے کی تالیف کا عزم پختہ کرنا پڑا۔ اور زہراوین (سورۃ بقرۃ وآلِ عمران) کے ترجمے کا مسودہ تیار ہوگیا تھا۔ اس کے بعد حرمین کے سفر کا اتفاق ہوگیا تھا۔ اس طرح ترجمے کا یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب شاہ صاحبؒ نے قرآن حکیم کے مختلف تراجم کی تحقیق وتفتیش کی تو ترجمہ نگاری کے کئی اسالیب آپؒ کے سامنے آئے۔ انھی کو سامنے رکھ کر شاہ صاحبؒ نے **''المقدمہ فی قوانین الترجمہ''** میں ان اسالیب پر بحث اور گفتگو کی۔ اور ان میں موجود خرابیوں اور نقائص کی نشان دہی کی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ **''زھـــراویـــن''** کے ترجمے کے مسودے کی تیاری کے دوران یہ رسالہ مرتب و مدوّن ہوا۔ اس تناظر میں شاہ صاحبؒ

نے رسالے کے آغاز میں جو کچھ لکھا ہے، اس سے مراد ''زھــراویــن'' کے مسودے کی تیاری کا زمانہ ہے، نہ کہ 1151ھ (دسمبر 1138ء) میں باقی قرآن حکیم کے ترجمے کے مسودے کا زمانہ مراد ہے۔ اس کا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ 1151ھ (دسمبر 1138ء) میں ''فتح الرّحمٰن بترجمة القرآن'' مکمل ہونے پر شاہ صاحبؒ نے اس کا مقدمہ الگ سے تحریر کیا ہے۔ جب کہ ''المقدمه فی قوانین الترجمه''، ''زھراوین'' پر مشتمل سورتوں کے ترجمے سے پہلے بطور مقدمے کے شاہ صاحبؒ نے لکھا تھا۔

ہماری اس رائے کی تائید حضرت مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاریؒ کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے، جو انھوں نے اس رسالے کے تعارف کے شروع میں تحریر فرمائی تھی۔ چناں چہ مولانا سیوہارویؒ لکھتے ہیں:

> ''بہت کم اہلِ علم ہیں، جن کے علم و خبر میں یہ بات ہے کہ حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے قرآن حکیم کا ترجمہ شروع کرنے سے قبل چند صفحات کا ایک مقدمہ (المقدمه فی قوانین الترجمه) بھی تصنیف فرمایا تھا۔'' (12)

مولانا سیوہارویؒ کی اس تحریر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کی رائے بھی یہی ہے کہ اس رسالے کی تصنیف 1142ھ/ 1729ء میں ہوئی ہے۔ یہی رائے زیادہ درست اور صحیح ہے۔

''المقدمہ فی قوانین الترجمہ'' کے چند مخطوطات

اگرچہ اس رسالے کا تذکرہ شاہ صاحبؒ نے ''مقدمہ فتح الرحمٰن'' میں کیا تھا، لیکن ایک بڑے عرصے تک یہ رسالہ عام لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہا۔ اگرچہ اس کے قلمی مخطوطے بہت سی جگہوں پر موجود تھے، لیکن اس کی طباعت کی کوئی شکل نہیں تھی۔ عام طور پر سب سے پہلے اس رسالے کا تذکرہ اس وقت سننے میں آیا، جب اکتوبر، نومبر 1945ء میں حضرت مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے اس کے ایک مخطوطے کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا اصل فارسی متن اور اردو ترجمہ ماہنامہ ''برہان'' دہلی سے شائع کیا۔ اس اشاعت کے بعد سے اہلِ علم کی توجہ اس رسالے کی طرف ہوئی۔

دریافت شدہ پہلا مخطوطہ

اس رسالے کا دریافت شدہ پہلا مخطوطہ وہی ہے، جس سے نقل کر کے حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے اسے شائع کیا تھا۔ اگرچہ اس کے بارے میں انھوں نے یہ نہیں لکھا کہ یہ مخطوطہ کس کتب خانے کی زینت ہے، اور انھوں نے اسے کہاں سے حاصل کیا، تاہم مولانا سیوہارویؒ اس مخطوطے کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں:

> ''اس مقدمے کا نام ''مقدمہ فی قوانین الترجمہ'' ہے۔ اور جلی قلم سے درمیانی سائز کے تقریباً 12 صفحات پر مشتمل ہے۔ نامعلوم کن وجوہ کی بنا پر یہ مقدمہ ترجمے کے ساتھ شائع نہ ہوسکا۔ اور آج تک قلمی

www.rahimia.org

مخطوطات میں شامل ہے۔....... ہم کو یہ ''مقدمہ'' اپنے ایک محبِّ صادق کے ذریعے حاصل ہوا ہے۔ جن کو مخطوطاتِ علمی کا بے حد ذوق ہے۔'' (13)

یہ محبِّ صادق کون ہیں؟ اور یہ مخطوطہ کس کتب خانے میں ہے؟ اس کے بارے میں مزید معلومات ہمیں مولوی ابوالطیب عبدالرشید صاحب لاہوری کے ایک مضمون سے ملتی ہیں۔ موصوف نے ''معارف'' اعظم گڑھ کی فروری 1948ء کی اشاعت میں ایک مضمون ''کتب خانہ ٹونک کے بعض مخطوطات'' کے عنوان سے لکھا۔ اس مضمون میں انھوں نے اپنے ٹونک میں قیام کے زمانے میں لکھی گئی یادداشت کی روشنی میں کتب خانہ ٹونک کے چند مخطوطات کا تعارف کرایا ہے۔ جس میں اس رسالے کا تعارف، مخطوطے کی نوعیت اور اس کے ناقل کے بارے میں درجِ ذیل وضاحت کی ہے:

''المقدمہ فی اصول الترجمہ'' یہ رسالہ بزبانِ فارسی حکیم الامت سیدنا شیخ ولی اللہ بن عبدالرحیم دہلویؒ کی تصنیف ہے۔ گو یہ ۱۲، ۱۳ صفحے کا مختصر رسالہ ہے۔ مگر مضمون کی ندرت اور خصوصیات کے لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ترجمہ قرآن کے فن پر اپنے طرز کا یہ پہلا رسالہ ہے۔ فن ترجمہ قرآن کی جن خصوصیات کا اس رسالے میں ذکر کیا گیا ہے، ان کے اپنے ترجمہ قرآن (فتح الرّحمٰن) میں التزام رکھا ہے۔...

اکتوبر ۴۶ء (صحیح 1945ء ہے) کے ''برہان'' دہلی میں اسی ''مقدمے'' کو مختصر نوٹ کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ ''برہان'' کا یہ شائع کردہ رسالہ راقم سطور کے ٹونک لائبریری کے نسخے سے نقل کیا ہوا ہے۔ اس نسخے کے طبع کرانے میں بڑی عجلت سے کام لیا گیا ہے۔ ضرورت تھی کہ اس کے دوسرے نسخوں کو تلاش کر کے ان سے تصحیح و مقابلے کے بعد شائع کیا جاتا۔ راقم سطور نے مختلف نسخوں کی مدد سے اس کی تصحیح کر لی ہے۔ اور اِن شاء اللہ تعالیٰ عن قریب اِسے شائع کیا جائے گا۔''

انھوں نے یہ اطلاع بھی دی ہے کہ:

''اس رسالے کا ایک قلمی نسخہ مولانا سید نورالحق علوی استاذ اورنٹیل کالج لاہور کے یہاں بھی ہے۔ ان دونوں نسخوں میں کہیں کہیں الفاظ میں زیادتی اور کمی کا معمولی سا فرق ہے۔'' (14)

ٹونک لائبریری کے اس مخطوطے کے آخر میں ''ترقیمۂ کاتب'' سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کاتب ''محمد علی حسینی سقطی'' ہیں۔ اور انھوں نے اسے جمادی الاخریٰ 1227ھ (جون 1812ء) میں نقل کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ اپنے سن تالیف 1142ھ/ 1729ء کے چھیاسی سال بعد لکھا گیا ہے۔ ترقیمۂ کاتب اس طرح سے ہے:

"بحمد اللّٰہ و المنّة کہ ایں رسالہ متبر کہ بتاریخ بست و یکم/ جمادی الثانی ۱۲۲۷ھ (جون 1812ء) بخط عاصی پُر معاصی محمد علی الحسینی السقطی باختتام رسید. اللّٰھم اغفر لکاتبہٖ." (14)

''اللہ کی حمد و ثنا ہے اور اس کا بڑا احسان ہے کہ یہ متبرک رسالہ بتاریخ 21/ جمادی الثانی 1227ھ (جون 1812ء) میں اس گناہ گار محمد علی حسینی سقطی کے خط سے اختتام پذیر ہوا۔ اے اللہ! اس رسالے کے کاتب کے گناہوں کو معاف فرما۔''

اس مخطوطے میں بہت سی اغلاط ہیں۔ اور غالباً کرم خوردگی کی وجہ سے عبارات کا تسلسل بھی باقی نہیں رہا۔ لیکن چوں کہ اس کی دریافت اہل علم کے سامنے سب سے پہلے ہوئی تھی، اس لیے ان تمام اغلاط کے باوجود اس مخطوطے کی بڑی اہمیت رہی۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ساتھ نسبت کی وجہ سے اس مخطوطے کو بہت غنیمت سمجھا گیا۔ چناں چہ اسی کو بنیاد بنا کر اس کا اردو ترجمہ حضرت مولانا سیوہارویؒ نے کیا۔ اور فوری طور پر اسے ''برہان'' کے ذریعے اہل علم کے سامنے پیش کردیا۔ چناں چہ مولانا سیوہارویؒ اس مخطوطے کے بارے میں لکھتے ہیں:

''یہ رسالہ اَغلاط سے پُر ہے۔ بلکہ بعض جگہ عبارات کا تسلسل تک مفقود ہے۔ مگر ان باتوں کے باوجود افادیت کا حامل ہے۔ اور قرآن حکیم کے ترجمے سے متعلق اصولِ قوانین کے لیے بہترین مشعل ہدایت اور باوجود اختصار کے اہم نکات و حقائق سے پُر بداماں ہے۔ اس لیے اربابِ ذوقِ قرآنی کی خاطر یہی مناسب معلوم ہوا کہ بعجلت ''برہان'' کے ذریعے اس کو روشناس کرایا جائے۔ اور اصل رسالے کو کتابت کے نقائص و معائب کے باوجود منصۂ شہود پر لے آیا جائے۔'' (15)

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کا ارادہ یہ تھا کہ اس رسالے کے تمام مخطوطات کی نقولات جمع کی جائیں اور اصل سے مقابلہ کرکے مختصر تشریحی نوٹ لکھ کر تحقیقی انداز میں اسے مرتب اور مدوّن کیا جائے اور اسے ایک مستقل رسالے کی شکل میں شائع کرایا جائے۔ چناں چہ مولانا لکھتے ہیں:

''اس کے بعد انشاء اللہ جلد ہی دوسری نقول اور اصل کا مقابلہ کرکے مع ترجمہ اور مختصر نوٹوں کے ساتھ مستقل رسالے کی شکل میں پیش کیا جائے گا۔'' (16)

بعد کی معلومات سے اندازہ ہوتا ہے کہ غالباً حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کو اس کا موقع نہیں ملا۔ لیکن ان کی جانب سے کی جانے والی مذکورہ بالا اشاعت سے یہ ضرور ہوا کہ اہل علم کو اس سے آگہی حاصل ہوئی۔ اور اس طرح یہ رسالہ عام لوگوں کے لیے بھی منصۂ شہود پر آ گیا۔

رسالے کا دوسرا مخطوطہ

اس رسالے کا دوسرا مخطوطہ وہ ہے، جو دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ (انڈیا) کے کتب خانے کی زینت ہے۔ اور دہلی سے تعلق رکھنے والے ایک دوست (17) کی وساطت سے ہمیں اس کی نقل دستیاب ہوئی۔ اس نسخے کا عکس ہمارے سامنے ہے۔ یہ نسخہ 24×12 سینٹی میٹر سائز کے 06 صفحات پر مشتمل ہے۔ خط انتہائی صاف اور پختہ ہے۔

www.rahimia.org

بعض مقامات پر عبارت اگرچہ مدھم ہے، اور صاف پڑھی نہیں جاتی۔ مخطوطے کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ بعض جگہوں پر کرم خوردگی کے اثرات بھی ہیں۔ یہ قلمی نسخہ سید ابراہیم نصیر آبادی کے قلم سے کتابت شدہ ہے۔ اس کے آخر میں ترقیمۂ کاتب اس طرح سے ہے:

"بحمد الله و المنّة علیٰ إتمام هٰذه الرسالة المتبرّكة مسمّاة بِ 'المقدمة فی قوانین الترجمة"، بتاریخ سیزدهم، شهر محرم الحرام ۱۲۳۲ هجری المقدسة (دسمبر 1816ء) علیٰ ید الضعیف النحیف العاصی سید ابراهیم النصیر آبادی؛ أصلح اللّٰه حاله و لآبائه الکرام و أدخلهم فی فردوس الجنان. اللّٰهم اغفرلهم و لکاتبه و لناظرهٖ بحمد اللّٰه سبحانهٗ. (18)

''سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ اور اسی کا انعام ہے کہ اس متبرک رسالے، جس کا نام ''المقدمه فی قوانین الترجمه'' ہے۔ بتاریخ 13/ماہِ محرم 1232ھ (دسمبر 1816ء) کو اس کمزور، گناہ گار بندے، جس کا نام سید ابراہیم نصیر آبادی ہے، کے ہاتھ پر تکمیل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس کی اور اس کے معزز آباؤ اجداد کی حالت کو درست کرے۔ اور انھیں جنت الفردوس میں داخل کرے۔ اے اللہ! ان کو معاف فرما اور اس رسالے کے کاتب اور اس کے پڑھنے والوں کے گناہوں کو بھی معاف فرما۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی تعریف کے ساتھ۔''

یہ مخطوطہ اپنے وقتِ تالیف (1142ء/ 1729ء) کے تقریباً 90 سال بعد کا تحریر کیا ہوا ہے۔

ہم نے اس رسالے کے فارسی متن کی تحقیق میں اس مخطوطے کو اپنے سامنے رکھا ہے۔ اور حوالے کے طور پر اس کے لیے ''نسخۂ نصیر آبادی'' استعمال کیا گیا ہے۔

تیسرا مخطوطہ

اس رسالے کا ایک تیسرا مخطوطہ بھی ہے۔ اس کا اصل نسخہ بھی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے کتب خانے کی زینت ہے۔ اسے کتب خانے میں ''اصولِ تفسیر فارسی'' کے ذیل میں پہلے 1/2493 نمبر دیا گیا تھا۔ پھر 2493 کاٹ کر صرف 19 (ع) نمبر دیا گیا ہے۔ اس کا عکس بھی ہمیں اپنے انہی کرم فرما دوست کے ذریعے سے ملا ہے۔ اس مخطوطے کا عکس ہمارے سامنے ہے۔ یہ مخطوطہ 30×15 سینٹی میٹر سائز کے 06 صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ مخطوطہ بھی انتہائی پختہ قلم اور بہت نفاست کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ الفاظ کی ساخت اور بناوٹ بھی خوب ہے۔ اس نسخے کے عکس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے صفحات کے اَطراف پانی کی زد میں آئے ہیں۔ جس کی وجہ سے اطراف کی عبارتیں گو مدھم ہیں، لیکن صاف پڑھی جاتی ہیں۔ صفحات کے درمیان میں جہاں پانی نہیں پہنچا، اس کے

www.rahimia.org

الفاظ بہت نمایاں اور بہترین ہیں۔ افسوس کہ اس مخطوطے کے آخر میں کوئی ''ترقیمۂ کاتب'' نہیں ہے۔ جس سے حتمی طور پر اس کے لکھنے والے کا نام اور تاریخ تحریر معلوم نہیں ہوتی۔

ہم نے اس رسالے کے فارسی متن کی تحقیق میں اس مخطوطے کو بھی بالاستیعاب پڑھا ہے۔ اور متن کی ترتیب و تدوین میں اس کو پیش نظر رکھا ہے۔ اور اس کے لیے ''دوسرے نسخے'' کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

''المقدمہ فی قوانین الترجمہ'' کی اب تک کی اشاعتیں

اس رسالے کی سب سے پہلی اشاعت تو وہی ہے، جو اکتوبر، نومبر 1945ء میں ماہنامہ ''برہان'' دہلی کے ذریعے سے سامنے آئی تھی۔ اس اشاعت میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے نہ صرف اس رسالے کا اصل فارسی متن نقل کر کے شائع کیا تھا، بلکہ خود اس کا اردو ترجمہ کر کے اُسے بھی شامل اشاعت کیا تھا۔ اس اشاعت میں اصل مخطوطے کے نقص کے باوجود اس رسالے کے فارسی متن کی تصحیح حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے کافی محنت سے کی ہے۔ چند ایک مقامات کو چھوڑ کر باقی جگہوں پر متن کی عبارت درست ہے۔ البتہ بعض جگہوں پر کتابت کی غلطیوں کی وجہ سے عبارتیں صحیح نہیں ہیں۔ اور بعض مقامات پر نسخے کی کِرم خوردگی کی وجہ سے اصل عبارتیں چھٹی ہوئی ہیں۔ اس لیے اس کے اردو ترجمے میں بھی ایسے مقامات پر نقص موجود ہے۔ اور بقول مولانا سیوہارویؒ: ''اس کو بغیر تحقیق کے بعجلت شائع کیا جا رہا ہے۔'' اس لیے اس اشاعت میں یہ نقائص موجود رہے۔ اس اشاعت کے شروع میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے چار صفحات پر مشتمل ایک تعارف بھی لکھا ہے۔ جس میں ترجمہ نگاری کے بعض اہم پہلوؤں پر علمی محاکمہ انتہائی خوب صورت انداز میں بیان کیا ہے۔

اس کی دوسری معلوم اشاعت حال ہی میں ایک معاصر سہ ماہی ''اسلام اور عصر جدید'' دہلی کے جولائی تا اکتوبر 2010ء میں ہوئی۔ اس اشاعت میں رسالے کا اصل متن شائع کیا گیا ہے۔ لیکن اس متن کی ترتیب و تدوین کس نے کی ہے، اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ اور نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ فارسی متن کی تیاری میں کس مخطوطے کو سامنے رکھا گیا ہے۔ اس اشاعت میں اصل متن میں بہت سی اَغلاط ہیں۔ جن سے عبارت کا اصل مفہوم بدل کر رہ گیا ہے۔ اسی کے ساتھ اس رسالے کا ایک اردو ترجمہ محمد مشتاق تجاوری صاحب کے قلم سے ہے۔ اس ترجمے میں بھی کئی اَغلاط ہیں۔ ترجمے کے بعض مقامات ایسے ہیں، کہ جہاں پر اصل عبارت سے متصادم مفہوم سامنے آتا ہے۔ چوں کہ متن کی صحیح ترتیب و تدوین نہیں کی گئی، اس کا اثر ترجمے پر بھی لازمی طور پر آیا ہے۔ رسالے کی اس اشاعت میں جو متن اور ترجمہ شائع کیا گیا ہے، اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

ایسے میں ضرورت تھی کہ اس رسالے کا اصل متن، دستیاب مخطوطات کو سامنے رکھ کر تیار کیا جائے۔ اور ترجمہ نگاری کے اُسی جامع اسلوب کو سامنے رکھ کر اس رسالے کا ترجمہ کیا جائے، جس کے اصول و قوانین شاہ صاحبؒ نے

www.rahimia.org

اس رسالے میں بیان کیے ہیں۔

''المقدمہ فی قوانین الترجمہ'' کی زیرِ نظر اشاعت

اس شمارے میں ہم اس رسالے کا تحقیقی متن شائع کر رہے ہیں۔ زیرِ نظر اشاعت میں ہم نے اس رسالے کے دستیاب مذکورہ بالا دونوں قلمی نسخوں اور دونوں اشاعتوں کو پیش نظر رکھ کر اس کا اصل فارسی متن صحیح طور پر مرتب کیا ہے۔ نیز شاہ صاحبؒ کی عبارتوں کی درست تفہیم کے لیے ذیلی عنوانات بھی قائم کردیے ہیں، جنھیں بریکٹ کے درمیان رکھا گیا ہے۔ نیز رسالے میں بیان کردہ اصول وقوانین اور بنیادی امور و نکات پر نمبرات بھی لگا دیے گئے ہیں۔ تاکہ استفادے میں آسانی ہو۔ اس اشاعت میں نہ صرف رسالے کا اصل فارسی متن تحقیق کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے، بلکہ اس کا سلیس اردو ترجمہ بھی پیش کیا جا رہا ہے۔ اس ترجمے میں ہم نے حتی المقدور ترجمہ نگاری کے اُن اصولوں کو پیش نظر رکھنے کی کوشش کی ہے، جو خود شاہ صاحبؒ نے اس رسالے میں بیان فرمائے ہیں۔

''المقدمہ فی قوانین الترجمہ'' کے مضامین پر ایک نظر

شاہ صاحبؒ نے ابتدائی خطبے اور دیباچے کے بعد اس رسالے کو دو فصلوں میں تقسیم کیا ہے:

پہلی فصل میں ترجمہ نگاری کے اسالیب پر بحث کی ہے۔ اور ان کا تحلیل و تجزیہ کر کے ترجمہ نگاری کے ایک ایسے جامع اسلوبِ ترجمہ کی ضرورت و اہمیت پر زور دیا ہے، جو بامحاورہ اور سلیس زبان میں کیا جائے۔ پھر اس اسلوب کی خصوصیات اور اس کے اصول وقوانین کی پوری وضاحت کی ہے۔ خاص طور پر عربی اور فارسی کے اسلوبِ بیان کے اختلافی مقامات کی نشان دہی کی ہے۔ اور ایسے مشکل مقامات میں صحیح ترجمہ کرنے کے طریقے بیان کیے ہیں۔

اور دوسری فصل میں فارسی الفاظ و تراکیب کے استعمالات کی نشان دہی کی ہے۔ اور ایسے موقعوں پر فنِ ترجمہ کی باریکیوں اور حقائق و دقائق بیان کیے ہیں۔ اور اس حوالے سے اصول وضوابط کی وضاحت کی ہے۔

ان دو فصلوں پر رسالہ مکمل ہو جاتا ہے۔ اب تک دریافت شدہ قلمی نسخوں میں دو ہی فصلوں کا تذکرہ ہے۔ بعض حضرات نے اس رسالے کے بعض مقامات پر بلاضرورت ''فصل'' کا جو عنوان قائم کیا ہے، وہ درست نہیں ہے۔(19)

ترجمہ نگاری کے اسالیب کا تجزیہ

پہلی فصل میں شاہ صاحبؒ نے سب سے پہلے ترجمہ کرنے والوں کے اسلوبِ نگارش پر نظر کرتے ہوئے ترجمہ نگاری کے دو اسلوب بیان کیے ہیں۔ ایک ''لفظی ترجمہ'' دوسرے ''معنی کا خلاصہ بیان کرنا'' اور پھر ان دونوں اسالیب کی خرابیوں کی نشان دہی کی ہے۔ پھر اس کے بعد ترجمے کے تیسرے اسلوبِ نگارش کا تذکرہ کیا ہے۔

www.rahimia.org

لفظی ترجمے کے اسلوب کا تحلیل و تجزیہ

''لفظی ترجمہ'' کی خرابیوں کی نشان دہی کرتے ہوئے شاہ صاحب نے زبانوں کی ساخت اور ان کے بنیادی سانچوں کی نوعیت میں موجود اختلاف کا تحلیل و تجزیہ کیا ہے۔ اور اس حقیقت کی نشان دہی کی ہے کہ زبانوں میں طبعی اور فطری اختلاف کی موجودگی میں محض لفظی ترجمہ نہ صرف جملے کی ساخت اور اس کی ہیئتِ ترکیبیہ کو خراب کر دیتا ہے، بلکہ جملے کے اندر لفظی اور ترکیبی پیچیدگی اور فصاحت و بلاغت کے حوالے سے کمزوری پیدا کرتا ہے۔ نیز اس صورت میں بہت کم استعمال ہونے والے غیر معروف الفاظ مجبوراً استعمال کرنا پڑتے ہیں۔ جس سے نہ صرف معنی و مفہوم کی جامعیت اور اس کی نوعیت بدل جاتی ہے، بلکہ زبان کا حُسن بھی ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔

''معنی کا خلاصہ بیان کرنے'' کے اسلوب کا تحلیل و تجزیہ

ترجمہ نگاری کے دوسرے اُسلوب یعنی ''معنی کا خلاصہ اپنے الفاظ میں بیان کرنے'' کی خرابی بیان کرتے ہوئے اس حقیقت کی نشان دہی کی کہ ایک جملے میں دو یا زائد معنوں کا احتمال ہوتا ہے۔ بسا اَوقات ترجمہ کرنے والے حضرات اس جملے کے صرف ایک معنی اور مفہوم کو سامنے رکھ کر اپنے الفاظ میں اس کا ترجمہ بیان کر دیتے ہیں۔ اس سے متکلم کے کلام کی جامعیت اور اس کے مفہوم کی کلی حیثیت مجروح ہو کر رہ جاتی ہے۔ خاص طور پر جب کہ وہ ایک ''کلمہ جامعہ'' ہو۔ جو بلاشبہ ایک جامع جملہ ہونے کی وجہ سے اپنے اندر ایک جامع مفہوم رکھتا ہے۔ اور یوں وہ ایک مفہوم کلی کی حیثیت لیے ہوتا ہے۔ اور ہر کلی مفہوم کے بہت سے افراد ہوا کرتے ہیں۔ اس طرح مفہومِ کلی میں موجود افراد کی کثرت کی وجہ سے اس کے معنی میں کافی وسعت ہوتی ہے۔ چناں چہ اس کے دائرے میں تمام افراد کی شمولیت کے حوالے سے وہ ایک جامع مفہوم کا حامل ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں کسی جملے کے مفہومِ کلی کو اس کے افراد میں سے کسی ایک فرد پر محدود کر دینا اور محض ایک احتمال کو لے کر ترجمہ کرنا، اس وسیع مفہوم والے جامع کلمہ کو جزوی مفہوم میں بند کر دینا ہے۔ گویا ''کلی مفہوم'' کو ''جزوی مفہوم'' بنا دینا ہے۔ جو متکلم کی مراد کے برخلاف کسی طور پر درست نہیں ہے۔ نیز یہ بھی ہے کہ اگر ترجمہ کرنے والا محدود سطح کی ذہنیت رکھتا ہو، اور جملے کے ایک محتمل معنی کو بھی اپنی ذہنی سطح پر رکھ کر سوچے اور محدود الفاظ میں بیان کرے، تو جملے کے مفہوم کی محدودیت کا دائرہ مزید تنگ ہو جائے گا۔ اس طرح متکلم اس کلام سے جو وسیع اور جامع مفہوم اپنے پیشِ نظر رکھتا ہے، وہ ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔

کتبِ سابقہ میں تحریف کا اصل سبب ترجمے کا یہ اسلوب ہے

شاہ صاحبؒ نے یہاں اس حقیقت کی نشان دہی بھی کی ہے کہ کتبِ سابقہ یعنی تورات، زبور اور انجیل میں تحریف کا بنیادی سبب بھی یہی تھا کہ ان کے کلی معنی اور مفہوم کو جب دوسری زبانوں میں ترجمہ کیا گیا تو نہ صرف وہ ''جزئی مفہوم'' کی شکل اختیار کر گیا، بلکہ ترجمے میں اس یک طرفگی کی وجہ سے کتبِ الٰہیہ کے اصل معانی و مفاہیم اور

مطالب و مقاصد ختم ہو کر رہ گئے۔ اور یوں معنی کا خلاصہ بیان کرنا سابقہ کتبِ الٰہیہ میں تحریف کا بنیادی سبب بن گیا۔ اس لیے ترجمے کا یہ اسلوب درست نہیں ہے۔

خاص طور پر قرآن حکیم جو اپنے کلام میں جامعیت اور مفہومِ کلی پر مشتمل معنی و مفاہیم کا ایک جہان اپنے اندر رکھتا ہے، اس کے لوازمات میں سے ہے کہ کلامِ الٰہی کے اصل نظم کو بہر حال باقی رہنا چاہیے۔ کلام کی جامعیت کو برقرار رکھتے ہوئے ترجمہ کرنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اگر بالفرض مترجم سے بعض مقامات میں معنی و مفہوم سمجھنے میں غلطی ہو جائے تو بعد میں آنے والا کوئی آدمی اس کا تدارک کر سکتا ہے۔

اسی تناظر میں وہ حدیث ہے، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا: ''رُبّ مبلغ اوعی من سامع'' (20) (ہو سکتا ہے کہ جسے یہ پیغام پہنچایا جائے، وہ ان الفاظ کے اندر پوشیدہ معنی و مفہوم کو سمجھنے میں، سنانے والے سے زیادہ ذہین و فطین اور سمجھ دار ہو۔) اس حدیث میں جب صحابہ کرامؓ کو محض اپنے فہم و شعور کی بنیاد پر سمجھے ہوئے معنی اور مفہوم تک محدود کر دینے کے بجائے پیغام کو پورے طور پر آگے پہنچانے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایسی صورت میں اور کون یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ اس نے کلام میں موجود تمام مفاہیم اور معانی کو کلی طور پر سمجھ لیا ہے۔ اور ترجمے کی صورت میں اُسے اپنے لفظوں میں بیان کر دیا ہے۔

اس تناظر میں کلامِ الٰہی کے ترجمے میں خاص طور پر اس احتیاط کی ضرورت ہے کہ قرآن حکیم کے کلماتِ جامعات پر مبنی اصل جملوں کے جامع مفہوم کا ترجمہ اتنے ہی جامع اور نپے تلے الفاظ میں قلم بند کیا جائے۔ یعنی قرآنی الفاظ جامع ہیں۔ اسے جس زبان میں ترجمہ کیا جا رہا ہے، اس کے بھی جامع اور نپے تلے الفاظ استعمال میں لائے جانے چاہئیں۔ نہ کم نہ زیادہ۔ اس لیے بہترین ترجمہ وہ قرار پائے گا، جو قرآن حکیم کے عربی الفاظ و تراکیب کی مقدار کے مطابق ہو۔ اور ایسے جامع الفاظ و تراکیب کے استعمال پر مبنی ہو، جو عربی کے مشابہ ہو۔

اس سلسلے میں الفاظ کی ساخت اور جامعیت کو نظر انداز کرتے ہوئے محض انسانی عقل و فہم پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ خاص طور پر اس لیے بھی، کہ جب محض عقل کا استعمال کرنے والوں کا یہ حال ہے کہ وہ مشکل مقامات کی توجیہ و تعبیر اور متشابہات کی تفسیر و تشریح وغیرہ جیسے مسائل میں بہت ہی مختلف مذاہب رکھتے ہیں۔ ایسی صورت میں اپنے اپنے مذاہب کی بنا پر قرآنی الفاظ کے ''معنی کا خلاصہ'' بیان کرنا درست عمل نہیں ہوگا۔ بلکہ ایسا ترجمہ مذہبی تنگ نظری کا شکار ہو کر رہ جائے گا۔ یہاں شاہ صاحبؒ نے اس حقیقت کی نشان دہی کی ہے کہ اگر تحقیق کی نظر سے دیکھا جائے تو ان تمام عقلی مذاہب کی بنیاد محض لفظی اور ترکیبی موشگافیوں پر مبنی ہے۔ ان کا اصل شریعت اور مقاصد سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایسی صورت میں اگر ہر ایک کی تعبیر و تشریح کو قرآن کے ترجمے میں داخل کر دیا جائے تو اصل الفاظ کا مفہوم باقی نہیں رہے گا۔ اور عقلی مذاہب کی دخل اندازی اس میں بڑھ جائے گی۔ جو کسی طرح درست نہیں۔

www.rahimia.org

عربی زبان کی اہمیت

یہاں پر شاہ صاحبؒ نے عربی زبان کی اہمیت کو بھی واضح کیا ہے۔ ہر مسلمان کے لیے عربی زبان سے واقفیت، اس کی زندگی کی علامت قرار دی ہے۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ عربی زبان سے نا آشنا ہونا ایک مسلمان پر پژمردگی اور مردنی کی سی حالت طاری کرنے کا سبب بنتا ہے۔ اس لیے بحیثیت مسلمان عربی زبان سے واقفیت اور تعلق رکھنا کم از کم مسنون و مستحب تو ضرور ہے۔ تاکہ قرآن کے الفاظ میں غور و فکر اور تدبر کا راستہ کھلے۔ اور فہم و شعور کے دروازے اس پر وا ہوں۔ اس تناظر میں ''معنی کا خلاصہ بیان کرنے'' سے یہ مقصد بھی حاصل نہیں ہوسکتا ہے۔

ترجمہ نگاری کا تیسرا اسلوب اور اس کا تحلیل و تجزیہ

پھر شاہ صاحبؒ نے ترجمے کے تیسرے اسلوبِ نگارش کا تذکرہ کیا ہے۔ ترجمہ کرنے والوں کی ایک جماعت نے ان دونوں مذکورہ بالا اَسالیب کو باہم جمع کردیا ہے۔ کہ وہ لوگ پہلے لفظی ترجمہ کرتے ہیں، اس کے بعد انہی الفاظ کا مفہوم اور ان کے معنی کا خلاصہ بیان کردیتے ہیں۔ اس طرح ان دونوں طریقوں کو محض جمع کیا جاتا ہے۔ اور یوں وہ ان کی خرابیوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

شاہ صاحبؒ نے تیسرے اسلوب کا بھی خوب تحلیل و تجزیہ کیا ہے۔ شاہ صاحبؒ کہتے ہیں کہ محض لفظی ترجمے اور معنی کے خلاصے کو ایک جگہ پر جمع کردینا بھی درست طریقہ نہیں ہے۔ ترجمے کا یہ اسلوب بھی ذوقِ سلیم رکھنے والے لوگوں پر بڑا گراں گزرتا ہے۔ خاص طور پر جو پہلی دفعہ قرآن پڑھنا چاہے، اس کو اس سے بڑی گھبراہٹ ہوتی ہے۔ اس لیے کہ سب سے پہلے تو اُسے لفظی ترجمے کی پیچیدگیاں پریشان کرتی ہیں۔ پھر اصل جملے میں موجود کئی احتمالات میں سے کسی ایک احتمال کو بنیاد بنا کر کیا گیا معنی کا خلاصہ اس کی پریشانی میں مزید اضافہ کردیتا ہے۔ وہ اس لیے کہ عام طور پر ان دونوں میں باہم مطابقت نہیں ہوتی۔ اس سے مبتدی آدمی اُلجھاؤ کا شکار ہوجاتا ہے۔

اور جس نے علوم پر عبور حاصل کیا ہوا ہو، اس کے لیے بھی ایسا ترجمہ کسی کام نہیں آتا۔ اس لیے کہ ایک طرف وہ اصل متن کے عربی الفاظ کی نشست و برخواست اور اس کی ترکیبی ساخت کو سمجھتا ہے۔ اور پھر اس کے کلی معانی اور مفاہیم کی وسعت کو بھی جانتا ہے۔ ایسی صورت میں اِسے دونوں طرح کے ناقص ترجموں کی خرابیوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے ترجمے کا یہ اسلوب، اس کے لیے قطعاً غیر ضروری ہوتا ہے۔

شاہ صاحبؒ کا کہنا ہے کہ ترجمہ نگاری کے اس اسلوب سے ترجمے میں بلاوجہ کی طوالت ہوجاتی ہے۔ نیز اس طرح گفتگو کا بہاؤ اور تسلسل بھی برقرار نہیں رہتا۔

شاہ صاحبؒ کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس طرح کے اسلوب کا اگر صحیح تجزیہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ترجمے کا یہ اسلوب اور طریقہ ترجمہ نگار کے ذہنی عجز اور اس کی شعوری پستی پر دلالت کرتا ہے۔ کیوں کہ ایسا مترجم

www.rahimia.org

دونوں زبانوں کے طرزِ کلام اور اسلوبِ بیان سے نا آشنا ہوتا ہے۔

اس رسالے میں شاہ صاحبؒ نے ترجمہ نگاری کے ان تینوں اسالیب کے تنقیدی جائزے میں صرف اصولی بحث کی ہے۔ اور ترجمہ نگاری کے ان تینوں طریقوں کی بنیادی خرابیوں کی نشان دہی کی ہے۔ فتح الرحمٰن کے مقدمے کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ترجمہ نگاری کے ان تینوں اسالیب میں مزید کوتاہیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ خاص طور پر شاہ صاحبؒ کے زمانے تک کیے گئے تراجم میں یہ کوتاہیاں بڑی نمایاں تھیں۔ یہ کوتاہیاں درجِ ذیل ہیں:

(الف) ان تینوں اسالیب میں سلیس زبان استعمال نہیں کی گئی۔

(ب) روزمرہ کے محاورات کے مطابق تراجم نہیں کیے گئے۔

(ج) ان تراجم میں علمی نمود و نمائش کے بے جا تکلّفات تھے۔

(د) عبارت آرائی کا تصنّع اور بناوٹ بہت تھی۔

(ھ) بلاوجہ طول طویل قصے کہانیاں بیان کیے گئے تھے۔

(و) سطحی قسم کی عقلی تعبیرات اور جزوی توجیہات کا استعمال بہت زیادہ تھا۔

اس طرح ترجمہ نگاری کے ان تینوں اسالیب میں نہ صرف اصولی خرابیاں پائی جاتی تھیں، بلکہ یہ تینوں اسالیب عام فہم نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کے لیے بہت زیادہ فائدہ مند نہیں تھے۔

ترجمہ نگاری کا جامع اسلوب؛ بامحاورہ اور سلیس ترجمہ

اس تناظر میں شاہ صاحبؒ کے دل میں شدت سے یہ احساس پیدا ہوا کہ وہ ترجمہ نگاری کا ایک ایسا بہترین اور جامع اسلوبِ ترجمہ تخلیق کریں کہ جس میں مذکورہ بالا اسالیب کی خرابیاں نہ ہوں۔ اور اس کا معیار اتنا بلند ہو کہ وہ ہر طرح کی ''میزان'' پر پورا اُترے۔ چناں چہ شاہ صاحبؒ نے علمی کتابوں، خاص طور پر قرآن حکیم کے ترجمے کے لیے جو اعلیٰ معیار قائم کیا ہے، اُس کی حقیقت شاہ صاحبؒ نے ''فتح الرحمٰن'' کے مقدمے میں بیان کی ہے:

> ''قرآن کا ترجمہ ایسا ہونا چاہیے، جس میں سلیس زبان استعمال کی جائے۔ اور وہ روزمرہ استعمال ہونے والے محاورات کے مطابق ہو۔ یہ ترجمہ ہر طرح کی عبارت آرائی کے تصنّع اور فضیلت نمائی کے تکلّف سے قطعاً پاک ہو۔ اُس میں محض طول طویل قصے کہانیاں نہ بیان کی جائیں۔ اور سطحی قسم کی عقلی تعبیرات اور جزوی توجیہات کو بھی بیان نہ کیا جائے۔'' (21)

شاہ صاحبؒ کے نزدیک اگر ترجمہ نگاری کے اس معیار کو برقرار نہ رکھا جائے تو ترجمے کی اصل روح ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ اسی وجہ سے شاہ صاحبؒ نے جب ایک دفعہ اپنے زمانے کے تراجم کو درست کرنے کا ارادہ کیا تو انھیں محسوس ہوا کہ ان میں کوئی ترجمہ بھی اس معیار پر پورا نہیں اُتر رہا۔ اسی لیے شاہ صاحبؒ نے ترجمہ نگاری کے اس معیار کو سامنے رکھ کر قرآن حکیم کا بامحاورہ اور سلیس فارسی میں ترجمہ کیا۔

www.rahimia.org

اس طرح شاہ صاحبؒ نے اس رسالے میں ترجمے کے ان تین اسالیب کے بیان اور ان کی خرابیوں کی نشان دہی کرنے کے بعد اپنے اچھوتے، منفرد اور جامع اُسلوبِ ترجمہ کا تذکرہ کیا ہے۔ اور اس کی اس خصوصیت کی نشان دہی کی ہے کہ وہ ان تینوں اسالیب ترجمہ کا جامع اور ان کی خرابیوں سے پاک ہے۔ اس اسلوب کے ذیل میں دونوں زبانوں کے اختلافی مقامات کی نشان دہی اور مشکل مقامات کے حل کے طریقے بیان کیے ہیں۔ مجموعی طور پر اس بات کا لحاظ رکھا ہے کہ اصل نظم قرآن کو پیش نظر رکھ کر اس کے مفہومِ کلی کو بڑے جامع انداز میں سلیس اور بامحاورہ ترجمہ کی صورت میں بیان کر دیا جائے۔ اس حوالے سے عربی زبان کے الفاظ کے طریقہ ہائے استعمال اور ان کی جگہ فارسی میں منتخب کیے گئے الفاظ کے اصول وقوانین بیان کیے ہیں۔

ترجمہ نگاری کے بنیادی اصول وقوانین

شاہ صاحبؒ نے ترجمہ نگاری کے اسالیب کا تحلیل و تجزیہ کر کے جس جامع اسلوب اور بامحاورہ سلیس ترجمہ نگاری کی نشان دہی کی ہے، اس کے بنیادی نکات اور اصول وقوانین درجِ ذیل ہیں:

1۔ اصل متن کے الفاظ میں جس قدر جامعیت اور جملوں کی ترتیب وترکیب میں جیسا نظم وضبط پایا جاتا ہو، ترجمہ کی جانے والی زبان میں الفاظ کی اُسی قدر جامعیت اور جملوں کی نظم وترتیب ہونی چاہیے۔

2۔ ہر زبان میں فعل کے متعلقات وصلات مختلف منہج رکھتے ہیں۔ ترجمے کے وقت افعال کے ایسے متعلقات و صلات کو صحیح طور پر سمجھا جائے۔ اور جس زبان میں ترجمہ کیا جا رہا ہے، اس کے جملوں میں ان متعلقات و صلات کا پورا اِستعمال کیا جانا چاہیے۔

3۔ اگر کسی زبان میں استعمال کیے جانے والے جملے اور اس کی ترکیب کی، دوسری زبان میں کوئی مثال اور نظیر موجود نہ ہو یا مثال تو موجو ہو، لیکن اس سے لفظی پیچیدگی پیدا ہوتی ہو یا فصاحت و بلاغت کا خون ہوتا ہو تو پھر ایسے مقامات پر اصل زبان میں استعمال ہونے والے الفاظ کے کسی مترادف لفظ کو پیش نظر رکھا جائے اور اس مترادف لفظ کا ترجمہ کر دیا جائے۔

4۔ ترجمے میں اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ زبان کی ساخت کے اعتبار سے جس لفظ یا جملے کا پہلے ذکر کیا جانا ضروری ہے، اسے پہلے ذکر کیا جائے۔ اُسے بعد میں ہرگز نہ لایا جائے۔

5۔ جس لفظ کو بعد میں لکھا جانا ضروری ہے، اسے بعد میں لایا جائے، پہلے نہ لکھا جائے۔

6۔ اصل متن کی عبارت میں اگر کوئی لفظ محذوف ہے اور اس کے بغیر ترجمہ ممکن نہیں، تو ترجمے میں اس کو ظاہر کر دینا ضروری ہے۔

7۔ ترجمے میں ضرورت سے زائد الفاظ کا استعمال نہ کیا جائے۔

www.rahimia.org

8۔ ترجمہ نگاری میں نحوی ترکیب اور گرائمر کے اصولوں کو پیش نظر رکھا جائے۔

9۔ ترجمہ نگاری میں اگر کسی جگہ متکلم کی مراد سمجھانے میں دشواری پیش آئے تو ہر ممکن حد تک اس کو سمجھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔خواہ درجِ ذیل تبدیلیاں کیوں نہ کرنی پڑیں:

(الف) الفاظ کی تقدیم و تاخیر

(ب) کسی حرف کا زیادہ کرنا

(ج) کسی محذوف کو ظاہر کرنا

(د) معطوف کے عامل کو دوبارہ ذکر کرنا

(ھ) کسی ضمیر کو ظاہر کرنا

10۔ اگر جملے کی ساخت ایسی ہو کہ مذکورہ بالا طریقوں سے مفہوم کا سمجھانا، گرائمر کے اصول پر درست نہ ہو تو پھر الفاظ کا ترجمہ بیان کرنے کے بعد اس کے معنی کا مفہوم بیان کرنے کے لیے ''یعنی'' یا ''مراد یہ ہے کہ'' کا لفظ لا کر اس کی وضاحت کر دی جائے۔

11۔ ترجمہ نگاری کرتے ہوئے اگر جملے میں موجود کسی قید کا ذکر کیا جائے یا کسی جملے کے مفہوم میں جو افراد شامل ہیں، ان کی وضاحت کی جائے، یا کسی رَمز و کنائے کی وضاحت کی جائے یا کسی تعریض و اشارے کو کھول کر بیان کیا جائے یا کسی مبہم لفظ کی وضاحت کی جائے تو ایسی صورت میں اِسے بیان کرنے کے لیے، لفظ ''یعنی'' یا ''مراد یہ ہے کہ'' استعمال کیا جائے۔ تا کہ پتا چلے کہ یہ وضاحت و توضیح اصل کلام کا حصہ نہیں ہے۔ بلکہ اسے مذکورہ بالا طریقوں کے مطابق سمجھایا گیا ہے۔

12۔ ودنوں زبانوں کی ساخت کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے اندازِ گفتگو اور طرزِ کلام میں موجود اسلوب کے اختلاف کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔

13۔ دونوں زبانوں میں موجود مختلف انداز و اسلوب کی وجہ سے ترجمہ کرتے وقت اگر مجبوراً ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف لانا پڑے تو کوئی حرج نہیں۔ اس لیے کہ ضرورت ایجاد کے ماں ہے۔

مندرجہ بالا اصول و قوانین ہیں، جنھیں شاہ صاحبؒ نے ترجمہ نگاری کے لے ضروری قرار دیا ہے۔ شاہ صاحبؒ کا کہنا ہے کہ ترجمہ نگاری کے حوالے سے یہ جو گفتگو کی گئی ہے، انتہائی اجمالی ہے۔ یہ تفصیلات کا تقاضا کرتی ہے۔ اگر تھوڑی سی توجہ دے کر ان اصولوں پر غور کر لیا جائے تو بات واضح ہو کر سامنے آجائے گی۔ چناں چہ شاہ صاحبؒ ان اصولوں کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''کلمہ است مجملہ، بسطے مے طلبد، اند کے خاطر را باں متوجہ باید ساخت۔''

''یہ کلمات اجمالی طور پر بیان کیے گئے ہیں۔ جو تشریح و تفصیل کا تقاضا کرتے ہیں۔ ان کی طرف

تھوڑی سی توجہ کرنا چاہیے۔''

فارسی زبان کے الفاظ وتراکیب کے استعمال کے قوانین

''المقدمہ فی قوانین الترجمہ'' کی دوسری فصل میں ترجمہ نگاری کے مندرجہ بالا اسلوب اور اس کے قوانین کی روشنی میں فارسی زبان کی ترکیبی ساخت اور اس میں استعمال ہونے والے جملہ اسمیہ اور فعلیہ کے ارکان: علاماتِ اسناد، مفعول بہ، مفعول مطلق، مفعول لہ، مفعول فیہ، مفعول معہ، حال، تمیز وغیرہ کی بنیادی ساخت اور ان کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ کی نشان دہی کی ہے۔ اور اس سلسلے میں بہت سے نئے نکات بیان کیے ہیں۔ اور ترجمہ کرنے والوں کی بہت سی الجھنوں کو دور کیا ہے۔

ان اصول وقوانین کی روشنی میں فارسی ترجمہ ''فتح الرحمٰن'' کی تکمیل

شاہ صاحبؒ نے ترجمہ نگاری کے مذکورہ بالا جامع اسلوب اور اس کے اصول وقوانین کی روشنی میں فارسی زبان میں قرآن حکیم کا ترجمہ ''فتح الرحمٰن بترجمۃ الرحمٰن'' لکھنا شروع کیا۔ اور حرمین شریفین کے سفر سے پہلے انھیں اصولوں پر سورۃ البقرہ اور آلِ عمران کا ترجمہ مکمل کیا۔ حج سے واپس تشریف لانے کے بعد مختلف وقفوں سے ترجمہ قرآن کا یہ سلسلہ چلتا رہا۔ حتیٰ کہ شروع شعبان 1151ھ میں اس کا مسودہ مکمل ہوا۔ اور پھر ایک ماہ میں شروع رمضان 1151ھ/ دسمبر 1738ء میں ترجمے کے اصل مسودے کو صاف کر کے اس کے مبیّضے کی تکمیل ہوگئی۔ اس کے بعد ہی ترجمہ تقریباً پانچ سال تک عام لوگوں کے سامنے نہیں آیا۔ 1156ھ/ 1743ء میں حضرت شاہ صاحبؒ کے خاص شاگرد خواجہ محمد امین کشمیری ولی اللّٰہیؒ کی کوشش سے اس ترجمے کی اشاعت کا سلسلہ آگے بڑھا۔ اور اس کی نقلیں عام لوگوں تک پہنچیں۔ چناں چہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''فتح'' کے مقدمے میں تحریر فرماتے ہیں:

''کان ختم التسوید فی اوائل شعبان و ختم التبییض فی اوائل رمضان ۱۱۵۱ ھ (دسمبر 1738ء) بعد ازاں در سنہ ستّ و خمسین باِہتمامِ برادرِ دینی عزیزالقدر خواجہ محمّد امین (کشمیری) اکرمہ اللّٰہ تعالٰی بشہودہ، آں کتاب را رواجے پیدا شد. و در حیّز مداولت آمد و نسخ متعددۃ گشت و اہل عصر بآں اقبال نمودند. نظم:

للہ الحمد کہ آں نقش کہ خاطر مے بست
آمد آخر پسِ پردۂ تقدیر پدید

''فتح الرحمٰن کے مسودے کی تکمیل شروع شعبان (1151ء) میں ہوئی۔ اور مسودے کو صاف کر کے اس کا مبیّضہ شروع رمضان 1151ھ (دسمبر 1738ء) میں تیار ہوا۔ اس کے بعد 1156ھ (1743ء) میں دینی بھائی عزیزالقدر خواجہ محمد امین ___ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے شہود کی نعمت سے عزت

بخشے ___ کے اہتمام اور جدوجہد سے اس کتاب کا رواج پیدا ہوا۔ اور یہ پڑھنے پڑھانے میں آئی۔ اور اس کے متعدد نسخے اطراف میں پھیل گئے۔ اور اس زمانے کے لوگوں نے اس کی طرف اپنی توجہ کی۔ نظم:

اللہ کی حمد وثنا ہے کہ ترجمے کا جو نقشہ اور معیار ذہن میں قائم ہوا تھا، بالآخر وہ پردۂ تقدیر کے پیچھے سے ظاہر ہو گیا۔'' (22)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحبؒ نے ''**المقدمہ فی قوانین الترجمہ**'' کی تصنیف کے 15 سال بعد، غالباً 1156ھ/ 1743ء ''**فتح الرّحمٰن**'' کا یہ مقدمہ اور اس کا دیباچہ لکھا ہے۔ اس رسالے کی دوسری فصل کے اصول وقوانین کو ''**فتح الرّحمٰن**'' کے مقدمے کے آخر میں شامل کر دیا۔

شاہ صاحبؒ کے نزدیک اسلوبِ ترجمہ کے اصول وقوانین کی اہمیت

شاہ صاحبؒ کے نزدیک ترجمہ نگاری کے اس اسلوب اور ان اصول وقوانین کی اتنی اہمیت رہی ہے کہ اگرچہ آپؒ نے بڑی احتیاط کے ساتھ اپنے ذہن میں قائم شدہ معیار کے مطابق قرآن حکیم کا ترجمہ کیا، لیکن اپنی گوناگوں مصروفیات کے سبب شاہ صاحبؒ ان اصولوں کی روشنی میں خود اپنے ترجمۂ قرآن حکیم پر مکمل طور پر نظرِ ثانی کا کام نہیں کر سکے۔ اس لیے ترجمہ قرآن کے معیار کو برقرار رکھنے کے لیے شاہ صاحبؒ نے اپنے شاگردوں اور متعلقین کو حکم دیا کہ اگر کہیں کسی مقام پر ان اصولوں کی روشنی میں ترجمہ نہ ہو سکا ہو تو ''یارانِ سعادت مند'' کو چاہیے کہ وہ اس کی اصلاح میں کوشش کریں۔ چناں چہ شاہ صاحبؒ ''**فتح الرّحمٰن**'' کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

''چوں ایں فقیر خوض در ترجمہ بدوں معاونت کسے و بدوں رجوع کتابے کردہ است، و در اوقاتِ مختلفہ باوجود اشتغالِ بال بسائرِ علوم محرر نمودہ، احتمال دارد کہ در بعض مواضع وفا بایں التزامات متحقق نہ شدہ باشد۔ یارانِ سعادت مند کہ آں قواعد را مستحضر داشتہ باشند بحکمِ اخوتِ دینی نصیحت را منظورِ نظر دارم و در اصلاحِ آں کوشند۔'' (23)

''چوں کہ اس فقیر نے کسی دوسرے کے تعاون اور کسی کتاب کی طرف رجوع کیے بغیر، قرآن کے اس ترجمے میں غور وخوض کیا ہے، نیز یہ ترجمہ باقی دیگر علوم میں مشغولیت کے ہوتے ہوئے، مختلف اوقات میں تحریر کیا گیا ہے، اس لیے بہت ممکن ہے کہ بعض مقامات میں ترجمہ نگاری کے ان قوانین کی پابندی نہ کی جا سکی ہو۔ سعادت مند دوستوں کو چاہیے کہ وہ ان قواعد اور قوانین کو اچھی طرح یاد کر لیں اور ان قوانین کی روشنی میں اخوتِ دینی کا تقاضا سمجھتے ہوئے ترجمے کی اصلاح کی کوشش کریں۔''

ترجمہ قرآن کے سلسلے میں چند مزید اصول

قرآن حکیم کے ترجمے کو عام فہم بنانے اور اس سلسلے میں احتیاط کے پیش نظر شاہ صاحبؒ نے ''**فتح الرّحمٰن**''

www.rahimia.org

کے مقدمے میں چند ایک اصولوں کی مزید نشان دہی بھی کی ہے:

1۔ قرآن حکیم کا ترجمہ لکھنے والے کاتبوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن حکیم کی عبارت نمایاں خط اور پورے اعراب کے ساتھ لکھیں۔ اور ترجمے کو سرخ روشنائی سے الگ اور ممتاز کرکے لکھیں۔ اور اس بات کی احتیاط کریں کہ ترجمہ کے الفاظ اصل قرآن کا حصہ بن کر تحریف کی صورت اختیار نہ کرسکیں۔

2۔ جہاں کہیں ایسا اشتباہ پیدا ہونے کا احتمال ہو، تو پورے جملے اور کلام کو سرخ نقطے کے ذریعے بعد میں آنے والی عبارت سے الگ کر کے لکھیں۔

3۔ مرکب اضافی اور مرکب توصیفی کو مضاف اور موصوف کے نیچے زیر لگا کر نمایاں کریں۔ تاکہ ابتدائی پڑھنے والے لوگوں کو سمجھنے میں دُشواری نہ ہو۔

4۔ اگر ابتدائی پڑھنے والوں کے لیے لفظی ترجمہ نامانوس لگے، یا بچوں کے ذہنوں کو اس کے سمجھنے میں مشکل پیش آئے تو ان قوانین کو یاد رکھنے والے سعادت مند دوست ایسے الفاظ کے معنی حاشیے میں لکھ دیں۔ تاکہ کسی بھی فرد کو بات سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔

اس طرح شاہ صاحبؒ نے اس رسالے میں ترجمہ نگاری کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہوئے اس کا بھرپور تحلیل وتجزیہ کیا ہے۔ اور ترجمے کے ایک نئے اور جامع اسلوبِ نگارش کی طرح ڈالی ہے۔

ترجمہ نگاری کے حوالے سے شاہ صاحبؒ کی سوچ کی جامعیت

''**المقدمہ فی قوانین الترجمہ**'' کا مطالعہ اس حقیقت کی نشان دہی کرتا ہے کہ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ترجمے سے متعلقہ امور پر حقائق کے تناظر میں غور وفکر کیا ہے۔ اور اس حوالے سے معروضی اندازِ فکر اپنایا ہے۔ شاہ صاحبؒ کا یہ عمومی طرزِ فکر وعمل ہے کہ کسی بھی موضوع پر کام کرتے ہوئے اُس موضوع سے متعلق بنیادی حقائق کا معروضی انداز میں مطالعہ و مشاہدہ کرتے ہیں۔ متعلقہ موضوع کے بنیادی پہلوؤں کو قطعاً نظرانداز نہیں کرتے۔ اس سلسلے میں چھوٹے سے چھوٹا پہلو آپؒ کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوتا۔ معاملات اور امور کو محض تصوراتی اور نظریاتی انداز کے بجائے عملی حقائق کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور ان کا حل بھی اسی معروضی انداز میں سوچتے ہیں۔ عملی مشکلات کا اندازا لگاتے ہیں۔ اور انھیں حل کرنے کے عملی اصول وقوانین اور طریقے وضع کرتے ہیں۔ ترجمے سے متعلقہ امور پر بھی شاہ صاحبؒ نے جامعیت کے ساتھ نظر دوڑائی ہے۔ اور ترجمے کا ایک ایسا اسلوب متعارف کرایا ہے، جو اس سے متعلقہ تمام امور کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ کوئی پہلو شاہ صاحبؒ کی نظر سے اوجھل نہیں رہا۔ ہر پہلو کے حوالے سے بنیادی اصول وضوابط متعین کردیے ہیں۔ باقی جہاں تک تفصیلات کا تعلق ہے، وہ آپؒ کے صاحبزادگان اور ولی اللّٰہی سلسلے کے خوشہ چین حضرات نے بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کردی ہیں۔ ولی اللّٰہی سلسلے

www.rahimia.org

کے علما کے بعد کے اردو تراجم انھی اصولوں کی تفصیلات وتشریحات پر مشتمل ہیں۔

اس اسلوب اور قوانین پر ترجمہ نگاری کی روایت کا تسلسل

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ترجمہ نگاری کے جس جامع اسلوب کی نشان دہی کی اور اس کے اصول و قوانین بیان فرمائے، ان کو سامنے رکھتے ہوئے ولی اللّٰہی مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے علمائے ربانیین نے قرآن حکیم کے ترجمے کیے۔ فارسی زبان میں تو خود حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے انھی اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے 1151ھ/ 1738ء میں ترجمہ کردیا تھا۔ اور جب پچاس سال بعد اردو زبان رائج ہوگئی تو انھی قوانین اور ضوابط کو سامنے رکھتے ہوئے ترجمہ نگاری کی اس روایت کو آپؒ کے صاحبزادگان نے آگے بڑھایا۔

شاہ عبدالقادر دہلویؒ کا بامحاورہ اردو ترجمہ ''مُوضحِ قرآن''

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی متعین کردہ ترجمہ نگاری کی اس روایت اور اسلوب کی روشنی میں حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے سلیس اردو زبان میں ''بامحاورہ ترجمہ'' کیا۔ اور اس کا تاریخی نام سن تالیف 1205ھ کی بنیاد پر ''مُوضحِ قرآن'' رکھا۔ اردو زبان میں یہ ایسا ہی جامع ترجمہ ہے، جیسا کہ فارسی زبان میں امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا ترجمہ تھا۔ چناں چہ حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ ''مُوضحِ قرآن'' کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

> ''اس بندۂ عاجز عبدالقادر کو خیال آیا کہ جس طرح ہمارے والد بزرگوار حضرت شیخ ولی اللہ بن عبدالرحیم محدث دہلویؒ ترجمہ فارسی کر گئے ہیں، سہل اور آسان، اب ہندی (اردو) زبان میں قرآن شریف کا ترجمہ کرے۔ الحمدللہ! کہ بارہ سو پانچ 1205ھ میں یہ میسر ہوا۔ ...... اور اس کتاب کا نام ''موضح قرآن'' ہے۔ یہی اس کی صفت ہے۔ اور یہی اس کی ''1205'' تاریخ ہے۔'' (24)

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے اِن تراجم کے بارے میں سب سے بہترین تبصرہ وہ ہے، جو حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے کیا ہے۔ ان تراجم کی روشنی میں حضرت شیخ الہندؒ ترجمہ نگاری کی اس روایت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''حضرت مولانا شاہ ولی اللہؒ اور مولانا شاہ رفیع الدینؒ اور مولانا شاہ عبدالقادر قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے تراجم کو جب غور سے دیکھا تو یہ امر تو بے تأمّل معلوم ہوگیا کہ اگر یہ مقدسین اکابر قرآن شریف کی اس ضروری خدمات کو انجام نہ دے جاتے تو اس شدتِ ضرورت کے وقت میں ترجمہ کرنا بہت دشوار ہوتا۔ علما کو صحیح اور معتبر ترجمہ کرنے کے لیے متعدد تفاسیر کا مطالعہ کرنا پڑتا۔ اور بہت ہی فکر کرنا ہوتا۔ اور ان دقتوں کے بعد بھی شاید ایسا ترجمہ نہ کرسکتے، جیسا اب کر سکتے ہیں۔ ... حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھیے کہ اس بے نظیر علمی اور عملی کمالات پر جو انھوں نے اپنے اوپر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے انعامات

متعدد رسالوں میں بیان فرمائے، ان انعاماتِ عظیمہ میں یہ ترجمہ مسمّٰی بہ ''فتح الرحمٰن'' بھی داخل ہے۔ اور عاجز نے اپنے بعض مرحوم بزرگواروں سے سنا ہے کہ مولانا شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ جب ''مُوضح قرآن'' لکھ چکے تو فارسی کا اِک شعر تھوڑا سا تصرف کر کے اس طرح پڑھتے تھے (25):

روزِ قیامت ہر کسے باخویش دارد نامہ
من نیز حاضر مے شوم تفسیر قرآں در بغل

''قیامت کے دن ہر کوئی اپنا نامۂ اعمال لے کر آئے گا۔ میں بھی اپنی بغل میں تفسیر قرآن لے کر حاضر ہوں گا۔''

اردو ترجمہ نگاری کے اصول وقوانین

حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے نہ صرف اردو زبان میں بامحاورہ ترجمہ کیا، بلکہ اس حوالے سے حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے بتلائے ہوئے اصول وقوانین کی روشنی میں اردو زبان کے قوانینِ ترجمہ کی نشان دہی کی۔ اس حوالے سے کچھ امور کی نشان دہی خود حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے ''موضحِ قرآن'' کے مقدمے میں کی ہے۔ اس سلسلے میں حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ لکھتے ہیں:

''اب کئی باتیں معلوم رکھیے:

1۔ اول: یہ کہ اس جگہ ترجمہ لفظ بہ لفظ ضروری نہیں۔ کیوں کہ ترکیب ہندی (اردو) ترکیب عربی سے بہت بعید ہے۔ اگر بعینہٖ وہ ترکیب رہے تو معنی مفہوم نہ ہوں۔

2۔ دوسرے: یہ کہ اس میں زبانِ ریختہ نہیں بولی۔ بلکہ ہندی (اردو) متعارف تا عوام کو بے تکلف دریافت ہو۔

3۔ تیسرے: یہ کہ ہر چند ہندوستانیوں کو معنی قرآن اس سے آسان ہوئے۔ لیکن ابی (ابھی) استاد سے سند کرنا لازم ہے۔ (اس لیے کہ:)

(الف) اوّل: معنیٰ قرآن بغیر سند معتبر نہیں۔

(ب) دوسرے: ربطِ کلام ماقبل و مابعد (بات کا آگے پیچھے سے ربط) پہچاننا اور قطع کلام (بات کو غلط جگہ پر توڑنے) سے بچنا بغیر استاد نہیں آتا۔ چناں چہ قرآن زبانِ عربی ہے۔ اور عرب بی (بھی) محتاجِ استاد تھے۔

4۔ چوتھے: یہ کہ اول فقط قرآن ترجمہ ہوا تھا۔ بعد اس کے لوگوں نے خواہش کی تو بعضے فوائد بی (بھی) متعلق تفسیر داخل کیے، اس فائدے کے امتیاز کو صرف ''ف'' نشان رکھا۔ اگر کوئی مختصر چاہے، صرف ترجمہ لکھے۔ اگر مفصل چاہے، فوائد بی (بھی) داخل کرے۔

باقی قواعد خطِ ہندی (اردو) کہنے میں طول (بات لمبی ہوجانے کا ڈر) ہے۔ استاد سے معلوم ہوں گے۔ البتہ ہندی (اردو) میں بعضی چیز (اس طرح) لکھتے ہیں کہ فارسی میں نہیں (لکھتے۔) اس سبب سے فارسی خوان اول (شروع میں) اٹکتا ہے۔ دو جزو (سپارے ترجمہ) دیکھے تو ماہر ہوجاوے۔'' (26)

''موضحِ قرآن'' کے عمیق مطالعے کے بعد حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے اس ترجمے میں پیش نظر رکھے گئے ترجمہ نگاری کے بنیادی اصول وقوانین کی نشان دہی کی ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ اپنے ترجمے ''موضحِ فرقانِ حمید'' کے مقدمے میں بڑی تفصیل کے ساتھ ان اصول وقوانین کی وضاحت کرتے ہیں۔ ان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب ''المقدمه في قوانين الترجمه'' میں بیان کردہ اسلوب وقوانین کی صدائے بازگشت اور اس کی تشریح و تفصیل ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ کے اَخذ کردہ ان اصولوں کی تلخیص درجِ ذیل ہے:

1۔ حضرت شاہ صاحبؒ ترتیبِ قرآنی کا بہت خیال رکھتے ہیں۔ اور اصل اور ترجمے کی مطابقت میں بہت زیادہ سعی فرماتے ہیں۔ مگر چوں کہ ترجمہ بامحاورہ کا اِلتزام کیا ہے، اس لیے بضرورت توضیح وتسہیل اور بعض مواقع میں تقدیم وتاخیر لازم ہے۔ مگر جیسا کہ آٹے میں نمک۔ یہ نہیں کہ آخر کا ترجمہ اول اور اول کا آخر ہوجائے۔ ... دیکھیے عربی زبان میں مضاف کو مقدم ذکر کرتے ہیں۔ اور اردو کا محاورہ یہ ہے کہ مضاف الیہ کو مقدم کرتے ہیں۔ وہ (عرب) ''غلامِ زید'' کہتے ہیں۔ تو ان (اردو زبان بولنے والوں) کے محاورے میں ''زید کا غلام'' کہیں گے۔ تو ترتیب تو بدل گئی، مگر دونوں کلمے متصل ہی رہے۔...حضرت شاہ صاحبؒ کی احتیاط قابل تحسین اور لائق قدر ہے کہ اس پر بھی ہر جگہ مضاف الیہ کو مقدم نہیں کرتے۔ بلکہ جہاں ترجمے میں ذرا سی گنجائش مل جاتی ہے، وہاں اتنے قلیل تغیر کو بھی پسند نہیں کرتے، ترتیبِ قرآنی ہی کو اختیار فرماتے ہیں۔ جیسے ''الحمد لله رب العالمين'' میں ''رب العالمين'' مضاف مضاف الیہ مل کر صفت واقع ہوئے ہیں۔ اس کے ترجمے میں یہ گنجائش نکل آئی کہ ترجمہ محاورے کے خلاف بھی نہ ہو، اور کلامِ الٰہی کی ترتیب بھی باقی رہے۔ اس لیے ''رب العالمين'' کا ترجمہ ''جو پالنے والا سارے جہاں کا'' اصلی ترتیب پر رکھا۔

2۔ بعینہٖ یہی حال ہے فعل، فاعل، مفعول اور جمیع متعلقاتِ فعل کا ہے۔ اور صفت، موصوف، حال اور تمیز وغیرہ کا بھی یہی حال ہے کہ اکثر مواقع میں ترتیب کی موافقت فرماتے ہیں۔ اور بہت سے مواقع میں مذکورہ بالا طریقے پر اسی تغیر لطیف (چھوٹی سی تبدیلی) سے کام لیتے ہیں۔

3۔ اور سنیے! حروفِ روابط، جن کو ''حروفِ جر'' بھی کہتے ہیں، جیسے ل، ب، علٰی، إلٰی، مِن، فِی بہت کثرت سے مستعمل ہیں۔ مگر کلامِ عرب میں یہ حروف ہمیشہ اپنے معمول پر مقدم ہوتے ہیں۔ اور محاورے میں علی العموم مؤخر بولے جاتے ہیں۔ مگر شاذ و نادر۔ لیکن ان میں بعض تو ایسے ہیں کہ ان کا

www.rahmia.org

مؤخر ہونا ضروری ہے۔ ہماری زبان میں ان کو مقدم لانے کی کوئی صورت ہی نہیں۔ جیسے ''مِـــن'' اور ''عَن'' سب کو معلوم ہے کہ ''مـمّا رزقـناهم'' کے ترجمے میں اردو زبان کے اندر ممکن نہیں کہ ''مِن'' کا ترجمہ مقدم ہو سکے۔ اور ترتیبِ قرآنی کی موافقت کی جا سکے۔

4۔ حضرت شاہ صاحبؒ جگہ جگہ ترتیب میں تصرف کرتے ہیں۔ مگر نچا تُلا بقدرِ ضرورت اور عندالحاجت (مجبوری میں) نہایت غور اور احتیاط کے ساتھ جس کی وجہ سے حضرت ممدوح علیہ الرحمۃ کا ترجمہ جیسے استعمالاتِ محاورات میں بے نظیر سمجھا جاتا ہے، ویسے ہی باوجود پابندئ محاورہ قلتِ تغیر اور خفتِ تبدل (بہت کم تبدیلی) میں بھی بے مثل ہے۔

5۔ شاہ صاحبؒ اس کے سوا بعض تصرفاتِ خفیفہ مفیدہ (مختصر اور مفید تبدیلیاں) اور بھی کر جاتے ہیں۔ مثلاً ترجمے میں کوئی لفظ بڑھا دیتے ہیں۔ جس سے مطلب واضح ہو جائے، یا مرادِ خداوندی معین ہو جائے۔

6۔ ایسے ہی ترجمے میں بعض الفاظ کو چھوڑ بھی جاتے ہیں۔ مثلاً بعض مواقع میں لفظ ''إنّ'' کا ترجمہ نہیں کرتے۔ ''یاأبتِ'' کے ترجمے میں ''اے میرے باپ'' نہیں کہتے، صرف ''اے باپ'' پر قناعت کرتے ہیں۔ ''یا بُنیّ'' کا ترجمہ ''اے میرے چھوٹے بیٹے'' کی جگہ فقط ''اے بیٹے'' فرمایا ہے۔

7۔ شاہ صاحبؒ ترجمے میں اختصار و سہولت اور الفاظِ قرآنی کی لفظی اور معنوی موافقت اور صرف لغوی معنی پر بس نہیں، بلکہ معنی مرادی اور غرضِ اصلی کا ہر موقع میں بہت لحاظ رکھتے ہیں۔ اور ترجمے میں کبھی ایسا لفظ لاتے ہیں، جس کی وجہ سے اگر کسی قسم کا اِجمال اور اِشکال ہو تو زائل ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات ایک لفظ کا ترجمہ ایک جگہ کچھ فرماتے ہیں، دوسری جگہ کچھ اور۔ حال آں کہ معنی لغوی اس لفظ کے ایک ہی ہیں۔ مگر ہر مقام کے مناسب جدا جدا عنوان سے بیان فرماتے ہیں۔ جس سے قرآن کی غرض اور مراد سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اسی سہولت اور وضاحت کی رعایت سے کبھی مضمون ایجابی کو عنوان سلبی میں ادا کرتے ہیں۔

8۔ اکثر مواقع میں نفی اور استثنا کا جدا جدا ترجمہ نہیں کرتے۔ بلکہ حصر، جو اس سے مقصود ہے، اس کو مختصر ہلکے لفظوں میں محاورے کے موافق بیان کر جاتے ہیں۔

9۔ حال، تمیز، بدل وغیرہ، حتیٰ کہ مفعولِ مطلق کے عنوانات کی رعایت رکھتے ہیں۔ اور خوبی یہ ہے کہ اردو کے محاورے کے موافق بالجملہ الفاظ اور معانی دونوں کے متعلق بوجوہِ متعدد بہت غور اور رعایت سے کام لیا گیا ہے۔ اور مطالب و مقاصد کی تسہیل اور توضیح میں پورے خوض اور احتیاط کو ملحوظ رکھا ہے۔ (27)

بعد کے اردو تراجم پر اس اسلوبِ ترجمہ نگاری کے اثرات

حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے اپنا ترجمہ قرآن 1205ھ/ 1791ء میں کیا۔ اس کے بعد جب اردو زبان 1252ھ/ 1836ء میں ہندوستان کی سرکاری عدالتی زبان بنی اور اردو زبان میں لکھنے پڑھنے اور بولنے کا رواج عام

ہوا تو اسی زمانے میں شاہ عبدالقادر دہلویؒ کا اردو ترجمہ چھپا۔ اس سے اردو ترجمہ نگاری کے ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ اس دور میں اہم علمی کتابوں اور قرآن حکیم کے صحیح تراجم میں ترجمہ نگاری کے اسی اسلوب کو آگے بڑھایا گیا۔ خاص طور پر ولی اللّٰہی سلسلے کے علما نے علمی کتابوں کے تراجم اسی اسلوب پر کیے۔ اور ترجمہ نگاری کی اس روایت کو آگے بڑھایا۔ اہم علمی کتابوں کے تراجم اور شروحات کے حوالے سے امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ لکھتے ہیں:

''دیوبندی جماعت کے اماموں نے اردو زبان میں کافی کتابوں کے ترجمے اور شروحات لکھیں۔ چناں چہ شیخ قطب الدین دہلویؒ نے "مشکوٰۃ" کی شرح (إظهار الحق) لکھی۔ اور اس میں "مشکوٰۃ" کا ترجمہ صدرالحمید مولانا محمد اسحاق دہلویؒ کا ہے۔ مولانا خرم علی نے "مشارق الأنوار" کی شرح لکھی۔ "درّالمختار" کی شرح مولانا محمد احسن نانوتویؒ نے لکھی۔ جب کہ انھوں نے "احیاء العلوم" اور ''کیمیائے سعادت'' کا ترجمہ بھی کیا۔ مولانا محمد یعقوب دیوبندیؒ نے "منہاج العابدین" کا ترجمہ کیا۔ اور "القول الجمیل" کا ترجمہ شیخ خرم علی بلہوری نے کیا۔ پس لوگوں نے ان حضرات کی اتباع کی۔ اور اب تک دین کے فنون میں سے کوئی فن ایسا نہیں اور اماموں کی کتابوں میں سے کوئی کتاب ایسی نہیں، جس کا اردو زبان میں ترجمہ نہ ہو چکا ہو'' (28)

اس طرح ترجمہ نگاری کی یہ روایت قرآن حکیم کے تراجم سے شروع ہو کر تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف اور دیگر علوم کی کتابوں کے بامحاورہ اردو ترجمے تک پہنچی۔ اور آج تک اس کا تسلسل جاری ہے۔ یہاں تک کہ بعض وہ حضرات، جنھوں نے قرآن حکیم کے ترجمے کیے اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے بیان کردہ اس اسلوبِ ترجمہ نگاری اور اس کے اصول و قوانین کی پوری پابندی اگرچہ نہیں کی، لیکن پھر بھی بامحاورہ ترجمے کے سلسلے میں انھوں نے ولی اللّٰہی خانوادے کی ترجمہ نگاری کی اس روایت کا اعتراف کیا۔ اور اپنے ترجمے کی مقبولیت کے لیے یہ لکھنا پڑا کہ:

''جب ایک خاندان کے ایک چھوڑ تین تین ترجمے لوگوں کو مل گئے، ایک فارسی مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا، اکٹھے دو دو اردو، ایک شاہ عبدالقادر صاحبؒ کا اور ایک شاہ رفیع الدین صاحبؒ کا تو اب ہر ایک کو ترجمے کا حوصلہ ہو گیا۔ مگر خاندانِ شاہ ولی اللہؒ کے سوا کوئی شخص مترجم ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ ...

... وہ ہرگز مترجم نہیں، بلکہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور ان کے بیٹوں کے ترجموں کا مترجم ہے۔ کہ انھی ترجموں میں اس نے ردوبدل، تقدیم و تاخیر کر کے جدید ترجمے کا نام کر دیا ہے۔'' (29)

ترجمہ نگاری کا مذکورہ اسلوب اور حضرت شیخ الہندؒ کا ترجمہ قرآن

حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے بعد حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن قدس سرہٗ نے ترجمہ نگاری کے اس اسلوب کی روایت کو اپنی تمام تر جامعیت کے ساتھ مزید آگے بڑھایا ہے۔ زمانے کے تغیر و تبدل کی وجہ سے اردو زبان میں

www.rahimia.org

جو نیا ارتقا سامنے آیا تھا، اور اس کے محاورات میں جو تبدیلی پیدا ہوگئی تھی، اس کے پیش نظر حضرت شیخ الہندؒ نے حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے ترجمہ "مُوضحِ قرآن" کو ضروری تغیر و تبدل کے ساتھ نئے انداز میں پیش کیا۔ اس سلسلے میں حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے بیان کردہ مذکورہ بالا اصول وقوانین کو اپنے پیش نظر رکھ کر ایک نیا ترجمہ "موضحِ فرقانِ حمید" کے نام سے کیا۔ اور اس کے شروع میں ترجمہ نگاری کے حوالے سے ایک مقدمہ بھی لکھا۔ اس میں "مُوضحِ قرآن" پر اپنے کام کی نوعیت کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت شیخ الہندؒ لکھتے ہیں:

''اصل ترجمہ (مُوضحِ قرآن) کی کیفیت بیان کرنے کے بعد (اس میں) اپنی ترمیم کے متعلق عرض ہے کہ یہ تو پہلے معلوم ہو چکا کہ ترمیم صرف دو امر کے متعلق ہے:

(الف) لفظِ متروک کو بدل دینا

(ب) کہیں کہیں حسبِ ضرورت اِجمال کو کھول دینا۔

اس کے بعد اتنا اور عرض ہے کہ جس موقع پر ہم کو لفظ بدلنے کی نوبت آئی ہے، وہاں ہم نے یہ نہیں کیا کہ اپنی طرف سے جو مناسب سمجھا بڑھا دیا، نہیں! بلکہ حضراتِ اکابر کے تراجم میں سے لینے کی کوشش کی ہے۔ خود ''موضحِ قرآن'' میں دوسری جگہ کوئی لفظ مل گیا یا حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ کی اردو تفسیر میں، یا حضرت مولانا رفیع الدین کے ترجمے میں، یا ''فتح الرحمٰن'' میں، حتی الوسع ان میں سے لینے کو پسند کیا ہے۔ البتہ کچھ مواقع ایسے بھی نکلیں گے، جہاں کسی وجہ سے ہم نے اپنے خیال کے موافق کوئی لفظ داخل کر دیا ہے۔ اور جہاں ہم نے کوئی لفظ بدلا ہے، وہاں دونوں باتوں کا خیال رکھا ہے۔ یعنی:

(الف) لفظ ہلکا، سہل، محاورے کے موافق ہی اور مطابقِ غرض اور موافقِ مقام بھی پورا ہو۔

(ب) جس جگہ ایسا لفظ ہم کو نہیں ملا، وہاں جانبِ معنی کو ترجیح دی ہے۔ یعنی لفظ موافق مراد اور مناسب مقام کو اختیار کیا ہے۔ گو اس میں کسی قدر طول ہو یا لفظ بہت مشہور نہ ہو۔

ہم نے جس جگہ کسی مصلحت سے ترتیب کو بدلا ہے یا کوئی تغیر کیا ہے، تو یہ ضرور لحاظ رکھا ہے کہ اس کی نظیر حضرات اکابر کے تراجم میں موجود ہونی چاہیے۔ ایسا تغیر، جس کی نظیر مقدس حضرات کے تراجم میں نہ ہو، ہم نے کل ترجمے میں جائز نہیں رکھا۔ اتفاق سے اگر کوئی موقع اس عرض کے خلاف ہو تو وہ یقیناً ہمارا سہو ہے، یا خطا۔ بالقصد، جان بوجھ کر ہم نے ایسا کہیں نہیں کیا۔ حضرات علما میں بعض کلماتِ قرآنی کے ترجمے میں باہم کچھ اختلاف ہوا ہے۔ اور بعض آیات کے مطلب میں بھی کچھ نزاع ہے۔ سو ایسے مواقع میں ہم نے حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ ہی کا اتباع کیا ہے۔ اِلا ماشاء اللہ! کہ کسی موقع پر حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کی متابعت اختیار کی ہے۔'' (30)

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے اپنا یہ ترجمہ 1336ھ میں مکمل کیا۔ اور اس کا نام "**موضحِ فرقانِ حمید**" رکھا۔ چناں چہ حضرت شیخ الہندؒ لکھتے ہیں:

''اس (حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے ترجمے) کا نام ''موضحِ قرآن'' ہے۔ اس کا نام ''موضحِ فرقان'' بہت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ایک کے ہیں ایک، اور ہیں دو کے دو، کہنے کو دو اور حقیقت میں ہیں ایک، مگر ''موضحِ قرآن'' میں یہ خوبی ہے کہ تاریخی بھی ہے۔ ''موضحِ فرقان'' تاریخی نہیں۔ ہاں گھٹا بڑھا کر کچھ تکلّف کے بعد تاریخی بھی ہوسکتا ہے۔ قطعہ ۔ (31)

یادگارِ عبد القادر ترجمہ موضحِ قرآن مجید
وہ کہ آں معدنِ صد خوبی را کرد ترمیم اقل العبید
بے شش و پنج بگفتہ محمود نامِ اُو ''موضحِ فرقانِ حمید''

''شاہ عبدالقادر کی یادگار ترجمہ موضحِ قرآنِ مجید ایسا ہے کہ جو سو خوبیوں کا ایک خزانہ ہے۔ اس میں ایک حقیر بندے نے ترمیم کی ہے۔ محمود نے زیادہ سوچ و بچار کے بغیر اس کا نام موضحِ فرقانِ حمید رکھا۔''

ترجمہ نگاری کے اس اسلوب پر امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا تجزیہ

ترجمہ نگاری کے اس جامع اسلوب اور اس کے بنیادی اصول وقوانین کا صحیح تجزیہ امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے کیا ہے۔ آپؒ نے تینوں ترجموں یعنی: حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فارسی ترجمہ "**فتح الرّحمٰن**" حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے اردو ترجمہ "**موضحِ قرآن**" اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ کے ترجمہ "**موضحِ فرقانِ حمید**" کی جامع خصوصیات کی نشان دہی کی ہے۔ مولانا سندھیؒ نے ان کی تاریخی حیثیت، حکیمانہ اُسلوب اور ان کے ترجمہ نگاری کے پس منظر کو بڑی خوبی سے بیان کیا ہے۔ چناں چہ حضرت سندھیؒ بیان فرماتے ہیں:

''ہندوستان کی زبان مسلمانی دور میں فارسی تھی، علمی اور سرکاری۔ شاہ (ولی اللہ) صاحبؒ نے قرآنِ حکیم کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ جب کہ ہندوستانی سلطنت ختم ہونے پر تھی۔ اور وہ ترجمہ عجمی زبانوں میں جتنے ترجمے ہوئے، ان سب میں بے نظیر تھا۔ میں عربی کافی جانتا ہوں، مگر قرآن شریف کا مطلب جو مجھے فارسی ترجمہ پڑھنے سے آتا ہے، وہ عربی تلاوت سے ذہن اخذ نہیں کرتا۔ ہم نے فارسی بچپن میں پڑھی۔ وہ ہماری مادری زبان کے قریب قریب ہوگئی۔ عربی کی ہم نے بڑی عمر میں تحصیل شروع کی۔ اور اسے ہم نے اجنبی زبان کی حیثیت سے سیکھا۔

اس کے بعد شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے بیٹوں نے اردو میں ترجمے شروع کیے۔ اس لیے کہ زمانہ بدلا اور سرکاری زبان بدلی۔ اس میں سب سے اچھا ترجمہ ''موضحِ قرآن'' شاہ عبدالقادر (دہلویؒ) کا ہے۔ اس کی اردو آج بعض حیثیتوں سے متروک ہورہی تھی۔ میرے استاذ مولانا شیخ الہند (محمود حسنؒ) نے آج

کے (دور کے) موافق اس کی اردو درست کردی۔ یہ میرا دوسرا ترجمہ ہے کہ خالی یہ ترجمہ پڑھنے سے جو مطلب سمجھ آتا ہے، وہ فارسی میں بھی نہیں آتا۔ اس لیے کہ اس میں جو حکمت کے کلمے ہیں، وہ ٹھیک ٹھیک ترجمہ کردیے گئے ہیں۔ اور حکمت کو حکیم ہی کا دماغ سمجھتا ہے۔

ہمیں اس ترجمہ کے چند اَوراق (شیخ الہندؒ نے) دیوبند میں سنائے، اصل میں تو آپ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کو یہ ترجمہ سنا رہے تھے، اس طرح ہم کو بھی سننے کا شرف حاصل ہوگیا۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ سنانے میں لگا، جس میں آپ نے شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے ترجمے میں تبدیلیاں کر کے بتائیں، اور بتایا کہ ان کی کیا ضرورت ہے۔

ایک آیت ہے: وَقَالَ مُوسَىٰ إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ (27:40)۔ جس میں حضرت موسیٰ کہتے ہیں کہ: ''ایسے متکبر سے، جو ''لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ'' (حساب کے دن پر ایمان نہیں رکھتا) ہے، پناہ مانگتا ہوں۔'' اس پر شاہ عبدالقادر ایک فقرہ بڑھاتے ہیں: ''اگر حساب مانتا تو ظلم کیوں کرتا۔'' (32) اس بات کو سمجھنے کے لیے عقل اور حکمت کی ضرورت ہے۔

''سورۂ قٓ'' میں (مشرکین کا اعتراض) ہے: ''ذَٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيدٌ'' (3:50) (کیا جب ہم مرچکیں اور ہو جائیں مٹی، یہ پھر آنا بہت دور ہے۔) اس کے جواب میں ہے: ''عِنْدَنَا كِتَابٌ حَفِيظٌ''۔ (4:50) (ہمارے پاس کتاب ہے، جس میں سب کچھ محفوظ ہے۔) اس پر شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں: ''سارا انسان نہیں مرتا۔ بدن مٹی ہوتا ہے۔ جان سلامت رہتی ہے۔ (کتاب حفیظ) جو شخص شاہ ولی اللہ (دہلویؒ) کی حکمت جانتا ہے، وہ اِسے بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ یعنی جو حصہ جان اور نسمے کا ہے، وہ باقی رہتا ہے۔ پس مٹی کے مٹی میں مل جانے پر قیامت کا انکار کس طرح کیا جاسکتا ہے۔ اگر ہم یہ نہ سمجھا سکیں کہ نسمے میں اعمال محفوظ رہتے ہیں اور اس کے ہوتے ہوئے حشر نشر سب ہوسکتا ہے، اس وقت تک اس آیت کا مطلب نہیں سمجھایا جاسکتا۔ اس کا تعلق تو حشر کے ساتھ ہے۔ لیکن جو لوگ کتاب سے مراد ''لوحِ محفوظ'' لیتے ہیں، وہ کس طرح اس کا تعلق حشر کے ساتھ کرسکتے ہیں۔'' (33)

اس طرح امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے ولی اللّٰہی خانوادے کی ترجمہ نگاری کے بہترین اسلوب اور تفسیری فوائد کی اہمیت، حکمت اور جامعیت کی نشان دہی کی ہے۔ اور اس حقیقت کی وضاحت بھی کی ہے کہ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے لے کر شیخ الہند مولانا محمود حسن تکؒ علمائے ربانیین نے حکمت پر مبنی ترجمہ نگاری کا بہترین اسلوب اختیار کیا ہے۔ اور اس کے ذریعے سے برعظیم پاک و ہند میں رہنے والوں کو قرآنی حکمت وشعور سے سے آگاہ کرنے کے لیے بڑی خدمات سرانجام دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان حضرات کی قرآنی خدمات کو صحیح تناظر میں سمجھنے اور قرآن حکیم کا صحیح فہم وشعور نصیب فرمائے۔ اور دنیا اور آخرت کی بھلائی اور فلاح و بہبود عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆☆☆

www.rahimia.org

حوالہ جات وحواشی

1۔ الفوز الکبیر فارسی/عربی۔ص:163 تا165۔طبع: فرید بک ڈپو، دہلی۔

2۔ ایضاً،ص:164۔

3۔ مقدمہ فتح الرّحمٰن۔از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ۔ص: د، ہ۔مطبوعہ: تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور۔

4۔ مقدمہ فتح الرّحمٰن بترجمة القرآن. از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ۔ مطبوعہ تاج کمپنی، لاہور۔

5۔ رسالہ دانش مندی۔تصنیف: امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ۔ص:182۔مطبوعہ بمع تکمیل الاذہان از مدرسہ نصرة العلوم، گوجرانوالہ۔

6۔ المقالة الوضية فی النصيحة و الوصية، تالیف: امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ۔ص:43۔مطبوعہ: شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدرآباد۔

7۔ مقدمہ فتح الرّحمٰن۔ص: د، ہ۔مطبوعہ: تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور۔

8۔ تکمیل الاذهان۔تالیف: حضرت شاہ رفیع الدین دہلویؒ۔قلمی، ورق نمبر:26 ومطبوعہ ص نمبر94۔طبع: گوجرانوالہ۔

9۔ شاہ ولی اللہ کی قرآنی فکر کا مطالعہ، از مولانا محمد سعود عالم قاسمیؒ۔ص:97۔مطبوعہ: محمود اکیڈمی، لاہور۔

10۔ القول الجلی فی مناقب الولی، تصنیف: مولانا محمد عاشق پھلتیؒ۔ص:38، 48۔مطبوعہ: شاہ ابوالخیر اکیڈمی، دہلی۔

11۔ مقدمہ فتح الرّحمٰن، از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ۔ص: الف وب۔مطبوعہ: تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور۔

12۔ مضمون: ’’حضرت شاہ ولی اللہؒ اور مقدمہ ترجمۃ القرآن‘‘۔ از مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ۔شائع شدہ: ماہنامہ ’’برہان‘‘ دہلی۔ ص:235۔شمارہ: اکتوبر1945ء)

13۔ ایضاً۔

14۔ مضمون: ’’کتب خانہ ٹونک کے بعض مخطوطات‘‘۔ از مولوی ابوالطیب عبدالرشید لاہور۔ص:136۔ معارف، ج:61۔ شمارہ نمبر:02۔فروری1948ء۔اعظم گڑھ۔

15۔ ایضاً۔ص:300۔

16۔ ایضاً۔

17۔ ایضاً۔

18۔ اس مخطوطے کا یہ نسخہ ہمیں اپنے محترم ترین دوست ماسٹر عبدالوحید ملک کی وساطت سے حاصل ہوا۔ ماسٹر صاحب موصوف جامع مسجد دہلی کے قریب مدرسہ تعلیم القرآن کے ہیڈ مدرّس تھے۔ اور رائے پور کے قریب ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ ان کا بیعت کا تعلق حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز رائے پوری قدس سرہٗ سے تھا۔ اور پھر حضرت کے وصال کے بعد حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ سے عمر بھر تعلق رکھا۔ اسی سلسلے میں وہ ہر سال دہلی سے لاہور حضرت کی خدمت میں تشریف لایا کرتے تھے۔ ان مخطوطات کے حصول کے لیے ہم نے ان سے رابطہ کیا۔ وہ خود لکھنؤ تشریف لے گئے اور دارالعلوم ندوۃ العلما کے کتب خانے سے ان کے بہترین عکس حاصل کر کے پاکستان کے سفر کے موقع پر اپنے ہمراہ لائے۔ افسوس کہ اس اشاعت کے موقع پر وہ دنیا میں نہیں ہیں۔ اور 18/فروری2009ء کو وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

www.rahimia.org

19۔ مخطوطہ مکتوبہ سید ابراہیم نصیر آبادی۔ ورق نمبر:06۔عکس نسخہ محفوظ کتب خانہ دارالعلوم ندوۃ العلما،لکھنؤ، انڈیا۔

20۔ اس رسالے کا فارسی متن حال ہی میں ایک معاصر میں طبع ہوا ہے۔جس میں پہلی فصل کے ذیل میں موجود مضامین پر دو فصلوں کے عنوانات کا اضافہ ہے۔(دیکھیے! مقدمہ در قوانین ترجمہ (فارسی متن)۔مطبوعہ: سہ ماہی ''اسلام اور عصر جدید'' (جولائی اکتوبر 2010ء) کا خصوصی شمارہ: ''شاہ ولی اللہ؛ افکار و آثار''۔ ج:42۔شمارہ نمبر:3،4۔ص:311 تا 319۔ ذاکر حسین انسٹیٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامیہ، جامعہ نگر، نئی دہلی، انڈیا)

اس اشاعت میں ''فصل'' کے عنوان سے جو اضافہ کیا گیا ہے، اس رسالے کے مضامین کے سیاق وسباق کے اعتبار سے قطعی طور پر درست نہیں ہے۔ یہ اضافہ نہ صرف رسالے کی ہیئتِ ترکیبیہ اور ساخت سے میل نہیں کھاتا، بلکہ ہمارے سامنے موجود اس رسالے کے دو قلمی مخطوطات میں بھی یہ اضافہ نہیں ہے۔(آزاد)

21۔ أخرجه البخاري عن أبي بكرة. باب الخطبة أيام المنىٰ، صحیح بخاری۔حدیث نمبر:1741۔ص:348۔طبع: بیروت۔

22۔ مقدمہ فتح الرّحمٰن۔ص:ب۔ مطبوعہ: تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور۔

23۔ ایضاً۔ص:و۔

24۔ محاسن موضح قرآن، از مولانا اَخلاق حسین قاسمی دہلوی۔ص:73-72۔طبع: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔

25۔ مقدمہ موضحِ فرقانِ حمید، از ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود حسن۔ص:809۔طبع: دارالقرآن، اردو بازار، لاہور۔

26۔ محاسن موضح قرآن، از مولانا اَخلاق حسین قاسمی دہلوی۔ص:73-72۔طبع: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔

27۔ مقدمہ موضحِ فرقانِ حمید، از ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود حسن۔ص:13-812۔طبع: دارالقرآن، اردو بازار، لاہور۔

28۔ التمہید لتعریف ائمّۃ التجدید، باب: 11۔فصل نمبر:08۔ از امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ۔ص:84۔طبع: حیدرآباد۔

29۔ مقدمہ اردو ترجمہ قرآن حکیم، از ڈپٹی نذیر احمد۔ص:09۔مطبوعہ:1314ھ۔

30۔ مقدمہ موضحِ فرقانِ حمید، از ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود حسن۔ص:816۔طبع: دارالقرآن، اردو بازار، لاہور۔

31۔ ایضاً۔ص:817۔

32۔ حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ کا اصل جملہ یہ ہے، جسے حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے فوائد میں نقل کیا ہے: ''جس کو حساب کا یقین ہو، وہ ظلم کاہے کو کرے گا۔'' (دیکھیے! ترجمہ موضح فرقانِ حمید، از حضرت شیخ الہندؒ۔سورۃ المومن آیت نمبر 27 پر حاشیہ نمبر 04۔

33۔ امالی عبیدیہ (قلمی)، از امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ۔ص:194۔مکتوبہ مولانا بشیر احمد لدھیانویؒ۔ص:7-206۔مطبوعہ: رتن پبلیکیشنز، اسلام آباد۔

☆☆☆☆☆

www.rahimia.org

مطالعۂ قرآنیات

ترجمہ نگاری کے اصول وقوانین

(''المقدمہ فی قوانین الترجمہ'' کا اردو ترجمہ)

تالیف: حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ
ترجمہ وتحقیق: مفتی عبدالخالق آزاد

www.rahimia.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جو احکامات وعطیات عطا کرنے والا ہے۔ ہلاکت سے نجات دلانے والے احکامات اوران کی حکمتوں کا الہام کرنے والا ہے۔

اور کامل اور مکمل درود وسلام ہو انسانیت کے سربراہ، شہروں اور دیہاتوں میں رہنے والے تمام لوگوں کو تعلیم سکھلانے والے، واضح خطبات و ہدایات کے ذریعے اللہ کی کتاب کو کھول کر بیان کرنے والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اوران کی آل واصحاب پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔

اس کے بعد: اللہ کریم کی رحمت کا محتاج ولی اللہ بن عبدالرحیم کہتا ہے کہ: یہ رسالہ ترجمہ نگاری کے اصول و ضوابط کے بیان میں ہے۔اس کا نام ''المقدمہ فی قوانین الترجمہ'' ہے۔قرآن حکیم کے ترجمہ کا مسودہ تیار کرنے کے دوران اس رسالے کو قلم نے ضبطِ تحریر کیا ہے۔

فصل (ترجمہ نگاری کے چار اُسلوب)

ترجمہ کرنے والوں نے ترجمہ نگاری کے مختلف اسلوب اختیار کیے ہیں:

(پہلا اسلوب: لفظی ترجمہ)

1۔ بعض لوگ ایک لفظ کے نیچے اس کا ترجمہ لکھتے ہیں۔ پھر دوسرے لفظ کے نیچے دوسرے لفظ کا ترجمہ لکھتے ہیں۔اوراسی اسلوب پر چلتے ہوئے پورے مضمون کا آخر تک ترجمہ کرتے جاتے ہیں۔
اس کو ''لفظی ترجمہ'' کہتے ہیں۔

(دوسرا اسلوب: معنی کا خلاصہ بیان کرنا)

2۔ ایک جماعت کا اسلوب یہ ہے کہ پہلے پورے جملے پر غور وفکر کرتے ہیں۔ اور الفاظ کی تقدیم و تاخیر اور مجاز و کنایہ کو اچھی طرح سمجھ لیتے ہیں۔ اور اس جملے کا معنی اپنے ذہن میں بطورِ خلاصہ سامنے رکھ لیتے ہیں۔ پھر جس زبان میں چاہتے ہیں، اس کے معنی کا خلاصہ اپنے الفاظ میں بیان کر دیتے ہیں۔
اس اسلوب کو ''معنی کا خلاصہ بیان کرنا'' کہتے ہیں۔

(پہلے اسلوب کی خرابیاں)

ترجمے کے پہلے طریقے میں کچھ خرابیاں ہیں۔ اس لیے کہ:

1۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ترجمے کا نظم اور اس کی ترتیب بگڑ جاتی ہے۔ اور ایسی ترکیب ظاہر ہوتی ہے کہ جس زبان میں ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ اس کے اعتبار سے وہ صحیح نہیں ہوتی۔

2۔ کم از کم یہ تو ضرور ہوتا ہے کہ ایسی صورت میں غیر فصیح الفاظ کا استعمال ہو جاتا ہے، یا کوئی پیچیدہ لفظ یا ترکیب (جس کا مفہوم واضح نہ ہو) یا غیر معروف الفاظ کا استعمال کرنا پڑتا ہے۔

ان خرابیوں کا سبب زبانوں کے درمیان درجِ ذیل امور میں اختلاف کا ہونا ہے:

(الف) جملے کے اجزا میں تقدیم و تاخیر کا اسلوب ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔

(ب) الفاظ کی تراکیب، کنایات کا استعمال اور فعل کے متعلقات اور صلات کے استعمال میں زبانیں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔

(ج) بعض زبانوں میں کسی لازم سے اُس کے ملزوم کی طرف ذہن کو منتقل کیا جاتا ہے۔ (اور ایسی صورت میں اس استعارہ کے لیے ایک مخصوص لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ ایسے موقعوں پر) استعارہ کے لیے اس خاص لفظ کی جگہ کوئی دوسرا لفظ استعمال کرنا صحیح نہیں ہوتا۔
جب کہ دوسری زبان میں اصل معنی اور مفہوم کے اعتبار سے ہی ایسا لفظی استعارہ استعمال کرنا درست نہیں ہوتا۔ (1)
عربی میں کہتے ہیں: "**فلان عظیم الرماد**" اس لفظ سے سخاوت مراد لی جاتی ہے۔ اس کا فارسی زبان میں لفظی ترجمہ یہ ہوگا: ''فلاں بزرگ خاکستر است'' (فلاں بہت بڑی راکھ ہے) اس جملے سے فارسی والے وہ سخاوت والا معنی اور مفہوم نہیں ظاہر کر سکتے۔

(د) بسا اوقات عربی زبان میں استعمال ہونے والے لفظ میں ایسی خصوصیت ہوتی ہے، کہ فارسی زبان میں اس طرح کی خصوصیت رکھنے والا کوئی لفظ نہیں پایا جاتا۔

www.rahimia.org

جیسے یہ الفاظ: ''رغاء الإبل'' (اونٹ کا بلبلانا)، ''خوار البقر'' (گائے یا بیل کا رینکنا)، ''صھال الفرس'' (گھوڑے کا ہنہنانا) ''نواح الکبش'' (مینڈھے کی آواز)، ''یعار المعز'' (بکری کا ممیانا)، ''نُباح الکلب'' (کتے کا بھونکنا)، اور ''ھدیر الحمام'' (کبوتر کا غٹرغوں کرنا)۔

اسی طرح ''جِرْوُ الکلب'' (2) (کتے کا پلاّ)، ''جِرْو القثّاء'' (3) (ایک قسم کا چھوٹا دریائی کیکڑا)، ''شِبْل الأسد'' (شیر کا بچہ)، ''فصیل الإبل'' (اونٹ کا بوتا)، ''جَدی البقر'' (گائے کا بچھڑا)، ''عناق الشاۃ'' (بکری کا بچہ)۔

فارسی زبان میں ایسا لفظ کہ جو ان خصوصیات کے لیے استعمال کیا جائے، بلاتکلف نہیں پایا جاتا۔

(ھ) اسی طرح افعال کے متعلقات اور صلات میں بھی بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔

''لفظی ترجمے'' میں یہ اور اس جیسی بہت سی مشکلات ہیں، جو باشعور اور اصحابِ دانش لوگوں سے مخفی نہیں ہیں۔

(ترجمہ نگاری کے دوسرے اسلوب کی خرابیاں)

ترجمہ کرنے کے دوسرے طریقے (یعنی: معنی کا خلاصہ بیان کرنے) میں بھی چند خرابیاں ہیں:

1۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کلام میں دو یا زیادہ پہلوؤں کی گنجائش ہوتی ہے، لیکن ترجمہ کرنے والا اِسے پورے طور پر سمجھ نہیں پاتا۔ اور وہ اس کے ایک ایسے پہلو کو سامنے رکھ لیتا ہے، جو متکلم کی مراد نہیں ہوتی۔

2۔ اگر معاملے کی حقیقت پوچھنا چاہتے ہو تو یہ سمجھ لو کہ عام طور پر سابقہ کتب (تورات، زبور، انجیل) میں تحریف کا راستہ اسی سبب سے کھلا ہے۔ پس کلام الٰہی کے ترجمے میں یہ بات لازمی ہے کہ اس کے نظم و ترتیب کو باقی رکھا جائے۔ تاکہ اگر مترجم سے کہیں کوئی غلطی سرزد ہوگئی ہو تو بعد کے کوئی صاحب اس کی اصلاح کرسکیں۔ (اس لیے کہ حدیث نبویؐ میں ارشاد ہے کہ:) ''فرب مُبلّغ اوعٰی لہٗ من سامع.'' (4) (بسا اوقات وہ شخص، جس تک بات پہنچائی گئی ہو، براہِ راست سننے والے سے زیادہ اس کو سمجھنے والا ہوتا ہے۔)

3۔ مشکل مقامات کی توجیہ و تعبیر اور متشابہات کی تاویل و تشریح وغیرہ مسائل میں علما کی مختلف آرا ہیں۔ اگر تحقیق کی نظر سے دیکھا جائے تو ایسی بہت سی آرا کی اصل اور بنیاد شریعت میں نہیں ہوتی۔ بلکہ عقلی استدلال کے زور پر شریعت میں موشگافیاں ہوتی ہیں۔ اگر ہر شخص اپنی فہم کے مطابق (نصوص کی) اسی طرح تاویل و تشریح کرتا رہے تو متن کلام کا نظم باقی نہیں رہے گا۔ اور اصل شریعت گم ہوجائے گی۔

4۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ قرآن پاک عربی زبان میں نازل ہوا۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عربی زبان

www.rahnuma.org

میں گفتگو فرماتے تھے۔ اُمت کا معاملہ عربی زبان سے واقفیت کے بغیر درست نہیں ہوسکتا۔ اسی لیے اُمتِ مرحومہ پر ''واجبِ کفایہ'' ہے کہ وہ (مجموعی طور پر) عربی زبان سے واقفیت حاصل کرے۔ اور اس کے ہر فرد کے لیے عربی سے واقفیت حاصل کرنا مسنون و مستحب ہے۔ جو شخص عربی زبان سے واقف نہیں ہے، دینِ محمدی کے فہم و شعور کے حوالے سے اس کا شمار زندہ انسانوں میں نہیں کیا جاسکتا۔ اِسے انسانوں کے شمار میں نہیں لاسکتے۔ وہ تو جمادات میں شامل ہے۔ اور مُردوں کی فہرست میں داخل ہے۔ اس نے اپنے اوپر ایسی بے چارگی طاری کر رکھی ہے کہ جس کی وجہ سے وہ شریعت کی رحمت سے محروم ہے۔ اور اپنے اوپر ایسی خواہشات مسلط کر رکھی ہیں کہ جس کی وجہ سے شریعت اس کو سربلند نہیں بنا سکتی۔ اس لیے (علما) تلاوتِ قرآن، ذکرِ الٰہی اور خطبہ جمعہ و عیدین کا ترجمہ فارسی زبان میں کرنا جائز نہیں سمجھتے۔ حال آں کہ ان تمام امور کا مقصد وعظ و نصیحت اور ان میں غور و تدبر ہے؛ نہ کہ الفاظ کی خصوصیات کو سامنے رکھنا۔ (اس کے باوجود ان کا عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں پڑھنا جائز نہیں)

5۔ قرآن عظیم کے ترجمے کا اصل مقصد یہ ہے کہ پڑھنے والے کو نظم قرآن کے فہم و شعور میں کسی درجے میں تدبر و تفکر حاصل ہو۔ اور اس کی عبارت میں غور و خوض کا ملکہ اُسے حاصل ہوجائے۔ یہ مقصد معنی کے خلاصہ بیان کرنے میں حاصل نہیں ہوسکتا۔

(تیسرا اسلوب: لفظی ترجمہ اور معنی کے خلاصے کو باہم جمع کرنا)

بعض لوگوں نے یہ کیا کہ جب انھوں نے (مندرجہ بالا) دونوں اسالیب میں خرابیوں کو دیکھا تو ''لفظی ترجمہ'' اور ''معنی کے خلاصے'' کو باہم جمع کردیا۔ تا کہ اگر ''لفظی ترجمے'' میں غیر فصیح الفاظ کا استعمال کرنا پڑے یا ان میں الفاظ و تراکیب کی پیچیدگی سامنے آئے تو دوسرے طریقے سے اُسے دور کیا جائے۔ اور ''معنی کا خلاصہ'' ایسے انداز میں بیان کیا جائے، جس میں کوئی لفظی یا ترکیبی پیچیدگی اور غیر فصاحت نہ ہو۔ اور اگر ایسی صورت میں جملے کے جامع مفہوم میں سے کسی ایک پہلو کو اختیار کرنے یا کسی ''متشابہ'' کی تاویل و تعبیر کی وجہ سے کوئی خرابی پیدا ہو رہی ہو تو اس کا علاج ''لفظی ترجمے'' کے ذریعے کیا جاسکے۔

(تیسرے اسلوب کی خرابیاں)

یہ تیسرا اُسلوب اور طریقہ بھی ذوقِ سلیم رکھنے والے لوگوں کو ناگوار محسوس ہوتا ہے:

1۔ یہ طریقہ ابتدائی پڑھنے والے کو تشویش میں مبتلا کرتا ہے۔

2۔ انتہائی درجے کے علوم رکھنے والے حضرات کے لیے یہ طریقہ کسی کام نہیں آتا۔

3۔ اس کی وجہ سے لازمی طور پر گفتگو میں طوالت آجاتی ہے۔

www.rahimia.org

4۔ اس کی وجہ سے بات کا فطری اسلوب اور بہاؤ باقی نہیں رہ پاتا۔

5۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ دونوں زبانوں کے اندازِ گفتگو اور اسلوب سے ناواقفیت اور جہالت کی وجہ سے ترجمہ نگاری کے اس طریقے اور اسلوب کو اپنایا گیا ہے۔

(چوتھا اسلوب اور اس کی جامعیت)

اس فقیر نے جب ترجمہ نگاری کے ان تینوں اسالیب کا مطالعہ کیا اور ان میں جو خرابیاں اور نقائص پائے جاتے ہیں، انھیں ملاحظہ کیا۔ تو میں نے شدت سے یہ چاہا کہ ترجمہ نگاری کا ایک چوتھا اسلوب وضع کیا جائے۔ کہ:

(الف) جس میں ان تینوں اسالیب کی خوبیاں تو موجود ہوں، لیکن وہ ان کی خرابیوں سے پاک ہو۔

(ب) میں نے یہ کیا کہ ایک ہاتھ سے ''لفظی ترجمے'' کو اپنی گرفت میں لیا اور اس کے اندر جو خرابیاں تھیں، انھیں بھی پیشِ نظر رکھا۔ اور فنی باریکیوں کو سامنے رکھتے ہوئے ترجمے میں تغیر و تبدل کیا۔

(ج) دوسرے ہاتھ سے ''معنی کے خلاصے'' کو بھی مضبوطی سے پکڑے رکھا۔ اور اس حوالے سے جملوں کی مراد سمجھنے میں جو مشکل مقامات آتے ہیں، انھیں سہولت کے ساتھ حل کرنے کے کچھ طریقے منضبط کردیے ہیں۔

(چوتھے اسلوب کی خصوصیات)

1۔ سب سے پہلے لفظی ترجمہ اس انداز میں کیا کہ الفاظ کی جو نظم و ترکیب قرآن میں مذکور ہے، اس کو ہر ممکن حد تک برقرار رکھا جائے۔

2۔ (دونوں زبانوں میں) فعل کے متعلقات اور صلات میں جو اختلاف پایا جاتا ہے، اس کو دور کیا۔

3۔ جس جگہ فارسی ترجمے میں لفظی یا ترکیبی پیچیدگی پیدا ہو رہی ہو، یا غیر فصیح الفاظ کا استعمال کرنا پڑتا ہو، یا عربی میں کوئی ایسی ترکیب استعمال ہو رہی ہو کہ جو فارسی میں نہیں ہوتی، ایسے تمام مقامات پر لفظ کے مساوی عربی زبان کے مترادف لفظ کو سامنے رکھا اور اس کا ترجمہ کردیا۔

مثلاً اسم فاعل مستقبل کے لیے آتا ہے، اس کا مساوی فعل مستقبل معروف ہوتا ہے۔ اور جب اسم مفعول مستقبل کے لیے لایا جاتا ہے تو اس کا مساوی فعل مستقبل مجہول ہوتا ہے۔

جیسے (قرآنی آیات:) قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ (5)، قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا (6)۔ اور (عربی جملہ:) ''قل لمن کفر''۔ مساوی مفہوم کے حروف ہیں۔

اسی طرح (قرآنی آیت:) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (7)، (عربی جملے:) ''یا ایها المؤمنون''، یا ''هؤلاء المؤمنین'' ایک ہی حساب میں ہیں۔

www.rahimia.org

اسی طرح (قرآنی آیت:) وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (8) اور (عربی جملہ) ''وما لھم من ناصر'' ایک انداز و اسلوب پر ہیں۔ اس لیے کہ یہاں ''نّٰصِرِيْنَ'' سے مراد عمومِ جمع نہیں ہے، بلکہ عمومِ افراد ہے۔

اسی لیے (عربی زبان کے مترادف الفاظ کے استعمال کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ) ہمارے دین میں قرآن پاک کو سات قرأتوں میں پڑھنا جائز ہے۔

اور اسی لیے صحابہ کرامؓ یہ جائز سمجھتے تھے کہ کسی لفظ کی تفسیر اس کے مترادف لفظ سے کی جائے۔

4۔ ترجمے میں اس بات کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ:

(الف) جس لفظ یا جملے کو پہلے لانا ضروری ہو، اس کو پہلے بیان کیا جائے۔

(ب) اور جس لفظ یا جملے کو بعد میں لانا، ضروری ہو، اس کو بعد میں بیان کیا جائے۔

(ج) (عبارت میں موجود) محذوف کو ظاہر کیا جائے۔

(د) ضرورت سے زائد الفاظ استعمال میں نہیں لانے چاہئیں۔

(ھ) نحوی ترکیب کو واضح کیا جائے۔

5۔ اگر ایسی صورت میں مفہوم پوری طرح واضح نہیں ہو رہا تو ہر ممکن حد تک کوشش کر کے اسے درجِ ذیل طریقوں سے حل کیا جائے:

(الف) تقدیم و تاخیر میں معمولی تبدیلی کر دی جائے۔

(ب) یا کوئی حرف بڑھا کر مفہوم واضح کر دیا جائے۔

(ج) یا محذوف کو ظاہر کر کے مفہوم کی وضاحت کی جائے۔

(د) یا معطوف پر عامل کو دوبارہ ظاہر کر کے توضیح کی جائے۔

(ہ) یا ضمیر کو ظاہر کر کے وضاحت کر دی جائے۔

(و) یا ظاہر لفظ کو ضمیر کی صورت میں بیان کر دیا جائے۔

6۔ اگر جملے کی فطری اور طبعی ترکیب میں ایسے تصرف کی گنجائش نہ ہو تو پھر لفظی ترجمے کے بعد ''یعنی'' یا ''مراد یہ ہے'' کا لفظ استعمال کر کے اس کے معنی کا خلاصہ بھی ساتھ ذکر کر دیا جائے۔

7۔ اگر کسی جگہ جملے میں موجود کسی قید کا ذکر کیا گیا، یا کسی جملے کا محمول و مفہوم بیان کیا گیا، یا رَمز اور کنائے کا حل بیان کیا گیا، یا کسی تعریض و اشارے کو کھول کر بیان کیا گیا، یا کسی مبہم لفظ کی وضاحت کی گئی، تو اسے بھی لفظ ''یعنی'' یا ''مراد یہ ہے کہ'' سے ظاہر کر دیا گیا ہے۔

ترجمہ پڑھنے والے سعادت مند فرد کو چاہیے کہ جو عبارت ''یعنی'' کے ذیل میں آ رہی ہے، اسے پڑھنے کے بعد سلسلۂ کلام کو پھر سابق عبارت سے جوڑ لے، تا کہ کلام مربوط رہے۔

www.rahimia.org

(دونوں زبانوں کے اسلوبِ بیان کے اختلافی مقامات)

خلاصہ یہ ہے کہ (عربی اور فارسی) دونوں زبانوں میں اختلاف کے مقامات بہت سے ہیں۔

1۔ انھیں میں سے ایک ہے کہ:

عربی میں یہ رواج ہے کہ کسی بات کو پہلے ایک طرح کے اجمال یا اختصار سے بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد اس کی تفصیل اور وضاحت بیان کرتے ہیں۔ عربی زبان میں اس طرح کے اجمال کے بعد ایسی تفصیل بیان کرنے سے انھیں ایک ایسی لذت حاصل ہوتی ہے، جو شروع میں ہی تفصیل بیان کردینے سے حاصل نہیں ہوتی۔

جیسے کہتے ہیں: ''ضربت زیدًا رأسَه'' (میں نے زید کے سر میں مارا)

''حسن زید دارًا'' (زید کا گھر اچھا ہے)

''ان احد استجارک'' (اگر کوئی ایک تجھ سے پناہ چاہے)

''زیدًا ضربته'' (میں نے زید کو مارا)

اب دیکھیے ''ضربتُ زیدًا رأسه'' یا ''سلبتُ زیدًا ثوبه'' جیسے جملوں میں آغاز کرتے ہی سب سے پہلے ایک حکم ''زید'' کے لیے ثابت کیا گیا۔ (''ضربتُ زیدًا'' میں نے زید کو مارا۔ ''سلبتُ زیدًا'' میں نے زید کو اچک لیا) جب کہ حقیقت میں یہ حکم ''زید'' کے ایک حال (یعنی ''رأسه'' اس کا سر اور ''ثوبه'' اس کے کپڑوں) سے متعلق ہے۔ اس لیے پہلے اجمالی حکم بیان کرنے کے بعد اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ابتدائی جملے سے جو تأثر ابھرتا تھا، اُسے دور کردیا۔ (اور بتلا دیا کہ میں نے زید کے سر کو مارا۔ اور اسی طرح میں نے زید کے کپڑے اُچک لیے)

☆ اسی طرح ''حَسُن زیدٌ دارًا''۔ میں سب سے پہلے ''زید'' کے لیے حُسن ثابت کیا گیا۔ (اور کہا گیا: ''حسُن زید'' زید حسین ہے) جب کہ حقیقت میں زید کے متعلقات کے حوالے سے حسن ثابت کرنا مقصد ہے۔ اس کے لیے بعد میں ''تمیز'' (یعنی دارًا) لائے۔ اور اس کے ذریعے سے ابتدائی اجمال کی تفصیل بیان کردی۔

اسی لیے (علمائے نحو) کہتے ہیں کہ تمیز، فاعل یا مفعول کی طرف کی جانے والی نسبت کو تبدیل کردیتی ہے۔

☆ اسی طرح ''إن أحد إستجارک'' میں پہلے ''إن أحد'' میں اسم ظاہر کو بغیر کسی فعل کے لا کر ایک طرح کا اجمال بیان کیا۔ پھر ''إستجارک'' میں فاعل کی ضمیر لا کر اس کے فعل کی تفصیل بیان کردی گئی۔

☆ اسی طرح ''زیدًا ضربتهٗ'' میں پہلے اسم ظاہر کو بغیر کسی فعل کے اجمالی طور پر بیان کیا گیا۔ پھر

www.rahimia.org

''ضــربتــهٔ'' میں مفعول کی ضمیر لا کر اس کے ساتھ کیے جانے والے فعل کی تفصیل بیان کردی گئی۔ اس طرح ان دونوں مثالوں میں ضمیر کے ابہام کی وجہ سے پیدا ہونے والی خرابی کی وضاحت پہلے لائے جانے والے اسم ظاہر کے اِجمال سے ہوجاتی ہے۔
عجمی زبانوں میں اس طرح کے تصرفات پر مشتمل ترکیب استعمال نہیں کی جاتی۔

2۔ ان مقامات میں سے ایک یہ ہے کہ:
عرب ایک جملہ بیان کرنا چاہتے ہیں، لیکن اس کی مروّجہ طبعی ساخت سے ہٹ کر اس میں تبدیلی چاہتے ہیں۔ اس لیے اس میں کچھ تغیر اور تبدل کردیتے ہیں۔
جیسے کہ ''وعد اللّٰه''، ''سبّح للّٰه'' اور ''سقاک اللّٰه'' ہے۔ اس میں انھوں نے ایک تبدیلی کردی، کہ فعل کی جگہ مصدر کو لا کھڑا کردیا۔ پھر اس کو فعل کا معمول بنا دیا۔ خواہ وہ فاعل ہو یا مفعول، یا حرفِ جر کے واسطے سے ہو یا بواسطۂ مضاف ہو۔
جیسے کہتے ہیں: ''وعداللّٰه حقّا''، ''سبحان اللّٰه'' اور ''سقيًا لک''۔
عجم کی زبان کی ساخت اس قسم کے تصرف اور تبدیلی سے آشنا نہیں ہے۔

3۔ ان مقامات میں سے ایک یہ ہے کہ:
نکرہ کو بطورِ معرفہ استعمال کرتے ہیں۔ اضافت سے الگ کیے ہوئے لفظ کو صرف مضاف کی شکل میں لاتے ہیں۔ اس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ الفاظ میں تخفیف ہوجائے، ورنہ ان کی غرض وہی اصلی معنی ہوتے ہیں۔

4۔ ان مقامات میں سے ایک یہ ہے کہ:
وہ چاہتے ہیں کہ ایک مضمون کو دو مرتبہ بیان کیا جائے۔ تاکہ اس مفہوم کی ادائیگی میں ایک طرح کی سہولت اور تنوع پیدا ہوجائے۔ اس طرح وہ اس تکرار کو پہلے کی صفت بنا دیتے ہیں۔
چناں چہ کہتے ہیں:

''هو أعلمهم علمًا'' (وہ ان میں سب سے زیادہ جاننے والا ہے)
''هو أحلمهم حلمًا'' (وہ ان میں سب سے زیادہ بُردبار ہے)
''زيد أبوک عطوفًا'' (زید تیرا والد بڑا مہربان ہے)
''فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا''(9) (پھر مسکرا کر ہنس پڑا)
''قام قائمًا'' (وہ اٹھ کھڑا ہوا)
''وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۙ''(10) (قسم ہے اُن ہواؤں کی، جو بکھیرتی ہیں اُڑا کر)

''وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا'' (11) (قسم ہے صف باندھنے والوں کی قطار ہو کر)

اس قسم کی چیزیں عجمی زبان میں استعمال نہیں کی جاتیں۔

5۔ ان مقامات میں سے ایک یہ ہے کہ:

اہل عرب ایک مکمل جملہ بولنا چاہتے ہیں۔ لیکن اس کی صورت میں تبدیلی کر دیتے ہیں۔ اور وہ اس طرح کہ اس جملے کے اَجزا پر کوئی ایک فعل یا کوئی حرف لگا دیتے ہیں۔

جیسے: ''ماکان زیدٌ لیفعل ھذا'' (زید یہ کام نہیں کرنا چاہتا تھا)

''انما ضُرِب زیدٌ'' (سوائے اس کے نہیں کہ زید پیٹا گیا)

''ظننتُ زیدًا قائمًا'' (میرا گمان ہے کہ زید کھڑا ہے)

جب کہ فارسی زبان میں جملے کے اَجزا پر اس طرح کے کسی عامل کو مقدم نہیں کرتے۔ بلکہ اس کے لیے اَلگ جملہ لاتے ہیں۔

جیسے: ''دانستیم کہ زید قائم است'' (ہم جانتے ہیں کہ زید کھڑا ہے)

یہ نہیں کہتے کہ ''دانستیم زید را ایستادہ'' (ہم جانتے ہیں کہ زید کو کھڑا کیا ہوا ہے)

ایسے ہی ''جز ایں نبود کہ زید زد'' (اس کے علاوہ اور کوئی نہیں کہ زید نے مارا)

''و ہرگز نیست کہ زید چنیں کند'' (ہرگز ایسا نہیں ہے کہ زید نے ایسے کام کیا ہو)

6۔ ان مقامات میں سے ایک یہ ہے کہ:

عربی میں کہتے ہیں: ''قام زید'' (زید کھڑا ہے)

اور فارسی میں کہتے ہیں: ''زید ایستادہ'' (زید کھڑا ہوا ہے)

اگر فارسی میں یوں کہیں کہ ''ایستادہ زید'' (کھڑا ہوا زید) تو یہ غیر فصیح ہوگا۔

7۔ ان مقامات میں سے ایک یہ ہے کہ:

فارسی زبان میں ماضی کی حکایت بیان کرنے کے لیے فعل ماضی پر حرفِ ''مے'' داخل کرتے ہیں۔

جیسے ''مے کرد'' (اُس نے کیا) اور ''مے زد'' (اُس نے مارا)

جب کہ عربی زبان میں ''کان'' کا لفظ استعمال کیے بغیر ماضی کی حکایت کرنا درست نہیں ہے۔

جیسے: ''کان یفعل'' (اُس نے کیا تھا)

8۔ ان مقامات میں سے ایک یہ ہے کہ:

(الف) عربی زبان میں فعل مضارع ''جعل'' اور ''کاد'' وغیرہ کی خبر واقع ہو سکتا ہے۔

جب کہ عجمی زبان میں ایسا نہیں ہوتا۔

(ب) اسی طرح عربی زبان میں جملہ، اسم کی خبر واقع ہوسکتا ہے۔
جیسے کہتے ہیں: ''زید قام ابوہ'' (زید اس کا باپ کھڑا ہے)
اور ایسا فارسی زبان میں تکلف کے بغیر درست نہیں ہوتا۔

الغرض: دونوں (عربی و فارسی) زبانوں میں اختلاف کے مواقع بہت ہیں۔ اور ایسی صورت میں (مفہوم واضح کرنے کے لیے) مترجم مجبور ہوجاتا ہے کہ ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ استعمال کرے۔ یہ مقولہ مشہور ہے: ''الضرورات تبیح المحظورات'' (ضرورتیں بہت سی ممنوع چیزوں کو جائز بنا دیتی ہیں)۔

[جو کچھ ہم نے کہا ہے، اس میں نحو کے قوانین کی وضاحت کو ہم نے ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ ہم نے (ان قوانین کو) یہاں اجمالی طور پر بیان کیا ہے؛ مزید تفصیل کی ضرورت ہے۔ تھوڑی سی اپنی توجہ اس طرف متوجہ کرنی چاہیے۔] (12)

فصل (فارسی الفاظ اور تراکیب کے استعمالات)

1۔ لفظ ''است'' ربط کی علامت ہے۔ جو جملہ اسمیہ و ظرفیہ کے دونوں حصوں میں ربط کو ظاہر کرتا ہے۔
جیسے: ''زید قائم است'' (زید کھڑا ہے) (جملہ اسمیہ)
''زید کجا است'' (زید کہاں ہے؟) (جملہ ظرفیہ)

2۔ (فارسی زبان میں) فعل کی فاعل کی طرف اسناد کی علامت یہ ہے کہ فاعل مقدم ہوتا ہے۔ اور فعل اس کے ساتھ متصل لاتے ہیں۔
جیسے: ''زید ایستاد'' (زید کھڑا ہے) اور بوقت ضرورت ''ایستاد زید'' بھی کہہ سکتے ہیں۔

3۔ اور مفعول بہ:
چاہے فاعل کے قائم مقام ہو یا ایسا نہ ہو، اس کو حرف ''را'' کے ساتھ ملا کر لاتے ہیں۔
جیسے: ''زدم زیدرا'' (میں نے زید کو مارا) اور ''زدہ شد زیدرا'' (زید کو پیٹا گیا)
اور اصل ترکیبی ساخت کو نظر انداز کرتے ہوئے اس جملے کو یوں کہا جاسکتا ہے: ''زید زدہ شد''۔
اور اگر ''مفعول بہ'' ہونے کا کوئی قرینہ موجود ہو تو حرفِ ''را'' کا حذف کرنا بھی جائز ہے۔

4۔ اور مفعول مطلق:
(الف) اگر ''عدد'' کے لیے ہو تو ''یک بار کردن'' اور ''دوبار کردن'' کہا جاسکتا ہے۔
(ب) اور اگر ''نوع'' کے لیے ہو تو ''یک نوع کردن'' اور ''یک طور کردن'' کہا جاتا ہے۔
(ج) اور اگر غیر مصدر کو مصدر کی جگہ مفعول مطلق لایا گیا ہو۔

www.rahimia.org

جیسے کہتے ہیں: ''ضربتُ سوطًا'' (میں نے ایک کوڑا مارا)

(اس کا فارسی ترجمہ ہوگا:) ''زدم یک چابک'' (میں نے ایک چابک رسید کیا)

(د) اور اگر (مفعول مطلق) فعل کے لفظ سے نہ ہو،

جیسے: ''قرأت سردًا'' (میں نے مسلسل قرأت کی)

(تو فارسی زبان میں ترجمہ ہوگا:) ''خواندم بطریق پے در پے خواندن''

(ہ) اور اگر محض تاکید کے لیے مفعول کا ذکر ہو یا ''سبحان اللّٰہ'' اور ''وعداللّٰہ'' کی قسم سے اس کا تعلق ہو تو یہ دونوں زبانوں کے اختلاف کے مقامات میں سے ہوگا۔ اور تکلف سے کام لیے بغیر اور دوسرے حرف کو ساتھ ملائے بغیر صحیح ترجمہ کرنا آسان نہ ہوگا۔

5۔ مفعول لہ:

(الف) اگر ''غرض'' کے معنی کے لیے استعمال ہو تو اس کا ترجمہ لفظ ''برائے'' یا لفظ ''تا'' سے کیا جاتا ہے۔ اور مصدر کا ترجمہ جملے کی صورت میں کیا جاتا ہے۔

جیسے: ''ضربته تادیباً'' (میں نے اُس کو ادب سکھانے کے لیے مارا)

(اس کا فارسی ترجمہ یہ ہے:) ''زدمش برائے ادب دادن''، یا ''زدمش تا ادب دہم''

(ب) اگر مفعول لہ ''حامل'' کے معنی میں ہو تو اس کا ترجمہ لفظ ''بعلت'' اور ''بحکم'' یا اس کے ہم مثل الفاظ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

جیسے: ''قعد جُبنًا'' (وہ بزدلی کی وجہ سے بیٹھ گیا)

(اس کا فارسی ترجمہ یہ ہوگا:) ''نشست بعلت نامردی''

(ج) اور اگر ''احتراز'' کے معنی میں ہو اس کا ترجمہ لفظ ''احتراز'' اور ''برائے احتیاط'' یا اسی جیسے الفاظ سے کیا جائے گا۔

جیسے: ''ضربته ان یقول الناس: ما ضربته''

(میں نے اُسے اس لیے پیٹا کہ لوگ کہتے ہیں کہ: میں نے اُسے نہیں پیٹا)

(اس کا فارسی ترجمہ یوں کریں گے:) ''زدمش برائے اجتناب ازاں کہ گویند: نہ زدمش''

6۔ مفعول فیہ:

مکان سے متعلق ہو یا زمان سے اس کا ترجمہ لفظِ ''در'' سے کیا جائے گا۔

7۔ اور مفعول معہ:

اس کا ترجمہ لفظ ''با'' سے کیا جائے گا۔

www.rahnuma.org

جیسے: ''استوی الماء و الخشبة'' (پانی لکڑی کے برابر ہوگیا)

(اس کا فارسی ترجمہ ہوگا:) ''برابر شد آب باچوب''

8۔ حال:

(الف) اگر مفرد کلمہ ہو تو اس کا ترجمہ کرنے کے لیے ایسے لفظ کا استعمال کرنا ہوگا، جو حال کے معنی کے لیے وضع کیا گیا ہو۔ جیسے ''جئتُ راکبًا'' (میں سوار ہوکر آیا)

(اس کا فارسی ترجمہ ہوگا:) ''سوار آمدم''

(ب) اگر جملہ ہو اور وہ ذوالحال کے فعل پر مشتمل ہو تو اس کے ترجمے کے لیے لفظِ ''کردہ'' اور ''کناں'' یا اس جیسے الفاظ استعمال کیے جائیں گے۔

جیسے: ''جاء زید یتبختر فی مشیه''

(زید اس حالت میں آیا کہ اُس کے چلنے میں بڑا تکبر تھا)

(اس کا فارسی ترجمہ ہوگا:) ''زید آمد تبختر کناں در رفتارِ خودؔ''

(ج) اور اگر ایسا جملہ ہو کہ جو ذوالحال کے فعل کے علاوہ کسی اور فعل پر مشتمل ہو تو ایسی صورت میں مجبور ہوکر لفظ ''حال آں کہ'' کا اضافہ کرکے اس کا ترجمہ کیا جائے گا۔ اگرچہ فارسی زبان میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

عربی زبان میں ''حال'' مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے:

(الف) کبھی تاکید کے معنی میں آتا ہے۔

جیسے: ''جاء نی ابوک عطوفا'' (تیرا باپ میرے پاس مہربان ہوکر آیا)

(ب) کبھی تہیّاء (مہیا کیے جانے کی حالت بیان کرنے) کے معنی میں آتا ہے۔

جیسے: '' فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ۝ ''(13) (ہمیشہ رہنے کے لیے اس میں داخل ہوجاؤ)

(ج) کبھی قصد وارادہ کے معنی میں آتا ہے۔

جیسے: ''جئت اشکر اللّٰه'' (میں اس لیے آیا کہ میں اللہ کا شکر ادا کروں)

فارسی زبان میں ''حال'' ان معنوں کے لیے استعمال نہیں کیا جاتا۔

9۔ تمیز:

(الف) اگر ''عدد'' یا ''وزن'' یا ''پیمانہ'' یا ''مساحت'' (پیمائش) کے لیے ہو تو فارسی ترجمے میں بھی ایسے ہی تمیز کا صیغہ استعمال کریں گے یا اس کو اضافت کے ذریعے ظاہر کریں گے یا لفظ ''از'' کے ذریعے اس کا اظہار کریں گے۔

www.rahimia.org

جیسے: ''بست مرد'' (بیس آدمی)

''یک رِطل گندم'' (گندم کا ایک رطل (وزن)

''یک صاع از جو'' (جو کا ایک صاع (پیمانہ)

(ب) اگر ''اسم اشارہ'' ہو تو لفظ ''صفت'' کے ساتھ اس کا ترجمہ کیا جائے گا۔

جیسے: ''مَاذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِھٰذَا مَثَلًا'' (14) (کیا مطلب تھا اللہ کا اس مثال سے)

(اس کا فارسی ترجمہ یہ ہوگا:) ''چہ چیز ارادہ کردہ است خدا با ایں مثل''

(ج) اگر ''نسبت'' ہو تو فاعل یا مفعول کو تبدیل کر کے یا لفظ ''از روئے'' یا لفظ ''از جہت'' یا لفظ ''باعتبار'' کا اضافہ کر کے ترجمہ کیا جائے گا۔

جیسے: ''زیدٌ حسن دارا'' (زید گھر کے حوالے سے خوب صورت ہے)

(فارسی میں اس کا ترجمہ ہوگا:) ''زید نیک است از روئے خانہ'' و ''باعتبارِ خانہ''

(د) کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فارسی زبان میں ایک خاص قسم کا تصرف کر کے دو کلموں کو ایک کلمہ بنا دیا جاتا ہے۔ اور اس سے تمیز کا مفہوم ادا کیا جاتا ہے۔

جیسے: ''ضاق قلبًا'' (اُس کا دل تنگ ہو گیا)

(اس کا فارسی ترجمہ ہوگا:) ''تنگ دل شدہ''

''ھو قاسٰی قلبًا'' (وہ بڑا سخت دل ہے)

(اس کا فارسی ترجمہ ہوگا:) ''وی سخت دل است''

10۔ کبھی عربی میں مفعول بغیر حرفِ جر کے واسطے سے ہوتا ہے۔ اور فارسی زبان میں حرفِ جر کا واسطہ ضروری ہوتا ہے۔

جیسے: ''فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ'' (15) (سو اَب کافی ہے تیری طرف سے اُن کو اللہ)

(اس کا فارسی ترجمہ ہوگا:) ''کفایت خواہد کرد ترا خدا از شر ایشاں''،

جیسے: ''وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا'' (16) (اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے)

(اس کا فارسی ترجمہ ہوگا:) ''و گفتند: ''فرزند گرفت خدا''

جیسے: ''أعطيت زيدًا درهماً'' (میں نے زید کو ایک درہم عطا کیا)

(اس کا فارسی ترجمہ ہوگا:) ''درہم دادم زید را''۔

جیسے: ''کان زيدٌ قائماً'' (زید کھڑا تھا)

(اس کا فارسی ترجمہ ہوگا:) ''زید قائم بود'' اور ''زید قائم است''۔ (17)

جیسے: ''جعلت زیدًا عبدی'' (میں نے زید کو اپنا غلام بنایا)

(اس کا فارسی ترجمہ ہوگا:) ''زید را بندۂ خود ساختم''۔

ان تمام صورتوں میں ترجمے کے اسلوب کے لحاظ سے تقدیم و تاخیر اختیار کی گئی ہے۔

11۔ کبھی جملے کو ''مصدر'' کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اور مفرد مصدر کے طور پر اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی کبھی مفرد مصدر کی تعبیر و تفسیر ایسے جملے سی کی جاتی ہے، جسے ''أن مصدریه'' کے ذریعے جملہ بنایا گیا ہو۔

12۔ اسی طرح اگر اسم موصول اپنے صلے کے ساتھ ملا کر ایک جملہ ہو تو اس کی تفسیر مفرد کلمے کے ساتھ کی جاتی ہے۔ اور اگر وہ مفرد کلمے کی شکل میں ہو، تو اس کی تفسیر جملے کی صورت میں کی جاسکتی ہے۔

جیسے: ''وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ'' (18) (اور اس مسلمان نے کہا)

(فارسی ترجمہ:) ''گفت آں مسلمان''

جیسے: ''وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا'' (19) (مسلمانوں)

(فارسی ترجمہ:) ''مسلماناں''

جیسے: ''الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ'' (20) (اہل کتاب)

(فارسی ترجمہ:) ''اہل کتاب''۔

یہ اس صورت میں ہے کہ جب کہ معنی واضح ہوں۔

اور جیسے: ''قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝''۔ (21)

(ایمان والے کامیاب ہو گئے۔ جو اپنی نماز میں خشوع و خضوع اختیار کرتے ہیں)

(اس کا فارسی ترجمہ ہوگا:) ''ہر آئینہ رستگار شدند آں مسلماناں کہ ایشاں در نماز خویش خشوع کنند گانند''۔

یعنی اگر اسم موصول کسی اسم کی صفت واقع ہو تو لفظِ ''آں'' کو اس موصوف پر مقدم کیا جائے گا۔ (جیسا کہ اوپر کی مثال میں ''آں مسلماناں'' کی صورت میں کیا گیا ہے۔)

13۔ جب معمول کو مقدم کر کے معنی میں تخصیص پیدا کی جائے تو فارسی زبان میں ایسی تخصیص پیدا کرنے کے لیے لفظِ ''آں'' کا استعمال کیا جاتا ہے۔

اور تخصیص کی علامت جب معمول کو مقدم کرنے سے حاصل ہوتی ہو، تو فارسی میں بھی اس کو مقدم کیا جائے گا۔

14۔ (ضمائر:) ''کم''، ''هم''، ''هو'' اور ''إيّاه'' کا ترجمہ بعض مواقع میں خود انھی ضمائر سے تعبیر کیا جائے گا۔

فارسی میں کہا جائے گا: ''شما راست گوئید'' (آپ تمام لوگ سچ بولنے والے ہیں)

یا ''ایشاں اندر راست گو'' (وہ تمام سچ بولنے والے ہیں)

اس کی ضرورت نہیں کہ یہ کہا جائے: ''ایشاں اندر است گویاں'' (یعنی ''ایشاں'' کے بعد ''راست گویاں'' کو جمع لانا ضروری نہیں۔)

15۔ اگر (ایسا موقع تھا کہ مضمر لانا چاہیے تھا، لیکن) مضمر کی جگہ اسم ظاہر استعمال کیا گیا، تو رَبط باقی رکھنے کے لیے وہاں لفظِ ''آں'' زیادہ کیا جائے گا۔

16۔ فارسی میں قاعدہ ہے کہ جمع کی علامت کو فعل کے ساتھ ملا کر لاتے ہیں۔ اگرچہ فاعل ظاہر ہی کیوں نہ ہو۔ جیسے: ''قام ھولاء'' (وہ لوگ کھڑے ہیں)

(فارسی ترجمہ:) ''ایستادند ایشاں''

17۔ ''واؤ'' اور ''فا'' بسا اوقات زائد ہوتے ہیں۔ اور بسا اوقات عطف کے ترجمے کے بغیر جملہ مربوط ہو جاتا ہے۔ اور ترجمہ درست ہوتا ہے۔ اس صورت میں اگر ترجمے میں رکاکت (غیر فصاحت) پیدا ہو رہی ہو تو اس ''واؤ'' یا ''فا'' کا ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

الغرض فنِ ترجمہ کی باریکیاں بہت ہیں۔ یہاں مقصود صرف چند مثالوں کا تذکرہ ہے۔

حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل، و لاحول و لا قوّۃ إلّا باللّٰہ العلیّ العظیم.

(ترقیمۂ کاتب کا ترجمہ)

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ اور اسی کا انعام ہے کہ اس متبرک رسالے کی تکمیل ہوئی۔ جس کا نام ''المقدمہ فی قوانین الترجمہ'' ہے۔ بتاریخ 13 / ماہِ محرم 1232ھ (دسمبر 1816ء) اس کمزور، گناہ گار بندے کے ہاتھ پر، جس کا نام سید ابراہیم نصیر آبادی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی اور اس کے معزز آبا وَ اجداد کی حالت کو درست کرے۔ اور انھیں جنت الفردوس میں داخل کرے۔ اے اللہ! ان کو معاف فرما اور اس رسالے کے کاتب اور اس کے پڑھنے والوں کے گناہوں کو بھی معاف فرما۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی تعریف کے ساتھ۔

حوالہ جات وحواشی

1۔ اس قانون کی وضاحت یہ ہے کہ بعض اوقات ایک زبان میں ایک ایسا استعارہ استعمال کیا جاتا ہے کہ جس میں لازم سے ملزوم کی طرف ذہن منتقل کیا جاتا ہے۔ مثلاً عربی زبان میں ''فلان عظیم الرماد'' کا جملہ بولا جاتا ہے۔ اس میں لفظ ''عظیم الرماد'' بول کر سخاوت مراد لی جاتی ہے۔ اس لیے کہ ''عظیم الرماد'' کا لفظی مفہوم ''بہت زیادہ راکھ والا'' ہے۔ عربوں کے ہاں جب کوئی آدمی زیادہ مہمانوں کے لیے کثرت سے کھانا تیار کراتا تھا، تو جتنے زیادہ کھانے پکائے جاتے تھے، اُتنی ہی زیادہ لکڑیاں جلائی جاتی تھیں۔ اور اس سے اتنی ہی زیادہ راکھ بنتی تھی۔ اس طرح راکھ کی کثرت مہمانوں کی مہمان نوازی اور سخاوت

پر دلالت کرتی تھی۔ اس تناظر میں ''سخاوت'' اور ''عظیم الرماد'' کے درمیان لازم وملزوم کا تعلق پیدا ہوگیا۔ اس لزوم کے لیے صرف لفظ ''عظیم الرماد'' استعمال کیا جانے لگا۔ چناں چہ ایسے استعارے میں سخاوت کے مفہوم کے لیے ''عظیم الرماد'' کی جگہ کسی اور لفظ کا استعمال عربی میں صحیح نہیں ہے۔ لفظ ''عظیم الرماد'' کا استعمال سخاوت کے لیے صحیح ہے۔ جب کہ فارسی زبان میں ''عظیم الرماد'' کا ترجمہ ''بزرگ خاکستر'' ہے۔ جسے کسی طرح بھی سخاوت کے معنی کے لیے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔

2۔ جِرو: اس کی جمع ''جِرأ'' اور ''أجر'' آتی ہے۔ اور جمع الجمع ''اجریه'' ہے۔ ہر چھوٹی چیز کو کہتے ہیں، یہاں تک کہ چھوٹا انار اور چھوٹا خربوزہ۔ لیکن عام طور پر اس کا استعمال کُتے اور شیر کے چھوٹے بچے پر ہوتا ہے۔ (دیکھیے! المنجد فی اللغة۔ ص:88)

3۔ قِثّاء: دریائی کیکڑوں میں سے دریائی جانوروں کی ایک جنس ہے۔ اس کی بہت سی قسمیں ہیں۔ تمام اقسام میں ان کے جسم ستواں اور لمبائی میں گول مٹول اور اطراف سے پچکے ہوئے اور گردن گھٹی ہوئی ہوتی ہے۔ (دیکھیے! لاروس۔ ص:935۔ طبع: بیروت)

4۔ امامِ بخاری نے اسے حضرت ابوبکرہؓ سے روایت کیا ہے۔ (دیکھیے! صحیح بخاری. باب الخطبة أيام المنىٰ. حديث نمبر: 1741. ص: 348. طبع: بیروت)

5. سورۃ الکافرون: آیت 01.

6. سورۃ الانفال: آیت 38.

7. سورۃ حجرات: آیت 12.

8. آلِ عمران: آیت 22.

9. سورۃ النمل: آیت 19.

10. سورۃ الذاریات: آیت 01.

11. سورۃ الصافات: آیت 01.

12۔ قوسین کی عبارت ''نسخہ نصیر آبادی'' میں ہے؛ دوسرے نسخے میں نہیں ہے۔

13. سورۃ الزمر: آیت 73.

14. سورۃ المدثر: آیت31.

15. سورۃ البقرہ: آیت 137.

16. سورۃ البقرہ: آیت 116.

17۔ ''مقدمہ فتح الرحمٰن'' میں ''زید ایستادہ است'' کا جملہ ہے۔ (دیکھیے! مقدمہ فتح الرحمٰن۔ ص: و۔ طبع: تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور)

18. سورۃ المؤمن: آیت 30.

19. سورۃ المؤمن: آیت 51.

20. سورۃ البقرہ: آیت 101.

21. سورۃ المؤمنون: آیت 2-1.

www.rahimia.org

مطالعۂ قرآنیات

المقدمہ فی قوانین الترجمہ

(اصل فارسی متن)

تالیف

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ

تحقیق وعناوین: مفتی عبدالخالق آزاد

www.rahimia.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰه واهب العطيات، مُلْهِم الحِكَم و المُنجيات، والصّلوٰة والسّلام الأتمّان على سيّد البشر، معلّم أهل المدر والوبر، مُبيّن الكتاب بفصل الخطاب. وعلىٰ آلهٖ و أصحابه أجمعين.

أما بعد! فيقول الفقير لرحمة اللّٰه الكريم، ولى اللّٰه بن عبد الرحيم: این رسالہ ایست در قواعدِ ترجمہ مسماۃ ب''المقدمه فى قوانين الترجمه'' کہ وقتِ تسوید ترجمۂ قرآن قلم بضبطِ آں جاری شد۔

واللّٰه الهادى إلى الحقّ !

فصل (طرقِ اربعہ در ترجمہ نویسی)

مترجمین در ترجمہ نویسی طُرقِ مختلفہ دارند:

(طریق اوّل: ترجمہ تحت اللفظ)

[1] بعضے زیرِ ہر کلمہ ترجمۂ آں نویسند، و انتقال کنند بکلمۂ دیگر، و ترجمۂ آں نیز نویسند، وعلیٰ ہذا القیاس کردہ میروند، تا آں کلام آخر شود۔

وآں را ''ترجمۂ تحت اللفظ'' گویند۔

(طریق ثانی: بیان حاصل معنی)

(2) و جمعے کلامِ تامّ را تامّل کنند، وتقدیم وتاخیر درمجاز و کنایہ بشناسند، ومعنیِ آں در ذہن خود محصّل نمایند۔ پس بہر لغتے کہ خواہند، آں معنیِ محصّل را ادا نمایند۔

واین را ''بیانِ حاصل المعنیٰ'' گویند۔

(خلل طریق اول)

در طریق اول خللے ہست، زیرا کہ بسیار است کہ نظم ترجمہ مختل شود، وترکیبے پیدا آید کہ درلغت ترجمہ آں را صحت نباشد۔ ولااقل رکاکت وتعقید وارتکاب لغتِ قلیلہ لازم شود۔

وسبب آں اختلافِ لغات است:

(الف) در تقدیم بعض اجزائے کلام بر بعض۔

(ب) و در تالیفِ کلمات واستعمالِ کنایات واطلاقِ صلات۔

(ج) در بعضِ لغات انتقال از لازم بملزومِ آں۔ واستعارۂ لفظے بجائے لفظے صحیح نباشد۔ (1)

و در لغتِ دیگر اصلاً صحیح نبود۔

در عربی گویند ''فلان عظیم الرّماد'' وازاں لفظ بسخاوت انتقال کنند۔ واگر در فارسی گویند ''فلاں بزرگ خاکسترست'' فارسیاں بآں معنی انتقال نہ نمایند۔

(د) و در لغت عربیہ گاہے خصوصیتے ملحوظ باشد کہ در (لغتِ) فارسیہ کلمہ بآں خصوصیتے یافتہ نشود۔

مانند: رُغاء الإبل، و خُوار البقر، و صهال الفرس، و نواح الكبش، و يعار المَعز، و نهيق الحِمار، و نُباح الكلب، و هدير الحمّام۔

و مانند: جِروُ الكلب، (2) و جِروُ القِثّاء، (3) و شِبلُ الأسد، و فصيل الإبل، و جَديُ البقر، و عَناق الشّاة۔

درلغت فارسیہ لفظے کہ بازاءِ ایں خصوصیات مستعمل باشد، بے تکلف یافتہ نے شود۔

(ہ) وہم چنیں درصلۂ افعال اختلاف بسیار واقع است۔

إلٰى غير ذالک ممّا لايخفٰى على المتفطّن اللّبيب۔

(خلل طریق ثانی)

و در طریقِ ثانی نیز خللے ہست:

1۔ بسا است کہ کلام محتمل دو وجہ باشد۔ مترجم متفطّن نشود مگر بوجہے کہ مرادِ متکلم نیست۔

www.rahimia.org

2۔ واگر حقیقتِ امر پرُسی اکثر تحریف در کتبِ سابقہ اَزیں سبب راہ یافت۔ پس لازم در ترجمۂ کلامِ الٰہی بقائے آں نظم است۔ تا اگر مترجم را در بعض مواضع لغزشے پدید آمدہ باشد، مِن بعد کسے تدارُک آں نماید، "فرُبّ مبلّغ أوعٰی لہٗ من سامعٍ". (4)

3۔ و در توجیہ مواضع مشکلہ و تاویل متشابہات و امثالِ آں علماء مذاہب مختلفہ دارند۔ واگر بنظرِ تحقیق بنگری ایں ہمہ (5) مذاہب اصل شرع نیست، بلکہ نوعے از موشگافے است در شرع باستعانتِ عقل۔ پس اگر ہر یکے حسبِ فہم خود تاویل مے کرد، وآں نظم باقی نمی ماند؛ اصل شرع گم مے شود۔

4۔ نیز چوں قرآن بلغتِ عرب نازل شدہ، وآں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ لغتِ عرب سُخن فرمودند، اُمرِ اُمّت بدوں معرفتِ لغتِ عرب مستقیم نشود۔ پس برامتِ مرحومہ معرفتِ لغتِ عرب واجب بالکفایہ شد۔ و ہر کسے را معرفتِ آں مسنون و مندوب۔ آں کہ بہ لغتِ عربی آشنا نیست، باعتبارِ معرفتِ دینِ محمدی اُورا در عدادِ زندگانی نتواں شمرد۔ و در حساب مردماں نتواں آوُرد؛ ملحق بجماد است، و داخل در عدادِ اموات؛ و عجزے برخود لازم کردہ است کہ شرع آں را مرحوم نہ کرد؛ و ہوائے برخود تجویز نمودہ است کہ شرع آں را سربلند نہ ساخت۔ ولہٰذا در تلاوتِ قرآن و ذکرِ خدا تعالیٰ و خطبۂ عید و جمعہ لغتِ فارسیہ جائز نداشتند۔ ہر چند مقصود ازیں تدبر و اِتعاظ است، نہ خصوصیتِ الفاظ۔

5۔ پس مقصودِ اہم از ترجمۂ قرآن عظیم آں است کہ خوانندہ را تدبّرے حاصل شود در معرفتِ نظمِ قرآن، و ملکہ بدست آید از خوض در عبارتِ آں، وایں معنی در ''بیان حاصل المعنیٰ'' مفقود است۔

(طریق ثالث: جمع در ''ترجمہ تحت اللفظ'' و ''تقریرِ حاصل معنیٰ'')

[3] قومے چوں خلل در ہر دو وجہ ملاحظہ نمودند، جمع کردند در ''ترجمۂ تحت اللفظ'' و ''تقریرِ حاصل معنیٰ''، تا اگر تعقید و رکاکتے در ''(ترجمہ) تحت اللفظ'' حاصل شدہ باشد، متدارک گردد بکلامِ دیگر، کہ تقریرِ مدعا نماید بغیر تعقید و رکاکت۔ واگر در تقریرِ معنی باختیارِ احد الوجہین یا بتاویل متشابہ خلل راہ یافتہ باشد باطلاق ''تحت اللفظ'' علاج آں کردہ۔

(خلل طریق ثالث)

وایں طریق (ثالث) نیز بر مذاقِ اصحاب ذوقِ سلیم بشناعتے دارد:

1۔ تشویش مبتدی را مے دہد۔

2۔ ومنتہی را بکار نمے آید۔

3۔ وتطویل لازمش مے شود۔

www.rahimia.org

4۔ وسخن از نسق طبیعی خود برے آید۔

5۔ واگر نیک بشگافے منشاء آں عجز است، وجہل از رسمِ تکلمِ ہر دولغت۔

(طریق رابع و جامعیتِ آں)

(4) ایں فقیر چوں بریں طرقِ ثلاثہ مطلع شد، وخللے کہ درمیان آنہا است ملاحظہ نمود، حریص شد براختراعِ طریقِ رابع کہ:

(الف) جامع باشد میانِ منافعِ طُرقِ ثلاثہ، وخالی بود از خلل آنہا۔

(ب) ''ترجمہ تحت اللفظ'' بیک دست گرفت، وخللہا را یاد داشت، وتصرف درفنونِ آں منظورِ نظر نمود۔

(ج) و''بیانِ حاصل معنی'' را بدستِ دیگر گرفت، ومواضعِ صعوبتِ فہمِ مراد وطریق مخلص از آنہا بسہولت اُو را ضبط کرد۔

(خصوصیات طریقِ رابع)

1۔ پس نخست بترجمہ تحت اللفظ مقید شد بہماں نظم کہ درقرآن مذکور است۔

2۔ واختلاف صلاتِ فعل را برخود ہموار نمود۔

3۔ ودرآں جا کہ تعقید ورکاکت آں ترجمۂ فارسیہ لازم آمد، یا درلغت عربیہ ترکیبے واقع شدہ است کہ نظیرِ آں درلغتِ فارسیہ یافتہ نمے شود۔ حرفِ مساوی آں از حروفِ عرب بجائے اُو اِقامت نمودہ، ترجمۂ آں نوشت۔

مثلاً اسم فاعل برائے استقبال باشد، حرفِ مساویٔ اُوفعل مستقبل معلوم است۔ و اسم مفعول کہ برائے استقبال باشد، حرفِ مساویٔ اُوفعل مستقبل مجہول است۔

مثلاً: (آیاتِ قرآنیہ) ''قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ'' (6) ''قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا'' (7) و(جملہ عربیہ) ''قل لّمن کفر'' حروفِ متساویہ است۔ و(آیتِ قرآنی) ''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا'' (8) و(جملہ ہائے عربیہ) ''یا أیھا المؤمنون''، و''یا ھٰؤلاء المؤمنین'' دریک حساب است۔ و(آیتِ قرآنی) وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (9) و(جملہ عربی) ''وما لھم من ناصر'' بیک نسق است۔ زیرا کہ مراد از ''نّٰصِرِيْنَ'' ایں جا عموم جموع مراد نیست، بلکہ اِفراد است۔

لہٰذا:

(الف) دردینِ ما رُخصت حاصل شد درقرأت قرآن بہفت حرف۔

(ب) وصحابہ تفسیر لفظی بحرفِ موافق تجویز نمودند۔

www.rahimia.org

4۔ و ملاحظۂ:

(الف) تقديم ماحقّه التقديم.

(ب) و تاخير ماحقّه التاخير.

(ج) و اظهارِ مقدّر.

(د) و تركِ مُقحَم.

(ه) و تبيينِ نحو.

از دست ندادند۔

5۔ اگر صعوبتِ فہم مراد لازم آمد، مہما اُمکن قصد نمود کہ:

(الف) بادنیٰ تصرفے از تقدیم و تاخیر،

(ب) و زیادۃِ حرفے،

(ج) یا اظہارِ مقدرے،

(د) یا اعادۂ عامل بر سر معطوف،

(ہ) یا باظہار مضمرے،

(و) و اضمار مظہرے،

آں صعوبت را حل نمود۔

6۔ و اگر طبیعتِ کلام ازیں تصرف اِباء مے کند، بعد ادائے ''ترجمۂ لفظ'' ''حاصل معنیٰ'' را بلفظ ''یعنی'' یا ''مراد آنست'' معلم نمودہ مذکور کرد۔

7۔ و اگر ذکرِ قیدے، یا مجمل کلامے، یا حل کنایتے، یا کشف تعریضے، یا تسمیۂ مبہمے، ضرور است، آں را نیز بلفظ ''یعنی'' یا ''مراد آنست'' معلم نمود۔

خوانندۂ سعادت مند را باید کہ بعد ذکر آں چہ در حیزِ ''یعنی'' واقع است، اعادہ کند کلمۂ سابق را، تا کلام مربوط نماید۔

(مواضع اختلافِ لغتین: عربی و فارسی)

بالجملہ مواضع اختلافِ لغتین بسیار است:

1۔ ازاں جملہ آں کہ:

رسمِ عرب است کہ نخست معنیٰ را بنوعے از اجمال و اختصار بیان کنند۔ بعد ازاں تفصیل و تبیینِ آں کنند۔ و

ایں تفصیل بعد اجمال پیش ایشاں لذتے دارد کہ در ذکرِ کلامِ اوّل بنہج تفصیل یافتہ نشود۔

مثلاً گویند: ''ضربتُ زیداً رأسہ''، ''حسن زید دارًا''، ''ان أحد استجارک''، ''زیداً ضربتُہٗ'' ۔پس در ''ضربت زیداً رأسہٗ''، و ''سلبت زیداً ثوبہٗ'' مبادرت کنند باثبات حکم زیدرا، و درحقیقت ثبوتِ حکم زید را بہ ''حال'' متعلق باشد، پس عود کنند، و تدارُک آں تسامح نمایند۔

وہم چنیں حسن زید را اثبات کردند، وبحقیقت حسن زید ثابت است بواسطۂ متعلق اُو، پس عود کردند وآں را درصورۃِ ''تمیز'' (داراً) تدارک نمودند۔ ولہٰذا گفتہ اند کہ تمیز از نسبت محول است از فاعل یا مفعول۔

ودر ''إنْ احد'' اضمار نمودند ''استجار'' را۔ ودر ''زیدًا ضربتہٗ'' اضمار نمودند ''ضربتہٗ'' را۔ بعد ازاں تدارُک خللے کہ در اضمار حاصل شدہ بود بتقدیم رسانیدہ اند۔

وایں تصرف در زبان عجم مالوف نیست۔

2۔ وازاں جملہ آں کہ:

عرب قصد کنند بجملہ، وآں را تغیرے دہند، واز سنن طبیعی معدول نمایند۔

چناں کہ ''وعداللّٰہ'' و ''سبّح اللّٰہ'' و ''سقاک اللّٰہ'' بود۔ دروے تصرفے کردند، بجائے فعل را مصدر اِقامت نمودند، وآں را بمعمولِ فعل خواہ فاعل باشد، خواہ مفعول، خواہ بواسطۂ حرفِ جر، خواہ بواسطۂ مضاف نمودند۔ پس گفتند: ''وعداللّٰہ حقًا'' و ''سبحان اللّٰہ'' و ''سقیا لک''.

وزبانِ عجم بنظر ایں تصرف آشنا نیست۔

3۔ وازاں جملہ آں است کہ:

''منکّر'' را درصورتِ معرّف گویند۔ ومفکوک من الإضافۃ را درصورتِ مضاف برائے حصولِ تخفیف در لفظ، وغرض ایشاں ہماں معنی اصلی بود۔

4۔ وازاں جملہ آں است کہ:

خواہند کہ یک مضمون را دوبار عرضہ دہند، بنوعے از سہولت ادا۔ پس آں تکرار را از اول منعوت سازند۔

گویند: ''ہو أعلمہم علمًا''، و ''أحلمہم حلمًا''، و ''زید أبوک عطوفًا''، و ''فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا'' (10) و ''قام قائمًا''، ''وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۝١'' (11) ''وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۝١'' ۔ (12)

وایں چیزہا در (لغتِ) عجم مستعمل نیست۔

5۔ وازاں جملہ آں است کہ:

قصد کنند بجملۂ تامہ، وصورت آں را تغیّر دہند، بتسلیط فعلے یا حرفے براجزائے آں جملہ۔

گویند: ''ماکان زید لیفعل ہذا''، و ''إنما ضرب زید''، و ''ظننت زیدًا قائمًا''.

و در فارسی آں عامل را بر اجزائے جملہ مسلط نہ کنند، و از وی جدا تقریر کنند۔

گویند: ''دانستم کہ زید قائم است'' نگویند: ''دانستم زید را ایستادہ''

و ''جزیں نبود کہ زید زد'' و ''ہرگز نیست کہ زید چنیں کند''۔

6۔ وازاں جملہ کہ:

درعربی گویند: ''قام زید'' و در فارسی گویند: ''زید ایستادہ''۔ و اگر گویند: ''ایستادہ زید'' رکیک باشد۔

7۔ وازاں جملہ آں است کہ:

در فارسی حکایتِ حالِ ماضی بداخل کردن حرفِ ''مے'' بر ماضی متحقق شود۔ گویند: ''مے کرد'' و ''مے زد''۔

و در عربی بدونِ استعارۂ ''کان'' راست نیاید ''کان یفعل''۔

8۔ وازاں جملہ آں است کہ:

(الف) فعل مضارع درعربی خبرے تواند واقع شد۔ از ''جعل'' و ''کاد'' ومثالِ آں۔

بخلافِ زبانِ عجم۔

(ب) وہم چنیں درعربی جملہ خبر اسمے واقع شود۔ گویند: زید قام أبوہ.

و در فارسی بدونِ تکلف راست نیاید۔

بالجملہ: مواقع اختلافِ لغتیں (عربی و فارسی) بسیار است، و مترجم دریں صورت مضطر است، با قامت حرفے مقام حرفے۔ و الضرورات تبیح المحظورات۔

[وآں کہ گفتہ ایم تبیین نحو از دست نہ رفت۔ کلمہ است جملہ، بسطے مے طلبد، اندکے خاطر را بآں متوجہ باید ساخت۔] (13)

فصل: (استعمالاتِ الفاظ و تراکیبِ فارسی)

[1] لفظ ''است'' علامتِ ربطے است، کہ درمیان حاشیتین جملہ ہا اسمیہ وظرفیہ باشد۔

''زید قائم است''، ''زید کجا است''۔

[2] و علامتِ اسنادِ فعل بفاعل، تقدیم فاعل و متصل آوردن فعل۔ ''زید ایستاد''۔ و عند الضرورت ''ایستادِ زید'' مے تواں گفت۔

[3] و مفعول بہ نائب مناب فاعل باشد یا نہ، بحرف ''را'' مقرون مے شود۔ ''زدم زید را'' و ''زدہ شد زید را''۔ و بنوعے از تسامح مے تواں گفت: ''زید زدہ شد''۔ اگر قرینہ قائم باشد حذف ''را'' جائز است۔

[4] و مفعولِ مطلق:

www.rahmia.org

(الف) اگر برائے ''عدد'' باشد ''بیک بار کردن''، و ''دو بار کردن'' مے تواں تقریر کرد۔

(ب) و اگر برائے ''نوع'' باشد ''یک نوع کردن'' و ''یک طور کردن''۔

(ج) و اگر غیر مصدر بجائے مصدر قائم کردہ باشند۔ گویند: ''ضربت سوطًا'' ''زدم یک چابک''۔

(د) و اگر از غیر لفظِ فعل باشد، ''قرأت سردًا'' ''خواندم بطریق پے در پے خواندن''۔

(ہ) و اگر برائے مجرد تاکید باشد، یا از قبیل ''سبحان الله''، ''و عد الله'' از قبیل اختلافِ لغتیں است، بدون تکلف و ارجاع بحرفِ دیگر میسر نہ شود۔

[5] و اگر مفعول لہ:

(الف) بمعنی ''غرض'' باشد بلفظ ''برائے'' یا بلفظ ''تا'' وتصویرِ مصدر بصورتِ جملہ۔

''ضربتهُ تأديبًا'' ''زدمش برائے دادن ادب'' یا ''تا ادب دہم''۔

(ب) و اگر بمعنی ''حال'' باشد بلفظِ ''بعلت'' و ''بحکم'' و بمقتضائے امثالِ آں۔

''قعد جُبنًا'' ''نشست بعلتِ نامردی''۔

(ج) و اگر بمعنی ''احتراز'' باشد، بلفظِ ''احتراز'' و ''برائے احتیاط'' و امثالِ آں۔

''ضربته أن يقول النّاس ما ضربته'' ''زدمش برائے اجتناب ازاں کہ گویند نہ زدمش''۔

[6] ومفعول فیہ:

بلفظِ ''در'' و ''مکان'' باشد یا ''زمان''۔

[7] ومفعول معہ:

بلفظ ''با'' ''إستوى الماء والخشبة'' ''برابر شد آب با چوب''۔

[8] وحال:

(الف) اگر کلمہ مفرد باشد باشتقاقِ لفظے کہ موضوع برائے حال باشد، ''جئتُ راكبًا'' ''سوار آمدم''۔

(ب) و اگر جملہ ملتئمہ از فعلِ ذی الحال باشد بایصال لفظ ''کردہ'' و ''کناں'' و مثلِ آں۔

''جاء زيد يتبختر في مشيه'' ''زید آمد تبختر کناں در رفتارِ خود''۔

(ج) و اگر جملہ ملتمئہ از فعلِ غیرِ ذی الحال باشد، ناچار لفظِ ''حال آں کہ'' زیادہ کردہ شود۔ و ہر چند اصل لغتِ فارسیہ نیست۔

''حال'' در زبانِ عربی بمعانی شتّٰی آید:

(الف) گاہے مؤکد باشد ''جاء ني أبوك عطوفًا''۔

(ب) و گاہے بہ معنیٰ ''تهيًا'' ''فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ'' (14)

(ج) وگاہے بمعنی ''قصد'' آید ''جئت اشکر اللّٰہ''۔

ودرفارسی ایں معانی مستعمل نیست۔

[9] تمیز:

(الف) اگراز ''عددے'' یا ''وزنے'' یا ''پیمانہ'' یا ''مساحتے'' باشد بصیغۂ تمیز، یا باضافت، یا لفظ، ''از'' بیان کردہ شد: ''بست مرد''، ''یک رطل گندم''، ''یک صاع از جو''۔

(ب) واگراز ''اسم اشارہ'' بلفظِ صفت ''مَاذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِھٰذَا مَثَلًا'' (15)

''چہ چیز ارادہ کردہ است، خدا ازیں مثال''۔

(ج) واگراز ''نسبت'' باشد بتحویلِ فاعل یا مفعول کردہ شد، یا ''ازروئے'' و ''از جہت''، و ''باعتبار'' فزودہ آمد، ''زید حسن داراً'' ''زید نیک است از روئے خانہ'' و ''باعتبار خانہ''۔

(د) وگاہے درفارسی مضمون تمیز را بنوعے از تصرف کہ دوکلمہ را یک کلمہ ساختن است ادا کردہ شود۔

''ضاق قلباً'' ''تنگ دل شد'' ''ھو قاسیٌ قلبًا'' ''وے سخت دل است''۔

[10] وگاہے درعربی مفعول بغیر توسط حرفِ جر باشد۔ ودرفارسی توسط حرف جر لازم شود:

(مثل) فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ (16) ''کفایت خواہد کرد ترا خدا از شر ایشاں''،

ومثل: ''وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا'' (17) ''وگفتند: ''فرزند گرفت خدا''

ومثل ''أعطيت زيدًا درهماً'' ''درہم دادم زید را''۔

ومثل ''كان زيدٌ قائماً'' ''زید قائم بود''، و ''زید قائم است''۔ (18)

و ''جعلت زيدًا عبدي'' ''زید را بندۂ خود ساختم''۔

ودرایں صورت ہا تقدیم وتاخیر را برخود ہموار باید ساخت۔

[11] وگاہے جملہ را بتاویل مصدر ساختہ باشند بمصدرِ مفرد تقریر کردن تواں کرد۔

ومصدر مفرد را بجملۂ مُصَدَّرَہ بہ ''اَن مصدريه'' تعبیر تواں نمود۔

[12] وہم چنیں موصول باصلہ اش کلمۂ مفردہ، وبالعکس۔

''وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ'' (19) ''گفت آں مسلمان''،

''وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا'' (20) ''مسلماناں''

''الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ'' (21) ''اہل کتاب''۔

وایں دراں صورت است کہ معنی واضح باشد۔

ومثل: ''قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ''۔ (22)

www.ranmia.org

''ہر آئینہ رستگار شدند آں مسلماناں کہ ایشاں در نماز خویش خشوع کنندگانند''۔

یعنی اگر موصول صفت اسمے واقع شدہ، تقدیم لفظ ''آں'' بر آں موصوف کردہ شد۔

[13] وعلامت تخصیصے کہ از تقدیم معمول مستفاد مےشود۔ در فارسی نیز تقدیم آں است۔

[14] "کم" و"هم" و"هو" و"إيّاه" در بعض مواضع بخود تعبیر کردہ مےشود۔ و در فارسی مےتواں گفت: ''شما راست گوید'' یا ''ایشاں اَندر راست گو'' احتیاج آں نیست کہ گویند: ''ایشاں اند راست گویاں''۔

[15] و اگر مظہر را موضوع مضمر وضع کردہ باشند، لفظ ''آں'' زائد کردہ شد، تا مربوط باشد۔

[16] در فارسی علامتِ جمع بفعل ملحق کنند۔ ہر چند فاعل مظہر باشد، "قام هؤلآء" ''ایستادند ایشاں''۔

[17] و ''واؤ'' و ''فا'' بسیار است کہ زائد باشد۔ و بسیار کہ در فارسیہ معنی آں ربط بغیر ذکر عطف وتعقیب درست شود۔ بس اگر رکاکتِ لفظ دریں صورت در ترجمہ لازم مے آید ترک کردہ شد۔

بالجمله: دقائق فن ترجمہ بسیار است، ومقصودِ ما ایں جا بیانِ نموزجے است۔

حسبنا الله و نعم الوكيل، ولاحول ولاقوة الا بالله العليّ العظيم.

(ترقیمۂ کاتب)

بحمد الله و المنّة على إتمامِ هذه الرّسالة المتبرّكة مسمّاة بِ"المقدمة فى قوانين الترجمة" بتاريخ سيزدهم (١٣) شهر محرم الحرام ١٢٣٢ هجرى المقدّسة (دسمبر 1816ء) علىٰ يد الضعيف النحيف العاصى سيّد إبراهيم النصير آبادى أصلح الله حالهٗ و لآبائه الكِرام و أدخلهٗ فى الجَنان. اللّٰهمّ اغفرلهم و لكاتبهٖ و لناظرهٖ بحمد الله سبحانهٗ.

حوالہ جات وحواشی

1۔ دریں جا در تمام مخطوط ہا ''صحیح نباشد'' و ایں درست است۔

2۔ الجِروُ: بتثليث الجيم جمع جرأ و آجر و جمع الجمع أجرية: صغير كلّ شيءٍ حتى الرُّمّان و البِطّيخ و غلب علىٰ ولد الكلب و الأسد. (راجع ماده "جرأ". المنجد فى اللغة. ص:88. طبع: بيروت)

3۔ قِثّاء البحر: جنسُ حيواناتٍ بحريةٍ من قثائيات البحر، أنواعه عديدةٌ جميعها اسطوانية محدّبة الجسم المستطيل، مدبّبة الطرف مخنوقة العنق. (راجع: لاروُس. ص:935. طبع: بيروت)

4۔ أخرجه البخارى عن أبى بكرة. باب الخطبة أيام المنىٰ. (صحيح بخارى. حديث نمبر: 1741. ص:348. طبع: بيروت)

www.rahimia.org

5۔ و در ''نسخۂ نصیر آبادی'' لفظِ ''ہمہ'' نیست۔

6. سورۃ الکافرون: آیت 01.

7. سورۃ الانفال: آیت 38.

8. سورۃ حجرات: آیت 12.

9. آلِ عمران: آیت 22.

10. سورۃ النمل: آیت 19.

11. سورۃ الذاریات: آیت 01.

12. سورۃ الصافات: آیت 01.

13۔ بین القوسین عبارت در ''نسخۂ نصیر آبادی'' است۔ و در ''نسخۂ آخر'' نیست۔

14. سورۃ الزمر: آیت 73.

15. سورۃ المدثر: آیت31.

16. سورۃ البقرہ: آیت 137.

17. سورۃ البقرہ: آیت 116.

18۔ در ''مقدمہ فتح الرحمن'' ''زید ایستادہ است'' (دیکھیے! مقدمہ فتح الرحمٰن۔ ص:و۔ طبع: تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور)

19. سورۃ المؤمن: آیت 30.

20. سورۃ المؤمن: آیت 51.

21. سورۃ البقرہ: آیت 101.

22. سورۃ المؤمنون: آیت 2-1.

اعتذار

قارئین نوٹ فرما لیں! گزشتہ شمارے میں ایک مقالے بعنوان ''برصغیر میں دینی رہنماؤں کا تاریخی تسلسل'' میں کمپوزنگ کی غلطی کی وجہ سے کچھ تاریخیں غلط شائع ہوگئیں۔ ان مقامات کی تصحیح درج ذیل ہے:

1۔ (صفحہ نمبر:08، نیچے سے سطر 04) حضرت سید احمد شہیدؒ کی تاریخ پیدائش 1201ھ (1787ء) ہے۔

2۔ (صفحہ نمبر:15، اوپر سے سطر 11) مولانا محمد یعقوب دہلویؒ کی تاریخ پیدائش: 1200ھ (1786ء) ہے۔

کمپوزنگ کی غلطی کی وجہ سے قارئین کو زحمت اٹھانا پڑی۔ اس پر ہم معذرت خواہ ہیں۔ اور جن قارئین نے ان غلطیوں پر مطلع کیا ہے، ہم ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ (ادارہ)

www.rahimia.org

ترجمہ نگاری کی اہمیت

شاہ صاحبؒ کے نقطۂ نگاہ میں صحیح طریقے پر ترجمہ نگاری کی بڑی اہمیت ہے۔ ایک ایسے زمانے میں، جب کہ دنیا بھر میں علما اس بحث میں اُلجھے ہوئے تھے کہ قرآن حکیم کا ترجمہ کسی دوسری زبان میں کرنا جائز بھی ہے یا نہیں؟ شاہ صاحبؒ نے اس پر بڑا زور دیا ہے کہ اگر لوگوں کی عمومی زبان، علوم وفنون کی زبان سے مختلف ہو تو یہ بہت ضروری ہے کہ ایسے علوم کا عام لوگوں کی زبان میں ترجمہ کیا جائے۔ شاہ صاحبؒ کا نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ لوگوں کے لیے علوم وفنون کا صحیح فہم وشعور اس وقت تک ممکن نہیں، جب تک کہ انھی کی زبان میں ان علوم وفنون کا ترجمہ نہ کیا جائے۔ چناں چہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں:

''و دریں زمانہ کہ ما در آنیم، و دریں اقلیم کہ ما ساکنِ آنیم، نصیحتِ مسلماناں اقتضاء مے کنند کہ ترجمۂ قرآن بزبانِ فارسی سلیس روزمرہ متداول بے تکلف فضیلت نمائی و بے تصنع عبارت آرائی، بغیر تعرض قصص مناسبہ، و بغیر ایراد توجیہاتِ منشعبہ تحریر کردہ شود، تا خواص وعوام ہمہ یکساں فہم کنند، وصغار و کبار بیک وضع ادراک نمایند۔''

''آج ہم جس زمانے میں ہیں، اور جس ملک (برصغیر ہندوستان) میں ہم رہتے ہیں، مسلمانوں کی خیرخواہی کا تقاضہ یہ ہے کہ قرآن حکیم کا ترجمہ سلیس فارسی زبان میں روز مرہ محاورہ کو سامنے رکھتے ہوئے کیا جائے۔ جس کی عبارت ہر قسم کے تصنع اور بناوٹ اور بڑائی سے پاک ہو اور اس میں قصص و واقعات اور غیر ضروری توجیہات وتشریحات کی بجائے آیات کا ترجمہ پیش کیا جائے۔ تاکہ عوام وخواص یکساں طور پر اس کو سمجھیں، اور چھوٹے بڑے ایک ہی نہج پر اس کا شعور حاصل کریں۔''

اس طرح شاہ صاحبؒ نے اپنے زمانے میں بامحاورہ فارسی ترجمے کی اہمیت کو واضح کیا اور ترجمہ نگاری کے ایک ایسے اسلوب کی اہمیت واضح کی، جس میں رائج زبان کا بامحاورہ ترجمہ سلیس انداز میں کیا جائے۔ (ترجمہ نگاری کی روایت کا تسلسل، صفحہ 64)

www.rahimia.org

QUARTERLY
Shauor o Aaghi
Lahore
July - September 2011 Issue # 03 Vol.03 Regd.# 370-S

ہماری علم افروز کتابیں

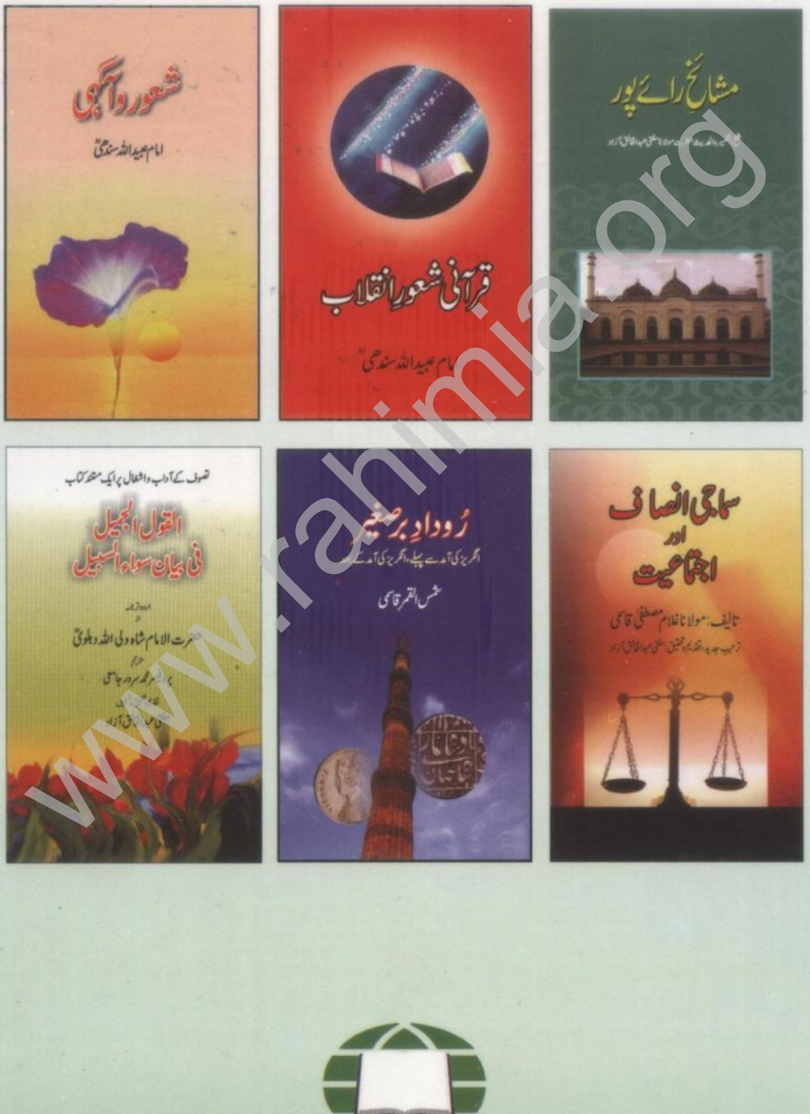

www.rahimia.org

رحیمیہ مطبوعات
رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ، شاہراہِ فاطمہ جناح، لاہور